احادیث مبارکہ کا ایک حسین، منفرد، دلچسپ اور اچھوتا انتخاب
عام فہم ترجمے اور بہترین تشریحات کے ساتھ

ایک سیپ تین موتی

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب

پسند فرمودہ

محبوب العارفین، قدوۃ السالکین، سراج الاولیاء، راس الاتقیاء

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب

الهادی

آنحضرت کے انمول ارشادات، واقعات پر مشتمل دلچسپ اور ایمان افروز

ایک سیپ تین موتی

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال

فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ایم اے علوم عربیہ گومل یونیورسٹی ڈی آئی خان

تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ فاروقیہ کراچی

الهادی

نام کتاب ــــــــــــ ایک سیپ تین موتی

تالیف ــــــــــــ حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال

اشاعت ــــــــــــ ستمبر 2013ء

بااہتمام ــــــــــــ محمد شفیق

ناشر ــــــــــــ الھادی للنشر والتوزیع

مدرسہ مفتاح العلوم نزد جامع مسجد مدنی

کوٹلہ جام ضلع بھکر، پنجاب، پاکستان

0333-8050941

فہرست چہل حدیث نمبرا

فہرست چہل حدیث نمبر۲

فہرست چہل حدیث نمبر۳

تین عظیم ہستیوں کے نام

ا۔والدین:

جوجسمانی نشوونما کا انتظام کرتے ہیں۔

۲۔اساتذہ:

جوذہنی ارتقاء کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

۳۔مشائخ:

جوروحانیت کو بیدار کرتے اور جلا بخشتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاہِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اللّٰھُمَّ
بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاہِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

تقریظ

محبوب العارفین، قدوۃ السالکین، سراج الاولیاء، رأس الاتقیاء

حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب

دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم زکریا ترنول، اسلام آباد و مدیر اعلیٰ ماہنامہ زکریا اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین الی یوم الدین امابعد!

ہمارے پیارے بھائی عزیز محترم حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب زید اقبالہٗ ومجدہ ذی علم ہیں، اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات سے نوازا ہے، اہل حق کی تائید اور اہل باطل کی تردید کا ذوق بھی ودیعت ہے، چنانچہ امام المحدثین حضرت امام بخاری نور اللہ مرقدہ کی ذات اقدس اور ان کی ''الجامع الصحیح البخاری'' کے خلاف وقت کے غلیظ بدزبان وبدتحریر، نام نہاد علامہ احمد سعید چتر وڑگڑھی ملتانی نے جب ایک کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سوقیانہ وبازاری زبان میں لکھی تو عزیز موصوف نے اس کے جواب میں تحقیقی کتاب ''رواۃِ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع'' لکھی جو اہل علم واہل حق میں بے حد مقبول ہوئی۔

موصوف سلمہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ایمانی اور حمی ذوق بھی عطا کیا ہے، زیر نظر کتاب ''ایک سیپ تین موتی'' اسی مبارک ذوق کا مظہر ہے جس میں انہوں نے منتخب احادیث مبارکہ کے موتی جمع کئے ہیں۔ احقر نے عنوانات ملاحظہ کئے ہیں، چونکہ احادیث مبارکہ ہیں اور وعظ ونصیحت ہیں تو ان موتیوں کو سمیٹنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس کاوش کو بے نہایت قبول فرمائے، اور امت میں عمل کا ذریعہ بنائے، اور اشاعت حدیث کا عظیم اجر وثواب دارین میں عطا فرمائے، اور ہم سب کو ہر کام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح یریدون وجھہ اوریبتغون فضلا من اللہ ورضوانا

کا مصداق بنائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر محمد عزیز الرحمٰن عفی عنہ

دار العلوم زکریا،بستی انوار مدینہ،ترنول،اسلام آباد

۱۵صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

تقریظ

محترم جناب عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم خان نیازی صاحب دامت فیوضہ
صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بھکر

الحمدللہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد!

میرے لیے یہ بات اعزاز سے کچھ کم نہیں کہ عزیزم مفتی ظفر اقبال صاحب کی حضرات محدثین کرام کی کاوشوں میں سے کی گئی خوشہ چینی پر اظہار خیال کروں، ذخیرۂ احادیث میں بے شمار گوشے ایسے ہیں جن کو الگ ترتیب دے کر انسان اس قدسی گروہ کی چوکیداری کرنے کے اعزاز میں شامل ہوسکتا ہے، مفتی صاحب کی یہ کوشش اسی طرز کے ایک گوشے یعنی وہ احادیث جن میں تین تین چیزوں کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے انہیں حتی المقدور یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں حدیث کی اس خدمت پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

اس جگہ میں محدثین کرام کی بابت کچھ گزارشات پیش کروں گا، اس قدسی گروہ میں ایسے بے شمار لوگ شامل ہیں جنہیں دنیائے فانی سے گزرے ہوئے اگرچہ کئی صدیاں بیت گئیں لیکن تا حال دنیائے اسلام کے کونے کونے میں پھیلی ان کی نیکی و پارسائی کی خوشبو اور ان کے علم و فضل کے چارسو پھیلے اجالے نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ فوت ہوجانے کے باوجود مرے نہیں بلکہ مرکر زندہ جاوید ہوگئے ، ایسے ہی جلیل القدر لوگوں پر یہ بات صادق آتی ہے جو کسی شاعر نے اپنے شعر کے دوسرے مصرے میں کہی ہے

الناس قسمان موتٰی فی حیاتھم   والآخرون ببطن الارض احیاء

صرف یہی نہیں کہ وہ مرکر بھی زندہ ہیں بلکہ آج اہل دنیا کے باشعور لوگوں کے قلوب واذہان میں ان کی محبت اور احترام فزوں تر ہے، یقیناً انہیں یہ محبت اور احترام ورثۂ نبوت کی حفاظت اور چوکیداری کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔

ورثۂ نبوت کیا ہے؟ سارے کا سارا دین اسلام ورثۂ نبوت ہے۔ دین اسلام کیا ہے؟ اسے

سادہ اور عام فہم الفاظ میں ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ دین اسلام وہ عالمگیر اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جسے اپنا کر انسان اپنے رب کا محبوب بن جاتا ہے اور تمام اخروی انعامات واحترامات کا مستحق قرار پاتا ہے اور یہ ضابطۂ حیات رب کائنات کا عطا کردہ ہے کسی انسان کا تراشیدہ نہیں۔

اللہ کریم کس قدر مہربان ہے اپنے بندوں پر؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس نے اپنے بندوں کیلئے ان کی اس راہ زیست کا تعین جس پر چل کر وہ اپنے رب کے محبوب اور پسندیدہ بن سکتے ہیں ان کی اپنی عقل وفکر کے سپرد نہیں کیا بلکہ اس کیلئے اپنی تمام انسانی مخلوق میں سے بہترین، باکمال اور خلق عظیم کے مقام پر فائز اولوالعزم ہستیوں کا انتخاب فرمایا، انہیں لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور انہیں پابند کر دیا کہ وہ لوگوں تک اللہ کا سچا، سُچا، خالص اور کھرا دین بعینہ اسی طرح پہنچادیں جس طرح کہ ان پر نازل کیا گیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے "یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیك من ربك وان لم تفعل فمابلغت رسالته" (المائدہ:٦٧)

رسول کریم ﷺ نے تبلیغ دین کا حق کماحقہ ادا کر دیا، حجۃ الوداع کے موقعے پر میدان عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھا کہ بروز قیامت تم سے میرے متعلق پوچھا جائیگا تو تم کیا جواب دو گے؟ ان سب نے بیک زبان ہو کر کہا "نشھدان قدبلغت وادیت ونصحت" (صحیح مسلم: الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۲۱۸)

اس دین خالص (قرآن وسنت) کی عالمگیر دعوت کے جس گوشے کو جو بھی عام کرنے کی کوشش کرے گا میرا ایمان ہے کہ وہ اپنے رب کریم سے اجر وثواب کا وافر حصہ پائے گا۔ میری دعا ہے کہ رب کریم مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور قارئین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

احقر العباد

ڈاکٹر محمد اکرم خان نیازی

12-02-2013

عربی تقریظ

فخر الاماثل، خیر الافاضل حضرت مولانا پروفیسر قاری محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی
سابق پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بھکر

الحمدلله وحده، والصلوة والسلام على من لانبى بعده، ولارسول بعده ولامعصوم بعده، امابعد!

فانه يسرنى كماانه يسعدنى ان اسجل بعض انطباعاتى حول الكتاب "ایک سیپ تین موتی" ومؤلفه الفاضل الشيخ الشاب المفتى ظفراقبال حفظه الله۔

فمما لاينازعنى فى رأيى انّ المؤلف صاحب المآثر الجليلة والمعالى، وكفى به شاهدا انه يتولى امورمدرسةدينية تدريسا ورئاسة كما انه يدرس فى الكلية الحكومية فى بهكر فى قسم الدراسات الاسلامية العليا، ومما لايخفى على الخبير بهذا المجال ان التدريس لطلاب الماجستير يتطلب من الاساتذة كفائة علمية كافية، والحق احق ان يقال ان الاستاذ الموصوف المذكوراعلاه اهل لهذه مائة فى مائة؛ اذله سعادة التخرج بشهادة المرحلة العالمية فى جامعة دينية خيرية الجامعة القاسمية شرف الاسلام جوك سرورشهيد مظفرجره مع التخصص فى قسم الافتاء من الجامعة الفارقية بكراتشى بالاضافة الى الحصول على شهادة الماجستير فى الدراسات العربية بجامعة جومل ديره اسماعيل خان مع الشرف، واضف الى هذا انه قام ولايزال يقوم بتدريس الكتب الدينية العربية فى جميع مراحلها ومقرراتها منذعقود من السنين۔

وبالتالى هومجمع البحرين اذهوضم الى جنبيه من بحارالعلوم العصرية والعلوم العربية الدينية الاسلامية، فهذا ان دل على شىء فيدل بصراحة على انه رجل متوازن فى رأيه وحصيف الفكرة، رصين متين رزين، اطال الله عمره فى رحاب خدمة الدين الحنيف مع الاخلاص۔

فنظرا الى ماذكرآنفا انه لايحتاج الى البيان ان الكتاب الذى قام بتاليفه بجمع

بین دفتیه بعض التعالیم الاسلامیة بشیء من الدقةو التعمق و التأنی و الاعتدال و التوسط فی الآراء و الافکار و النظریات، والی جانب من هذا کتب باللغةالاردیةالسهلةفی اسلوب مبسط میسر یستفیدمنه کل من له الـمام بـاللغةالاردیةمهما کان یسیرا، وهو کتاب وجیزیدوی یحمله کل قارئ فی حقیبته مع الاشیاء الاخری اللازمةحتی ولوجعله فی جیب من سترته لایصعب علیه حمله۔

اسأل الله سبحانه وتعالی ان یتقبل منه هذه الخدمةویجعلهاله اجراوذخرا۔

حافظ محمدعبدالله

المدیرالمتقاعدبالکلیةالحکومیةبهکر

۲۵صفرالمظفر۱۴۳۴ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العلمين، والصلوة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين، وخاتم النبيين والمعصومين، وعلى اله الطيبين الطاهرين ،واصحابه الهادين المهتدين الى يوم الدين

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ومحبوب، شفیع المذنبین ،رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ ،احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کواس جہان رنگ وبو میں مبعوث فرما کر پوری دنیاوالوں پر عموماً اور اہل ایمان پر خصوصاً احسان عظیم فرمایا، آپ ﷺ کا ۲۳ سالہ دورنبوت اس دنیا کے تمام ادوار کا مبارک ترین اور افضل ترین دور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات کوتمام دنیاوالوں کیلئے بہترین نمونہ بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کے اقوال وافعال اورحرکات وسکنات کوواجب الاتباع قراردے دیااورآپ ﷺ کی ذات والاصفات کواس جہان کیلئے سراج منیریعنی مہرتاباں بنادیا کہ اب اگرکسی کوروشنی درکار ہے تووہ اپنے آپ کوان کے ساتھ وابستہ کردے ورنہ عمربھرضلالت وجہالت کی عمیق کھائیوں میں لڑھکتا اورظلمت وتاریکی کی پرخطروادیوں میں بھٹکتارہے گا۔

خوش نصیب تھے وہ قدسی نفوس جنہیں آپ ﷺ کی صحبت ورفاقت میسرآئی کہ وہ اپنی ہرمشکل میں براہ راست اس نیرتاباں سے روشنی حاصل کرتے اور ہرمشکل میں انہیں اس کاشانۂ نورو ہدایت سے رہنمائی مل جاتی۔

اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیرعطافرمائے ان قدسی صفات نجوم ہدایت کوجنہوں نے نہ صرف یہ کہ خوداس مہرمنیر سے روشنی حاصل کی بلکہ آپ ﷺ کے ارشادات وفرامین کومحنت ومشقت کے ساتھ

یاد کر کے اگلوں تک بھی منتقل کیا تاکہ آنے والی نسلیں بھی ان سے محروم نہ رہیں۔

پھر بھلا ہو ان محدثین عظام کا جنہوں نے جہد مسلسل کے ساتھ ایک ایک حدیث کو تلاش کر کے پورے ذخیرۂ حدیث کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا تاکہ قیامت تک آنے والے روشنی کے طلبگار اس سے روشنی حاصل کر سکیں۔

محدثین عظام کی خدمت حدیث مختلف النوع ہے مثلاً کسی نے راویوں کے ناموں سے احادیث کو جمع کیا، کسی نے فقہی ابواب کے طرز پر احادیث کو جمع کیا، کسی نے حروف تہجی کی ترتیب سے احادیث کو جمع کیا، کسی نے کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث کو جمع کیا اور کسی نے اعداد کے اعتبار سے احادیث کو جمع کیا۔ ع وللناس فیما یعشقون مذاہبُ۔

زیر نظر مجموعہ اسی سلسلے کی ایک منفرد، اچھوتی اور دلچسپ کڑی ہے کہ اس میں آقا پاک ﷺ کی صرف وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں آپ ﷺ نے تین تین چیزوں، شخصوں، افراد یا اعمال وغیرہ کے احوال کو اجاگر فرمایا گیا ہے۔

تین کا انتخاب کیوں:

کئی ایوانوں اور ہالوں میں کتبوں اور چارٹوں کی شکل میں، دیواروں پر اقوال زریں کی صورت میں اور کتابوں میں اقوال حکمت وغیرہ کے عنوان سے ایسا بہت سا مواد دیکھنے کو ملا جس میں تین کے عدد کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، پھر ان میں سے اکثر میں کسی شخصیت کی طرف نسبت تک موجود نہیں جیسے

تین چیزوں کو ہمیشہ یاد رکھو: ۱۔نصیحت ۲۔احسان ۳۔موت۔

تین چیزیں پردے میں رہنی چاہئیں: ۱۔کھانا ۲۔دولت ۳۔عورت۔

تین چیزیں دشمنی کی بنیاد ہیں: ۱۔زن ۲۔زر ۳۔زمین۔

تین چیزیں اچھائی کی علامت ہیں: ۱۔کم کھانا ۲۔کم سونا ۳۔کم بولنا۔وغیرہ

اور بعض میں کسی دانا کی طرف نسبت کی گئی ہے جیسے

تین چیزیں نکل کر واپس نہیں آتیں:

۱۔تیر کمان سے ۲۔بات زبان سے ۳۔روح جان سے۔(حضرت علیؓ)

تین آدمی عادت سے مجبور ہوتے ہیں:

۱۔سچا سچائی سے ۲۔سخی سخاوت سے ۳۔سوالی سوال سے۔(حضرت لقمانؑ)

بدبختی کی تین علامتیں ہیں:

۱۔حرام کھانا ۲۔ناپاک رہنا ۳۔بے وقت اٹھنا (شیخ عطارؒ)

تین چیزیں شیطان کی انگیخت سے ہیں:

۱۔طلاق کے ساتھ قسم اٹھانا ۲۔گناہ کی منت ماننا ۳۔غیر اللہ کی قسم کھانا (امام جعفر صادقؒ)

سنگدل کی تین علامتیں ہیں:

۱۔کمزوروں پر ظلم وستم کرنا ۲۔قناعت نہ ہونا ۳۔نصیحت کا اثر نہ کرنا (شیخ عطارؒ) وغیرہ

لیکن ان میں سے بھی اکثر کی کوئی سند نہیں ہوتی جس سے یہ معلوم ہو کہ آیا یہ اقوال اس شخصیت کے ہیں بھی یا خواہ مخواہ اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے، تو دل میں خیال آیا کہ اگر اسی طرح کے اقوال اپنے نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے ارشادات میں تلاش کئے جائیں اور ان کو امت کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ان سے کتنے زیادہ مفید، مؤثر اور بہتر ہونگے کہ ایک تو باسند ہونگے، دوسرے داناؤں کے دانا ﷺ کے اقوال ہونگے، تیسرے براہ راست اللہ تعالیٰ سے

لئے ہوئے ہونگے کہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔اس سوچ سے تلاش شروع کی تو اچھا خاصا مواد ہاتھ آ گیا جس کی پہلے اتنی توقع نہ تھی اب اس کو مرتب کیا، عام فہم ترجمہ کیا اور تحقیقی تشریحات کا اضافہ کیا مگر انداز سادہ رکھا تا کہ قارئین کو کہیں الجھن کا سامنا نہ ہو تو اس طرح یہ کتاب وجود میں آ گئی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سے جہاں اور اغراض ہیں وہاں سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ قارئین بغیر کسی بوجھ اور اکتاہٹ کے دلچسپی کے ساتھ احادیث رسول کے ساتھ مناسبت پیدا کریں، شوق و رغبت کے ساتھ ان کا مطالعہ کریں اور ان میں مذکور ہدایات سے رہنمائی لے کر ان کو عملی زندگی میں لانے کی کوشش کریں، آج کل لوگوں میں دین اور علم دین سے بے اعتنائی پائی جاتی ہے اب دین کو بھی شوگر کوٹڈ گولیوں میں پیش کرنے کی ضرورت ہے احادیث کے اس انتخاب میں بفضلہٖ تعالیٰ یہ چیز فراوانی کے ساتھ موجود ہے کیونکہ اس میں اختصار بھی ہے اور ندرت و جاذبیت بھی اور یہ دونوں چیزیں آدمی کو اکتاہٹ اور بیزاری سے دور رکھتی ہیں اور شوق و رغبت میں اضافہ کرتی ہیں۔اس کے علاوہ دیگر اغراض ذاتی نوعیت کی ہیں۔

تالیف کی تین اغراض:

۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے صدقۂ جاریہ بنا دے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اذامات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة:الامن صدقة جارية،او علم ينتفع به،او ولد صالح يدعوله۔ (مشکوۃ المصابیح: کتاب العلم، ص۳۲) کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے منقطع نہیں ہوتا (۱) صدقہ جاریہ سے (۲) اس علم سے جس نفع اٹھایا جا رہا ہو (۳) نیک اولاد سے جو اس کے لئے دعائیں مانگتی ہو۔

۲۔ دوسری غرض آپ ﷺ کی اس دعا میں استحقاق کا حصول ہے جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا، ووعاھا، واداھا الخ (مشکوۃ المصابیح: کتاب العلم، ص۳۵) کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازگی اور شادابی عطا فرمائے جو میری بات کو سنے، اس کو محفوظ کر یا اور آگے پہنچائے۔

۳۔ تیسری غرض روز قیامت آپ ﷺ کی شفاعت کا حصول ہے جس کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

من حفظ علی امتی اربعین حدیثافی امر دینھابعثه الله فقیھا، وکنت له یوم القیمة شافعاو شھیدا۔ (مشکوۃ المصابیح: کتاب العلم، ص۳۶) کہ جو آدمی میری امت تک اس کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کر کے پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اس کو حشر میں علماء کی صف میں اٹھائے گا، اور قیامت کے دن میں اس کا سفارشی اور اس کے حق میں گواہ بنوں گا۔

یہ فضیلت ایک چہل حدیث کی ہے جبکہ زیر نظر کتاب تین چہل حدیثوں کا مجموعہ ہے اس لئے اللہ کریم سے یہ امید ہے کہ وہ یہ فضائل اور انعامات بھی تین گنا کر کے عطا فرمائے گا۔

کتاب کے تین حصے:

زیر نظر کتاب درج ذیل تین چہل حدیثوں پر مشتمل ہے

چہل حدیث نمبر ۱: یہ صحیح بخاری کی سترہ (۱۷)، صحیح مسلم کی بارہ (۱۲) اور سنن ابوداود کی گیارہ (۱۱) احادیث پر مشتمل ہے۔

چہل حدیث نمبر۲: یہ جامع ترمذی کی اکیس (۲۱)، سنن نسائی کی آٹھ (۸)، سنن ابن ماجہ کی سات (۷)، سنن دارمی کی دو (۲) اور مسند احمد کی دو (۲) احادیث پر مشتمل ہے۔

چہل حدیث نمبر۳: یہ صرف مسند احمد کی چالیس (۴۰) احادیث پر مشتمل ہے۔

نام کتاب:

چونکہ اس مجموعے میں صرف ان احادیث کو اکٹھا کیا گیا ہے جن میں آپ ﷺ نے تین تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اسلئے اس کا نام ''ایک سیپ تین موتی'' تجوز کیا ہے کہ حدیث شریف میں مذکور لفظ ''تین'' کے اجمال کو ''سیپ'' اور اس میں مذکور ''تین باتوں کی تفصیل'' کو ''موتیوں'' سے استعارہ بنایا گیا ہے۔ نیز ایک اور انداز سے اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ پوری کتاب ایک سیپ ہے اور اس میں مذکور تین چہل حدیثیں اس کے تین موتی ہیں۔

خصوصیات کتاب:

۱۔ اس مجموعے میں صرف مذکورہ بالا کتب حدیث سے موضوع سے متعلقہ احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے اور ان کتب سے سوائے چندایک کے باقی سب تین تین والی احادیث اس میں آگئی ہیں۔ اگر زندگی نے وفا کی اور ہمت نے ساتھ دیا تو آئندہ دیگر کتب حدیث سے اس موضوع کی احادیث کو پیش کیا جائیگا۔ ان شاءاللہ۔

۲۔ اس بات کا حتی الوسع اہتمام کیا گیا ہے کہ ایک مفہوم کی احادیث تکرار کے ساتھ نہ آئیں۔

۳۔ جن احادیث میں دو دو موضوعات کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے ان کو یہاں الگ الگ بیان کیا گیا ہے تا کہ قارئین کیلئے استفادے میں سہولت ہو۔

۴۔اس میں صرف احادیث مرفوعہ کو جمع کیا گیا ہے، احادیث موقوفہ، آثار صحابہ وتابعین کو چھوڑ دیا گیا ہے اگر اللہ کو منظور ہوا تو ان کو بھی الگ سے جمع کیا جائے گا۔

۵۔ ہر حدیث میں پہلے اس کا خلاصہ، پھر متن حدیث بااعراب و باحوالہ، پھر سلیس ترجمہ اور پھر حدیث میں مذکور تینوں چیزوں کی الگ الگ عام فہم تشریح کی گئی ہے۔

اگر کسی کے پاس وقت ہو تو وہ مکمل تفصیل کو دیکھے ان شاء اللہ اسے بہت مفید اور مستند معلومات ملیں گی، اگر اس سے کم وقت ہو تو حدیث اور اس کے ترجمے پر اکتفا کرے، اگر اتنا وقت بھی نہیں ہے تو صرف ابتدائی خلاصے کو ہی دیکھ لے اور جس کے پاس اتنا وقت بھی نہ ہو وہ صرف کتاب کی فہرست کا مطالعہ کر کے بھی بالکلیہ محروم رہنے سے بچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اظہار تشکر:

مَن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کہ ''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا'' کے بہ تقاضا سب سے پہلے اپنے حضرت اقدس دامت برکاتہم اور ان بزرگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تقریظ لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی، خصوصاً پروفیسر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی کا بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے بالاستیعاب پوری کتاب کے ایک ایک حرف کا بنظر غائر مطالعہ فرمایا اور بہت باریک غلطیوں کی اصلاح سے نوازا۔

اور پیارے بھائی مولانا محمد رضوان صاحب سلمہ کا شکریہ ادا نہ کرنا بہت بڑی زیادتی ہوگی جنہوں نے کمپوزنگ وغیرہ امور میں بہت تعاون فرمایا، ان کے علاوہ دیگر تمام ان

دوستوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے کسی بھی درجے میں اس سلسلے میں میری معاونت فرمائی۔

خصوصاً پیارے بھائی حافظ راؤ محمد آصف محبوب صاحب، مخلص دوست چوہدری ثاقب علی صاحب، مشفق مہربان حاجی عبدالرحیم اعوان صاحب، انتہائی قابل احترام پروفیسر شیخ محمد سہیل صاحب اور ہر دلعزیز دوست جناب قاری محمد یوسف صاحب مدظلہ کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جن کے مالی تعاون سے ہی یہ کتاب آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

اللہ تعالٰی سب کو اپنے شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کو شرف قبولیت سے نواز کر سب کیلئے دونوں جہانوں کی خیر کا باعث بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ
واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

طالب دعا

ظفر اقبال غفرلہ البر المتعال

خطیب شاہی مسجد چنیوٹ

مدیر مدرسہ مفتاح العلوم کوٹلہ جام ضلع بھکر

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

چھل حدیث

نمبر۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد
کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علیٰ محمد و علیٰ آل محمد
کما بارکت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم
انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿۱﴾

ایمان کی حلاوت حاصل کرنے کی تین چیزیں

(۱) اللہ اور اسکا رسول اسے باقی سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) جس آدمی سے محبت رکھے اللہ ہی کیلئے رکھے (۳) کفر میں جانے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ :اَنْ یَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ، وَاَنْ یَّكْرَهَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ كَمَا یَكْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

(صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، رقم الحدیث: ۱۵)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت (مٹھاس) پائے گا (۱) یہ کہ اللہ اور اسکا رسول اسے انکے علاوہ تمام لوگوں اور چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں (۲) یہ کہ کسی آدمی سے محبت رکھے تو اللہ ہی کیلئے رکھے (۳) یہ کہ کفر میں جانے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث مبارک ایسی تین باتوں پر مشتمل ہے کہ جنکو اپنے اندر رکھنے والا شخص ایمان کی

حلاوت ومٹھاس محسوس کرتا ہے۔اور یہ سب باتیں ہر شخص اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔

(۱) اللہ اور اسکا رسول اسے باقی سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

یعنی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت باقی سب محبتوں پر غالب ہو۔آدمی کو اپنی جان سے ،والدین سے،بیوی بچوں سے،اعزہ واقارب سے،دوست،احباب سے،مال ومتاع سے اور اپنی عزت وآبرو سے طبعی طور پر محبت ہوتی ہے۔اور شرعا بھی یہ کوئی مذموم یا ناپسندیدہ نہیں۔البتہ شریعت ہم سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کرتی ہے کہ ان تمام چیزوں سے محبت دوسرے نمبر پر ہو اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت پہلے نمبر پر ہو تا کہ تعارض کے وقت اللہ اور اسکے رسول ﷺ پس منظر میں نہ چلے جائیں اور انکا حکم پس پشت نہ ڈال دیا جائے۔مثلاً ایک طرف اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم ہے دوسری طرف اپنی ذاتی خواہش ہے،والدین کا حکم ہے،اولاد کی چاہت ہے،بیوی کی فرمائش ہے،دوست احباب کا تقاضا ہے یا مال ومتاع کا نقصان ہے تو اگر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت غالب ہوگی تو باوجود ان عوارض کے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل آسان ہوگی،اور اگر خدانخواستہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت مغلوب اور باقی محبتیں غالب ہونگی تو تعمیل حکم دشوار ہو جائیگی اور اس طرح انسان اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کی خطرناک کھائی میں جا گرے گا جسکا نتیجہ عذاب دوزخ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

(۲) جس آدمی سے محبت رکھے اللہ ہی کیلئے رکھے۔

مطلب یہ ہے کہ اس پر اللہ کی محبت اتنی غالب ہو جائے کہ وہ ہر ایک کو اسی زاویۂ محبت سے دیکھے چنانچہ نیک بندوں سے محبت رکھے تو صرف اسلئے کہ یہ میرے محبوب رب کے محبوب بندے ہیں اور گناہگاروں سے ہمدردی رکھے تو بھی صرف اسلئے کہ یہ میرے پیارے رب کے مخلوق بندے ہیں اسکے علاوہ اسکی ذات کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔پس ایسے شخص کو ہر وہ چیز اتنی زیادہ محبوب ہوتی چلی جائیگی جس کا تعلق جتنا زیادہ اسکے محبوب رب سے جڑتا چلا جائیگا۔

☆☆☆

(۳) کفر میں جانے کو ایسے ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں جانے کو۔

یعنی اسکا عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ سزا و جزا اتنا پختہ ہو کہ اسکو کفر میں جانا آگ میں جانا محسوس ہو کیونکہ آخرت میں کفر کی سزا دوزخ کی آگ ہے اسلئے وہ کفر میں جانے کو یوں محسوس کرے جیسا کہ وہ کفر میں نہیں جارہا بلکہ آگ میں جارہا ہے۔

تو جس شخص کا عقیدہ اور یقین اتنا پختہ ہو کہ اسکے رگ و پے میں، جسم و جاں میں، گوشت پوست میں اور دل و دماغ میں سرایت کر جائے تو اسکو یقیناً ایمان کی مٹھاس حاصل ہوگی اور نیکیوں میں لذت محسوس ہوگی بلکہ دین کیلئے مشقتیں برداشت کرنے میں بھی مزہ آئے گا۔

اے اللہ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

﴿۲﴾

منافق کی تین علامات

(۱) جھوٹ (۲) وعدہ خلافی (۳) امانت میں خیانت

حدیث:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

(صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم ۳۲)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے (۳) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں نفاق کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں جن سے مؤمن مخلص کو اجتناب کرنا اشد ضروری ہے تاکہ اسکے ایمان میں نفاق کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ وہ تین علامتیں یہ ہیں

(۱) جھوٹ

(۲) وعدہ خلافی

(۳) امانت میں خیانت۔

جھوٹ، وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت یقیناً تینوں خصلتیں کمینہ اور گھٹیا خصلتیں ہیں جو انسان کو معاشرے میں بے عزت، بے توقیر اور بے اعتبار کر کے ذلیل وخوار بنا دیتی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالی نہیں چاہتے کہ میرے بندے ایسے ذلیل ہو جائیں کہ کوئی ان پر اعتماد کرنے کو بھی تیار نہ ہو اسلئے ان کمینہ خصلتوں کو حرام اور ممنوع قرار دیدیا اور آنحضرت ﷺ نے انکو منافق کی نشانیاں ارشاد فرمایا کیونکہ منافق بھی واقعہ کے خلاف بیان کرتا ہے کہ اندر تو کفر رکھتا ہے اور باہر سے ایمان ظاہر کرتا ہے اور مذکورہ بالا خصلتیں رکھنے والے تینوں اشخاص بھی خلاف واقع بات کا اظہار کرتے ہیں مثلاً جھوٹا جھوٹا کہلاتا ہی تب ہے جب وہ خلاف واقع بات بیان کرے کہ حقیقت حال کچھ ہو اور وہ بیان کچھ اور کرے اسی طرح وعدہ خلاف آدمی وعدہ کرتے وقت زبان سے یہ تأثر دیتا ہے کہ وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کرے گا لیکن دل میں یہ رکھتا ہے کہ وہ دھوکہ دے رہا ہے اور ٹرخا رہا ہے وعدہ پورا کس نے کرنا ہے؟ اسی طرح خائن اپنے ظاہر عمل سے یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ امانتدار ظاہر ہو لیکن دل میں یہ رکھتا ہے کہ اسکے عمل سے لوگ اس پر اعتبار کرلیں اور پھر اسکے پاس امانتیں رکھوائیں اور یہ انکو ہضم کر جائے۔

اہم وضاحت:

واضح رہے کہ یہ تینوں باتیں نفاق عملی کے مظاہر ہیں نفاق اعتقادی کے نہیں۔ پس اگر کسی شخص میں خدانخواستہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک یا دو یا تینوں بھی جمع ہو جائیں تب بھی وہ مسلمان رہے گا کافر یا منافق نہیں بن جائیگا۔ تاہم اسکا ایمان اعمال نفاق کیساتھ آلودہ ہوگا جو ایک مؤمن کے شایان شان ہرگز نہیں ہے۔

اللہ تعالی ہر مسلمان کو ان تینوں علامات نفاق سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

﴿۳﴾

تین چیزیں مردے کیساتھ جاتی ہیں

(۱)اہل وعیال (۲) مال (۳) اعمال

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ: يَتْبَعُهُ اَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ؛ فَيَرْجِعُ اَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ۔ (بخاری: کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، رقم الحدیث ۶۰۳۳)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں میت کیساتھ جاتی ہیں پھر دو چیزیں واپس پلٹ آتی ہیں اور ایک چیز اسکے ساتھ رہ جاتی ہے اسکے ساتھ جاتے ہیں (۱) اسکے رشتہ دار (۲) اسکا مال (۳) اسکا عمل۔ پھر اسکے رشتہ دار اور اسکا مال واپس آجاتے ہیں اور اسکا عمل اسکے ساتھ رہ جاتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جنکا انسان کیساتھ بہت گہرا تعلق ہے یہانتک کہ وہ مرنے کے بعد قبر تک ساتھ جاتی ہیں۔

(۱) اہل وعیال۔

کہ مرنے کے بعد تجہیز، تکفین اور تدفین کے جملہ امور انہی کے متعلق ہوتے ہیں اسلئے قبر

تک انکا ساتھ ہونا ظاہری بات ہے۔

(۲) مال۔

مثلاً چار پائی اور پہلے زمانہ کے اعتبار سے مملوک غلام نیز وہ مال مویشی جنکو بعض لوگ قبرستان میں ساتھ لے جاتے اور پھر اظہار افسوس کیلئے کئی دن تک وہیں رہتے۔

(۳) اعمال۔

کہ زندگی بھر جو بھی اعمال کئے اچھے یا برے وہ بھی ساتھ جاتے ہیں۔ پھر پہلی دو چیزیں اہل وعیال اور مال تو تدفین کے بعد واپس آجاتے ہیں لیکن تیسری چیز اعمال تدفین کے بعد بھی واپس نہیں آتے بلکہ قبر میں ساتھ جاتے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ اسی عمل کی اہمیت بتلانا چاہتے ہیں کہ اسکی اہمیت باقی تمام چیزوں سے زیادہ ہے کیونکہ اہل وعیال جنکے لئے آدمی طرح طرح کی مشکلات برداشت کرتا ہے اور جنکی رفاقت وقوت پر ناز اور بھروسہ کرتا ہے وہ صرف دنیوی زندگی تک کارآمد ہیں مرنے کے بعد وہ قبر میں ساتھ نہیں جاسکتے بلکہ تنہا چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں، اسی طرح مال جسکو بڑی مشقت سے کماتا ہے اور جسکی کثرت پر خوش ہوتا اور اکڑتا، اتراتا ہے وہ بھی مرتے ہی لاتعلق ہو جاتا ہے اور دوسروں کی گود میں جا گرتا ہے لیکن عمل جسطرح زندگی میں ساتھ رہتا ہے مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے اور حشر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور اس وقت تک جدا نہیں ہوتا جب تک اسکو جنت یا جہنم میں نہ پہنچا دے ایک حدیث شریف میں ہے کہ قبر میں نیک عمل ایک حسین شکل میں متشکل ہو کر دل بہلاتا ہے اور بدعمل مکروہ شکل میں متشکل ہو کر اسکی وحشت میں اضافہ کرتا ہے۔

جب عمل کی اہمیت اتنی زیادہ ہے تو اس سے غفلت برتنا کسی طور پر دانشمندی نہیں کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

﴿۴﴾

تین چیزوں کی خصوصی تاکید

(۱) ہر ماہ تین روزے (۲) چاشت کی دو رکعتیں (۳) سونے سے پہلے وتر کی ادائیگی

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: صِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ، وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

(صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب صیام ایام البیض، رقم الحدیث ۱۸۴۵)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (نبی) صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی خصوصی تاکید کی (۱) ہر مہینے تین دن روزے رکھنے کی (۲) چاشت کی دو رکعتوں کی (۳) سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں جنکی آپ ﷺ نے حضرت ابوھریرہؓ کو خصوصی تاکید فرمائی تھی۔ یہ تینوں چیزیں اگر چہ شرعاً ضروری نہیں اور واجب نہیں بلکہ استحباب کا درجہ رکھتی ہیں لیکن چونکہ آپ ﷺ نے انکو بلندی درجات کیلئے ان چیزوں کی خصوصی تاکید فرمائی تھی اس لئے انہوں نے بھی انکو اپنے اوپر لازم ہی سمجھا اور زندگی بھر انکو اپنا معمول بنایا وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) ہر مہینے تین دن روزے رکھنا۔

یعنی ہر قمری مہینے کی ۱۳،۱۴،۱۵ تاریخوں کو روزہ رکھنا جنکو ایام بیض کے روزوں سے یاد کیا جاتا ہے یا ان تاریخوں کے علاوہ دیگر تاریخوں میں تین روزے رکھنا۔ یہ نفلی روزے ہیں اور نفلی روزوں کا بھی بڑا ثواب ہے خصوصاً ہر ماہ ایام بیض کے تین روزوں یا ان ایام کے علاوہ دیگر ایام میں سے تین روزوں کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ جہاں یہ نفلی روزوں کا ذخیرہ بنتے ہیں جن سے فرض روزوں کی مقدار یا معیار میں کمی کی صورت میں تلافی ممکن ہوگی وہیں ان میں فرض روزوں کی مشق اور تیاری بھی ہے اسلئے کہ رمضان کے روزے ہر موسم میں آتے ہیں اور ہر ماہ تین روزے رکھنے سے بھی ہر موسم میں روزہ رکھنے کی عادت بنتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا اپنا بھی ہر مہینے تین روزے رکھنے کا معمول تھا اور آپؐ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے " صوم ثلثة ایام صوم الدھر کلہ " (بخاری: کتاب الصوم، باب صوم داود، رقم ۱۸۵۳) کہ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا ایسے ہے جیسے زندگی بھر روزہ رکھنا۔ اگر الجھن پیدا ہو تو آیت کریمہ من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا (الانعام :۱۶۰) دیکھ لو جس میں ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملنے کا وعدہ ہے۔ تو جب ہر ماہ تیس دنوں میں سے تین دن روزہ رکھا جائیگا تو اسکا ثواب تیس دن روزہ رکھنے کے برابر ملے گا۔ اور ہر ماہ تیس دن روزہ رکھنے کا مطلب زندگی بھر روزہ رکھنا ہے۔

(۲) چاشت کی نماز۔

یہ ایک نفل نماز ہے جو دن چڑھے پڑھی جاتی ہے جب دھوپ کچھ تیز ہو جائے اور پاؤں جلنے لگیں یہ تقریباً اس وقت ہوتا ہے جب چوتھائی دن گزر جائے۔ کم از کم اسکی دو رکعتیں ہیں جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے اور آپ ﷺ کا اکثر و بیشتر معمول چار رکعات پڑھنے کا تھا کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر آٹھ رکعات ادا فرمائیں اور بارہ رکعات کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے اس نماز کا بہت زیادہ اجر وثواب ہے کئی حدیثوں میں اسکی ترغیب دی گئی ہے

صرف دو حدیثیں آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(ا)عن ابی ذر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة:فکل تسبیحة صدقة ،و کل تحمیدة صدقة ،و کل تهلیلة صدقة ،و کل تکبیرة صدقة ،وامر بالمعروف صدقة ،و نهی عن المنکر صدقة ویجزی من ذالك رکعتان یرکعهما من الضحیٰ۔ (صحیح مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ، رقم الحدیث ۱۱۸۱)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر صبح تم میں سے ہرآدمی کے ہر جوڑ کے بدلے ایک صدقہ لازم ہے، پس ہر تسبیح (سبحان اللہ) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدللہ) صدقہ ہے، ہر تھلیل (لاالہ الااللہ) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اوران تمام سے کافی ہیں دو رکعتیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

(۲)عن انسؓ قال قال رسول الله صلی علیه وسلم :من صلی الضحیٰ ثنتی عشرة رکعة بنی الله له قصرا من ذهب فی الجنة (ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی صلوۃ الضحیٰ، رقم الحدیث ۴۳۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوآدمی چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا بنا ہوا محل بنائے گا۔

(۳) نماز وتر سونے سے پہلے پڑھنا۔

وتر کی نماز واجب ہے اوراسکا وقت عشاء کی نماز سے لیکر طلوع فجر تک ہے آنحضرت ﷺ وتر کی نماز کبھی اول رات اور درمیان رات میں بھی پڑھ لیتے تھے لیکن آپ کا اکثر معمول مبارک اخیر رات میں تہجد کی نماز کے بعد پڑھنے کا تھا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کو ڈر ہو کہ وہ اخیر رات میں نہیں اٹھ سکے گا تو اسکو چاہئے کہ وہ وتر اول رات میں پڑھ

لے اور جسکو یہ امید ہو کہ وہ اخیر شب میں اٹھ جائے گا تو اسکو چاہئے کہ وہ اخیر شب میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی رات پر ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں اور یہ زیادہ افضل ہے"

(مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اولہ ۱۲۵۵)

اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوھریرہؓ کو اول رات میں پڑھنے کا تاکیدی حکم کیوں دیا جبکہ افضل تو اخیر رات میں پڑھنا ہے؟

تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ ایک طالب علم تھے جو حدیث کے بہت پیاسے تھے، رات گئے تک احادیث مبارکہ اور ارشادات عالیہ کو یاد کرتے تھے اور بہت دیر سے سوتے تھے جس سے یہ خطرہ پیدا ہو جاتا تھا کہ شاید وہ تہجد کیلئے نہ اٹھ سکیں چونکہ علمی مشغلہ بہت زیادہ فضائل و درجات کا حامل ہے اسلئے آپ ﷺ نے انکو اسکے لئے دیر تک جاگتے رہنے سے منع نہیں فرمایا البتہ وتر کو اول شب میں ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ قضا ہو جانے کا خطرہ نہ رہے اسی طرح حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابوذرؓ کو بھی آپ نے یہی حکم دے رکھا تھا وجہ اسکی بھی یہی تھی جو ابھی گزری۔

لہذا وہ علماء اور طلباء جو رات گئے تک مطالعہ وتکرار میں مشغول رہتے ہیں انکے لئے بھی یہی افضل ہے کہ وہ وتر سونے سے پہلے پڑھ لیں۔

﴿۵﴾

نبوت کے تین امتحان

(۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی؟ (۲) جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ (۳) بچہ ماں یا باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

حدیث:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَلَغَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَتَاہُ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُکَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا نَبِیٌّ قَالَ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ؟ وَ مَا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْکُلُہٗ اَھْلُ الْجَنَّۃِ؟ وَمِنْ اَیِّ شَیْئٍ یَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰی اَبِیْہِ وَمِنْ اَیِّ شَیْئٍ یَنْزِعُ اِلٰی اَخْوَالِہٖ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَبَّرَنِیْ بِھِنَّ اٰنِفًا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ: فَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ: ذَاکَ عَدُوُّ الْیَھُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ، وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ یَاْکُلُہٗ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَزِیَادَۃُ کَبِدِ حُوْتٍ، وَاَمَّا الشَّبَہُ فِی الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِیَ الْمَرْاَۃَ فَسَبَقَھَا مَاءُہٗ کَانَ الشَّبَہُ لَہٗ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُھَا کَانَ الشَّبَہُ لَھَا۔ قَالَ: اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ ثُمَّ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْیَھُوْدَ قَوْمٌ بُھْتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِیْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَھُمْ بَھَتُوْنِیْ عِنْدَکَ فَجَاءَتِ الْیَھُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰہِ الْبَیْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ رَجُلٍ فِیْکُمْ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ؟ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْیَرُنَا وَابْنُ اَخْیَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَیْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰہِ قَالُوْا اَعَاذَہُ اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰہِ

اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ۔

(صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، رقم ۳۰۸۲)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مدینہ کی خبر پہنچی تو یہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ سے تین ایسے سوال پوچھتا ہوں جنکا علم صرف نبی کو ہی ہوسکتا ہے(۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہوگی؟(۲) سب سے پہلا وہ کھانا کون سا ہوگا جسکو جنتی کھائینگے؟(۳) وہ کونسی چیز ہے جس کیوجہ سے بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھے جبریل نے انکے بارے میں بتایا ہے راوی کہتا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا وہ تو یہودیوں کا دشمن فرشتہ ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(۱) قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کیطرف جمع کرے گی (۲) سب سے پہلا کھانا جسکو جنتی کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی کی زیادتی ہوگی (۳) بچے میں شکل کی مشابہت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب مرد بیوی سے ہمبستر ہو اور اسکی منی عورت سے پہلے خارج ہو تو شکل باپ جیسی ہوتی ہے اور جب عورت کی منی پہلے خارج ہو تو شکل ماں جیسی ہوتی ہے (یہ جواب سن کر) عبداللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ یہودی لوگ بہت بہتان طراز ہیں اگر قبل اس کے کہ آپؐ ان سے میرے متعلق پوچھیں انکو میرے اسلام لانے کا علم ہوگیا تو یہ آپؐ کے پاس میرے اوپر طرح طرح کے بہتان لگائینگے۔ اتنے میں کچھ یہودی آپؐ کے

پاس آگئے اور عبداللہ بن سلام پہلے ہی کمرے میں گھس گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ہم میں سب سے بڑا عالم ہے اور اسکا باپ بھی ہمارا سب سے بڑا عالم تھا اور وہ ہم میں سب سے بہترین آدمی ہے اور اسکا باپ بھی ہم میں سب سے بہترین آدمی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائے تو پھر تم بتلاؤ کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟ تو وہ کہنے لگے اللہ اسکو اس سے اپنی پناہ میں رکھے اتنے میں عبداللہ بن سلام نکل کر انکے پاس آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے یہ تو ہم میں سب سے بدتر آدمی ہے اور اسکا باپ بھی ہم میں بدترین آدمی تھا اور انکی برائیوں میں پڑ گئے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے سابقہ بہت بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے تین ایسے سوالات کا جواب دیا ہے جنکا جواب انکے بقول غیر نبی نہیں دے سکتا اور پھر انہی سوالات کے جوابات ملنے پر وہ مسلمان بھی ہو گئے۔ اس طرح یہ حدیث تین علامات نبوت پر مشتمل ہے۔ وہ تین سوال و جواب یہ ہیں۔

(۱) قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہوگی؟

اسکے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مشرق سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو مغرب کیطرف اکٹھا کرے گی'' دیگر احادیث میں اسکی کچھ تفصیل بھی ملتی ہے کہ یہ آگ لوگوں کے پیچھے لگے گی اور لوگ اسکے ڈر سے اسکے آگے آگے بھاگیں گے، دوپہر کے وقت جب لوگ چل چل کر تھک جائیں گے تو یہ آگ بھی ٹھہر جائیگی، لوگ کھانا وغیرہ کھا کر کچھ آرام کریں گے تو پھر یہ آگ انکے

پیچھے لگ جائیگی اور غروب تک انکے پیچھے لگی رہے گی، مغرب کے وقت ٹھہر جائے گی اور لوگ پھر رات کو آرام کریں گے، اگلی صبح پھر یہی حال ہوگا یہاں تک کہ یہ آگ لوگوں کو چلاتے چلاتے ملک شام میں پہنچا دیگی اسکے بعد غائب ہو جائیگی۔

اس علامت کو ابتدائی نشانیوں میں سے آخری اور آخری علامات کہ جنکے ظہور کے فوراً بعد قیامت قائم ہو جائیگی ان میں سے پہلی قرار دیا گیا ہے اس حدیث مبارک میں اسی اعتبار سے اسکو پہلی علامت ارشاد فرمایا ہے کیونکہ اسکے صرف تین چار سال بعد ہی قیامت کیلئے صور پھونک دیا جائیگا۔

(۲) جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا کونسا ہوگا؟

اسکے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "وہ مچھلی کی کلیجی کا اضافی ٹکڑا ہوگا" یہ لذت میں اپنی مثال آپ ہوگا۔

دوسری احادیث میں سب سے پہلے مشروب کا ذکر بھی آیا ہے کہ چشمۂ سلسبیل کا شراب طہور ہوگا۔

(۳) بچہ ماں یا باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

اسکے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجامعت کے وقت مرد وعورت میں سے جسکا مادہ منویہ پہلے خارج ہو بچے کی شکل وشباہت اسی کے تابع ہوتی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ماں باپ میں سے جسکا مادہ منویہ غالب یعنی زیادہ ہو بچے کی مشابہت اسکے ساتھ ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے حدیث بالا کا مطلب اسی دوسری حدیث کے مطابق بیان کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

تنبیہ:

اس حدیث مبارک میں جہاں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے تین سوالات کے جوابات موجود ہیں وہیں یہودیوں کی نفسیات اور انکی ذہنیت کو سمجھنے کیلئے بھی بہت کچھ موجود ہے۔

﴿٦﴾

بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا امتحان

(۱) کوڑھی (۲) گنجا (۳) نابینا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ ثَلَاثَةً فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ: اَبْرَصَ، وَاَقْرَعَ، وَاَعْمٰی بَدَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ، فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَكًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ: اَیُّ شَیْئٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ: فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ فَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ: اَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: الْاِبِلُ اَوْ قَالَ: الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِیْ ذَالِكَ اِنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ یُبَارَكُ لَكَ فِیْهَا وَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْئٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ قَالَ: فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ: یُبَارَكُ لَكَ فِیْهَا، وَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْئٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: یَرُدُّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ: فَمَسَحَهٗ فَرَدَّاللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ: فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْكَ؟ قَالَ: الْغَنَمُ فَاَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنْ اِبِلٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ غَنَمٍ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَ هَیْئَتِهٖ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِیْنٌ تَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ

فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْیَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِیْ اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ لَهُ: اِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِيْرَةٌ فَقَالَ لَهُ كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَ هَيْئَتِهٖ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰی مَا كُنْتَ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِیْ وَفَقِيْرًا فَقَدْ اَغْنَانِیْ فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ: اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰی صَاحِبَيْكَ۔

(صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث ابرص واعمٰی...، رقم ۳۲۰۵)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سےروایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے(۱) کوڑھی (۲) گنجا (۳) نابینا۔اللہ تعالی نے ان کو آزمانا چاہا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا وہ کوڑھی کے پاس آیا اور کہا تجھے کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟اس نے کہا اچھا رنگ اور اچھی جلد کہ لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں،اس فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی تکلیف جاتی رہی اور اس کو اچھی رنگت اور خوبصورت جلد عطا کردی گئی،پھر کہا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟اس

نے اونٹ کہا یا گائے، راوی کو اس میں شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے کس نے اونٹ کہا اور کس نے گائے۔ بہر حال اسے ایک دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتے نے یہ دعا دی کہ تیرے لئے اس میں برکت ہو۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور اسے کہا تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا خوبصورت بال اور مجھ سے یہ گنجا پن جاتا رہے کہ اس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن جاتا رہا اور اسے خوبصورت بال عطا کر دئے گئے۔ پھر اس نے کہا تجھے مال کونسا زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا گائیں تو اس نے اسے ایک گابھن گائے دے دیا اور کہا تیرے لئے اس میں برکت ہو۔ پھر نابینے کے پاس آیا اور کہا تجھے کونسی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اللہ میری بینائی واپس لوٹا دے جس کے ساتھ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ اس نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کو اس کی بینائی لوٹا دی۔ پھر اس نے پوچھا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں تو اس نے اسے ایک بچے والی بکری دیدی، پھر ان دونوں کے بھی بچے ہوئے اور اس کے بھی یہانتک کہ اس کے اونٹوں سے، اس کی گایوں سے اور اس کی بکریوں سے وادی بھر گئی، پھر وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس اسی شکل وصورت میں آیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں سفر میں میرا سامان ختم ہو گیا پس آج میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا مگر اللہ کی مدد سے اور پھر تیری مدد سے، جس ذات نے تجھ کو خوبصورت رنگ، حسین جلد اور مال عطا فرمایا اس کا واسطہ دے کر میں تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس پر سوار ہو کر میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں تو اس نے کہا مجھ پر لین دین بہت زیادہ ہے، تو فرشتے نے کہا تو وہی کوڑھی نہیں ہے کہ لوگ تجھ سے گھن کیا کرتے تھے اور تو فقیر نہ

تھا کہ پھر اللہ نے تجھ کو مال عطا کیا؟ تو اس نے کہا نہیں میں تو نسل درنسل سے اس مال کا مالک ہوں! تو فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔ پھر وہ گنجے کے پاس اسی شکل وصورت میں آیا اور اس کو بھی ویسا ہی کہا جیسا کہ اس کوڑھی کو کہا تھا اور اُس نے بھی وہی جواب دیا جو اِس نے دیا تھا تو اس نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔ اور پھر اسی شکل وصورت میں نابینے کے پاس آ گیا اور کہا میں ایک مسکین اور مسافر آدمی ہوں، سفر میں میرے تمام اسباب ختم ہو گئے پس آج میں اپنی منزل کو نہیں پہنچ سکتا مگر اللہ کی مدد سے اور پھر تیری مدد سے، جس ذات نے تجھ کو بینائی عطا فرمائی اس کا واسطہ دے کر میں تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کو کام میں لا کر میں اپنی منزل کو پہنچ سکتا ہوں، تو اس نے کہا واقعی میں نابینا تھا اللہ نے مجھے بینائی عطا فرمائی اور میں فقیر تھا اللہ نے مجھے غنی کیا پس تو جو چاہے لے جا اللہ کی قسم آج جو چیز بھی تو اللہ کے لئے لے گا مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوگی، تو اس فرشتے نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ، بے شک تمہاری آزمائش کی گئی ہے پس اللہ تجھ سے راضی ہوا ہے اور تیرے دونوں ساتھیوں سے ناراض۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں بنی اسرائیل کے تین شخصوں کی آزمائش کا ذکر ہے جن میں سے دو بدنصیب آزمائش میں ناکام ہوئے اور ایک خوش نصیب کامیاب ہوا وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) کوڑھی۔

یہ بدنصیب آزمائش میں ناکام ہوا۔

(۲) گنجا۔

یہ بھی بد نصیبی کا شکار ہوا۔

(۳) نابینا۔

یہ خوش نصیب ثابت ہوا کہ آزمائش میں بھی کامیاب ٹھہرا اور مال بھی کچھ کم نہیں ہوا۔

واقعہ کی تفصیل خود حدیث شریف میں مفصل طور پر موجود ہے اسلئے یہاں صرف ان فوائد کا ذکر کرتے ہیں جو اس حدیث شریف سے حاصل ہوتے ہیں۔

فوائد:

۱۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گذشتہ لوگوں کے واقعات عبرت اور نصیحت کے طور پر ذکر کئے جاسکتے ہیں اور اس میں غیبت کا پہلو نہیں نکلتا۔

۲۔ اللہ تعالی کی نعمتوں کی ناشکری نہیں کرنی چاہیئے اور انکی نسبت اپنی طرف نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر چیز کو اسی کی طرف سے سمجھ کر ہمیشہ اسکا شکر گزار رہنا چاہیے۔

۳۔ استطاعت کے ہوتے ہوئے صدقہ کے موقع پر بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔

۴۔ غرباء اور مسافروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا چاہیے اور حتی الوسع انکی مدد کرنا چاہیے۔

۵۔ جو اللہ انعام کر سکتا ہے وہی آزمائش میں بھی ڈال سکتا ہے بلکہ خود انعام کو بھی آزمائش ہی سمجھنا چاہیے۔

۶۔ جو خدا دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے اسلئے اسکی دی ہوئی چیز کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے والا بہت دھوکے کا شکار ہوتا ہے۔ وغیر ذالک۔

﴿۷﴾

تین شخصوں کیلئے دوہرا اجر

(۱) دونبیوں پر ایمان لانے والا (۲) اللہ اور اپنے آقا دونوں کا حق ادا کرنے والا غلام
(۳) باندی کو آزاد کر کے اس سے شادی کرنے والا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰی حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِیْهِ، وَرَجُلٌ کَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ۔ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ: اَعْطَیْنٰکَهَا بِغَیْرِ شَیْئٍ قَدْ کَانَ یُرْکَبُ فِیْمَا دُوْنَهَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ۔

(صحیح بخاری: کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ، رقم الحدیث ۹۵)

ترجمہ:

حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کیلئے دوہرا اجر ہے (۱) اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور محمدؐ پر بھی ایمان لایا (۲) مملوک غلام جب وہ اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کا حق بھی ادا کرے (۳) وہ شخص جس کے پاس لونڈی تھی اس نے اسکی بہت اچھی تربیت کی اور بہت اچھی تعلیم دی پھر اسکو آزاد کر کے اس سے شادی کر لی پس اسکے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔

پھر عامر شعبیؒ نے اپنے شاگرد سے فرمایا جا ہم نے تجھے یہ حدیث بغیر کسی مشقت کے دیدی ورنہ اس سے بھی معمولی حدیثوں کیلئے مدینہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین نیک بختوں کا ذکر ہے جنکو قیامت کے دن دوہرا اجر دیا جائے گا۔ وہ تین نیک بخت یہ ہیں۔

(۱) دو نبیوں پر ایمان لانے والا۔

یعنی پہلے دین موسوی یا عیسوی پر تھا جو اپنے زمانے میں دین برحق تھے پھر آنحضرت ﷺ کی نبوت کے ظہور کے بعد آپؐ پر ایمان لایا۔ چونکہ اس نے دو دینوں پر عمل کیا ہے حالانکہ اپنے سابقہ دین کو چھوڑنا کوئی آسان نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالی بھی اسکو ڈبل ثواب عطا فرمائیں گے، ایک ثواب پہلے دین برحق پر عمل کرنے کا، دوسرا دوسرے دین برحق پر عمل کرنے کا۔

(۲) اللہ تعالی اور مولیٰ کا حق ادا کرنے والا مملوک۔

مملوک جو ایک طرف اللہ کا بندہ ہے اور دوسری طرف آقا کا مملوک ہے، اس پر اللہ کا بھی حق ہے کہ وہ اسکا خالق اور حقیقی مالک ہے اور اپنے آقا کا بھی حق ہے کہ وہ اسکا مجازی مالک ہے، اور یہ دونوں کی پوری پوری رعایت کرتا ہے کہ اللہ کو عبادت کے ساتھ اور آقا کو خدمت کے ساتھ راضی رکھتا ہے اس ڈبل ڈیوٹی کی ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالی بھی اسکو ڈبل ثواب عطا فرمائینگے۔

سرکاری یا پرائیویٹ ملازم بھی اسی حکم میں ہیں کہ جہاں ان پر اپنے باس کا حق ہے وہیں ان پر اپنے خدا کا بھی حق ہے دونوں کے حقوق کی ادائیگی پر انکو بھی ان شاء اللہ دوہرا اجر ملے گا۔

(۳) باندی کو تعلیم دیکر آزاد کر کے اس سے شادی کرنے والا۔

یہ شخص بھی ڈبل نیکی کرنے والا ہے کہ لونڈی کو خدمت میں مصروف رکھنے کی بجائے اسکو تعلیم وتربیت کیلئے فارغ کرتا ہے جب وہ تعلیم وتعلم میں کمال حاصل کرلیتی ہے تو اسکو غلامی میں رکھنے

کی بجائے آزادی دیدیتا ہے اور پھر اسکے ساتھ مزید احسان یہ کرتا ہے کہ اسکو کمتر سمجھنے کی بجائے اس سے شادی کر کے اسکو گھر کی ملکہ و مالکہ بنا دیتا ہے تو یہ شخص بھی یقیناً دوہرے اجر کا مستحق ہے۔

حدیث کے آخر میں امام شعبیؒ اپنے شاگرد کو علم کی قدر کی ترغیب دیتے ہوئے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ لو اتنی کام کی حدیث مبارک تمہیں یہیں کوفہ میں مل گئی ہے ورنہ اس سے کم کیلئے بھی مدینہ الرسول کا سفر کرنا پڑتا تھا اسلئے اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہیں یہ نعمت عظمیٰ سفر کی مشقت برداشت کئے بغیر مل جاتی ہے۔

واقعی علم کے میدان میں ہمیں کئی ایسی شخصیات ملتی ہیں جنہوں نے ایک ایک حدیث کیلئے سینکڑوں میلوں کا پیدل سفر کیا ہے شکر اللہ مساعیھم۔

﴿۸﴾

تین آدمیوں کے علاوہ کسی کا خون حلال نہیں

(۱) قاتل (۲) شادی شدہ زانی (۳) مرتد

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّيْنِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ۔

(صحیح بخاری: کتاب الدیات، باب قول اللہ ان النفس بالنفس ،رقم ۶۳۷۰)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہو مگر تین صورتوں میں (۱) جان کے بدلے جان لے (۲) شادی شدہ زنا کار (۳) جماعت کو چھوڑ کر دین سے نکل جانے والا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں خون ناحق سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ صرف تین آدمیوں کا خون حلال ہے انکے علاوہ کسی اور کا خون حلال نہیں۔ وہ تین آدمی یہ ہیں۔

(۱) قاتل

جس نے جان بوجھ کر کسی کو آلۂ قتل سے ناحق قتل کیا ہو اسکو بھی قصاصاً قتل کیا جاتا ہے

ارشاد خداوندی ہے:

یا ایھا الذین ا منوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ (البقرہ:۱۷۸) کہ اے ایمان والو! تم پر مقتولین کیلئے قصاص فرض کیا گیا ہے۔ہاں البتہ ورثاء معاف کردیں تو پھر شریعت بھی اسکو چھوڑ دیتی ہے ارشاد باری تعالی ہے:

فمن عفی له من اخیه شیئی فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذالك تخفیف من ربکم ورحمة (البقرہ:۱۷۸) کہ جس (قاتل) کو اپنے بھائی یعنی مقتول کے وارث کیطرف سے کچھ (لیکر قصاص سے) معافی دیدی جائے تو باقی بھی اس نیکی میں اسکا اتباع کریں اور یہ اچھے طریقے سے اسکو ادائیگی کردیں یہ تمہارے رب کیطرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (البقرہ:۱۷۹) کہ اے عقلمندو تمہارے لئے حکم قصاص میں زندگی کی ضمانت ہے۔

ظاہر ہے کہ کسی بے گناہ آدمی کو درندگی کیساتھ موت کے گھاٹ اتار دینے والے کو اگر کوئی سزا نہ دی جائے اور اسکو اسی جیسے انجام سے دوچار نہ کیا جائے تو وہ اس جرم پر مزید دلیر ہو جائیگا اور کئی لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی اور اگر اسکو قصاصاً قتل کر دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اسکے شر سے لوگ محفوظ ہو جائیں گے بلکہ اس جیسی ذہنیت رکھنے والے دیگر جرائم پیشہ لوگوں کو بھی عبرت ہو جائیگی۔

یہ قاتل کی دنیوی سزا ہے باقی رہی اخروی سزا تو وہ اسکے علاوہ ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاء ہ جهنم خالدا فیها وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما (النساء:۹۳) کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اسکی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا اس پر غضب ہوگا اور اسکی پھٹکار ہوگی اور اس نے اسکے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) شادی شدہ زانی۔

زنا بہر حال حرام ہے لیکن شادی کے بعد بہت بڑا جرم ہے کیونکہ اب اسکے پاس گناہ سے بچاؤ کا ذریعہ اور وسیلہ موجود ہے اسلئے عام زانی کی سزا سو کوڑے ہے اور شادی شدہ کی سزا موت ہے اور وہ بھی سنگساری کیساتھ جو قتل کی سخت اذیتناک صورت ہے تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں اور عصمتیں اور عزتیں تار تار ہونے سے محفوظ رہیں۔

(۳) مرتد۔

عام کفار کو کفر پر رہنے کی اجازت ہے انکو اسلام پر مجبور نہیں کیا جاتا لا اکراہ فی الدین (البقرہ:۲۵۶) کہ دین میں کوئی جبر نہیں لیکن اسلام کے چشمۂ صافی سے آب زلول نوش کر لینے کے بعد بھی کوئی بد بخت اس سے منحرف ہو تو اسکو زندہ رہنے کی اجازت نہیں اسکو تین دن تک مہلت دی جائیگی اور اسکے شکوک وشبھات کو دور کرنے کی کوشش کی جائیگی اگر وہ راہ راست پر آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ اسکا سر قلم کر دیا جائیگا۔

واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی دیگر نصوص سے ان تین کے علاوہ بھی کئی مواقع میں قتل کی اجازت ثابت ہے تاہم یہ حتمی ہے کہ ان تمام مواقع میں سزا پر عملدرامد کا اختیار صرف حکومت کو ہے حکومت کی اجازت کے بغیر کسی فرد یا ادارے کو اس پر عملدرامد کی اجازت نہیں ہے۔

﴿۹﴾

تین شخصوں کے خلاف اللہ تعالیٰ خود مدعی ہوگا

(۱) امان دے کر غداری کرنے والا (۲) آزاد آدمی کو بیچ کر رقم کھانے والا
(۳) مزدور کی اجرت نہ دینے والا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: ثَلٰثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ وَلَمْ یُعْطِ اَجْرَهٗ۔

(صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، رقم الحدیث ۲۰۷۵)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت کے دن تین شخصوں کے خلاف میں خود مدعی ہوں گا (۱) وہ شخص جس نے میرے نام پر پناہ دی پھر بدعہدی کی (۲) وہ شخص جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر اسکا پیسہ کھایا (۳) وہ شخص جس نے اجرت پر مزدور لیا پھر اس سے کام پورا لیا اور اسکو اجرت نہ دی۔

تشریح:

جس طرح کسی اہم واقعہ میں سپریم کورٹ از خود نوٹس لیکر خود مدعی بن جاتی ہے اسی طرح ان تین شخصوں کے خلاف بھی اللہ تعالیٰ خود مدعی بن جائے گا اور جسکے خلاف خود اللہ ہو جائے اسکو بچانے والا پھر کون ہے؟۔

وہ تین بدنصیب یہ ہیں۔

(۱) امان دے کر غداری کرنے والا۔

حالت جنگ میں امان دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دشمن کو کہا جائے کہ تم ہماری ضمانت پر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو تمہیں قتل نہیں کیا جائیگا۔ اب جب وہ انکے عہد و پیاں پر یقین کر کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دے تو وہ اسکو قتل کر دیں تو یہ غداری ہے اور بہت بڑا جرم ہے کہ اسکو بے یار و مددگار جان کر دھوکے کیساتھ قتل کر دیا گیا۔ تو اس پر اللہ تعالی کی عدالت عظمیٰ از خود نوٹس لیکر خود مدعی بن جائے گی۔ پھر ایسے لوگوں کی ہلاکت میں کیا تردد ہے؟

(۲) آزاد آدمی کو بیچ کر پیسے کمانے والا۔

جس زمانے میں غلام ہوتے تھے تو عام جانوروں کیطرح انکی خرید و فروخت ہوتی تھی اور غلام بھی دیکھنے میں آزاد آدمی کی طرح ہی ہوتا ہے تو کئی ظالم و جابر اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر آزاد لوگوں کو پکڑ کر اپنا غلام ظاہر کر کے بیچ دیتے تھے اور اس طرح ناجائز لاکھوں کما لیتے تھے جیسا کہ اب بھی بعض جگہ آزاد لوگوں کو اغواء کر کے خرکاروں کو بیچ دیا جاتا ہے جو زندگی بھر انکا خون چوستے ہیں یہ لوگ بھی براہ راست اللہ تعالی کے مدعیٰ علیہ ہونگے اور اللہ تعالی خود انکے خلاف مدعی ہوگا تو انکی ہلاکت بھی یقینی ہے۔

(۳) مزدور کو اجرت نہ دینے والا۔

جو کسی معین اجرت پر دن بھر یا کم و بیش کسی سے خدمت لے اور جب اجرت دینے کا وقت آئے تو حیلے بہانے کر کے یا صاف مکرتے ہوئے اجرت دینے سے انکاری ہو جائے تو یہ بھی اس غریب مزدور کا ناحق خون چوسنے والا ہے اسلئے اللہ تعالی کے انصاف سے بچ نہیں سکے گا اور بچ بھی کیسے سکتا ہے کہ اللہ تعالی اسکے خلاف مدعی ہوگا۔

﴿۱۰﴾

اللہ تعالی کے تین مبغوض ترین شخص

(۱) حرم میں بے دینی کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلیت کے طریقے تلاش کرنے والا (۳) ناحق کسی کے خون کا پیاسا

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ: مُلْحِدٌ فِى الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَهٗ۔

(صحیح بخاری: کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، رقم ۶۳۷۴)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں (۱) حرم میں بے دینی کرنے والا (۲) اسلام میں جاہلیت کے طریقے تلاش کرنے والا (۳) ناحق کسی آدمی کے خون کا پیاسا تا کہ اسکا خون کرے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین بدبختوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالی کو سب سے زیادہ مبغوض ہیں وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) حرم میں بے دینی کرنے والا۔

حرم مسجد حرام اور اسکے اردگرد کے مخصوص علاقے کا نام ہے جسکو اللہ تعالی نے احترام کی جگہ

بنایا ہے۔ الحادو بے دینی چاہے جس قبیل سے ہو ہر جگہ حرام ہے چاہے حرم میں ہو چاہے غیر حرم میں، لیکن حرم میں اسکی حرمت دو چند ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں نیکی کا ثواب کئی گنا ملتا ہے اسی طرح گناہ کا عذاب بھی کئی گنا ہو کر ملتا ہے، اسلئے کہ وہ دین کا مرکز ہے، وحی کا مھبط ہے، ایمان و اسلام کا منبع ہے، ۔اگر کوئی آدمی شرک، قتل و غارت گری یا کسی بھی قسم کی بے دینی کرنا چاہتا ہے تو اسے کم از کم اس مرکز دین و ایمان کو تو معاف رکھنا چاہیے کیونکہ اگر یہاں مرکز دین میں بھی بے دینی ہو تو پھر دین کو تلاش کہاں سے کیا جائیگا؟۔ ارشاد باری تعالی ہے:

من یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم (الحج:۲۵) کہ جو بھی حرم میں ظلم کیساتھ بے دینی کا ارادہ کرے گا ہم اسکو دردناک عذاب چکھائیں گے۔

(۲) اسلام میں جاہلیت کے طریقے تلاش کرنے والا۔

اسلام جاہلیت کے ظالمانہ و غیر منصفانہ طور طریقوں کو مٹانے کیلئے آیا ہے، اب کوئی شخص اسلام بھی قبول کرتا ہے پھر اس میں جاہلیت کی جاہلانہ رسموں کو بھی گھسیڑنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ درحقیقت اسلام کی شکل مسخ کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کو قبول نہ کرنا بھی بغض و نفرت کا باعث ہے لیکن اسکی شکل کو مسخ کرنے کی کوشش کرنا تو بہت ہی زیادہ بغض و غضب کا باعث ہے۔

(۳) ناحق کسی کے خون کا پیاسا۔

انسانی خون اللہ کے ہاں بہت قابل قدر ہے، ناحق خون بہانا بہت بڑا جرم ہے، جو ناحق کسی کے خون کا پیاسا ہے بظاہر اسکے عمل سے یہ تأثر ملتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی اس تخلیق پر راضی نہیں اور اسکا خیال یہ ہے کہ اللہ کو اسے پیدا نہیں کرنا چاہیے تھا اور اب جبکہ پیدا کر دیا ہے تو اسکو جینے کا حق دینا غلط ہے لہذا میں اسکو ختم کر کے رہونگا، تو ظاہر ہے کہ یہ چیز اللہ تعالی کیلئے کتنی زیادہ بغض و نفرت کا باعث ہوگی۔

﴿۱۱﴾

طبعی عمر سے پہلے بولنے والے تین بچے

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲) حضرت جریج کی صفائی دینے والا بچہ

(۳) بنی اسرائیل کا ایک گمنام بچہ

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلٰثَةٌ: عِیْسٰی، وَکَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ جُرَیْجٌ کَانَ یُصَلِّیْ جَاءَتْ اُمُّهٗ فَدَعَتْهُ فَقَالَ اُجِیْبُهَا اَوْ اُصَلِّیْ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰی تُرِیَهٗ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ وَکَانَ جُرَیْجٌ فِیْ صَوْمَعَتِهٖ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَاَةٌ وَکَلَّمَتْهُ فَاَبٰی فَاَتَتْ رَاعِیًا فَاَمْکَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ مِنْ جُرَیْجٍ فَاَتَوْهُ فَکَسَرُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَاَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰی ثُمَّ اَتَی الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ اَبُوْكَ یَا غُلَامُ؟ قَالَ اَلرَّاعِیْ قَالُوْا نَبْنِیْ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: لَا اِلَّا مِنْ طِیْنٍ، وَکَانَتْ اِمْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاکِبٌ ذُوْ شَارَةٍ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَهٗ فَتَرَكَ ثَدْیَهَا وَاَقْبَلَ عَلَی الرَّاکِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْیِهَا یَمَصُّهٗ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمَصُّ اِصْبَعَهٗ ثُمَّ مُرَّ بِاَمَةٍ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَ هٰذِهٖ فَتَرَكَ ثَدْیَهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا فَقَالَتْ: لِمَ ذَاكَ؟ فَقَالَ: اَلرَّاکِبُ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ، وَهٰذِهِ الْاَمَةُ یَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ، زَنَیْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ۔

(صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء ، باب قول اللہ: واذکر فی الکتاب

مریم، رقم الحدیث ۳۱۸۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین لڑکوں کے علاوہ گہوارے کے اندر اور کسی نے کلام نہیں کیا (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲) بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا وہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی ماں نے اسے آواز دی تو اس نے سوچا میں اس کو جواب دوں یا نماز جاری رکھوں تو اس نے کہا اے اللہ اس کو موت نہ دے جب تک اس کو رنڈیوں کے منہ نہ دکھادے ایک روز جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا کہ ایک عورت اس کے پاس آئی اور اس سے بدکاری کی بات کی اس نے انکار کیا تو اس عورت نے جا کر ایک چرواہے کو اپنے نفس پر قابو دیا اور اس سے اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس نے یہ کہا کہ یہ لڑکا جریج سے ہے لوگ جریج کے پاس آئے، اس کے عبادت خانے کو مسمار کر دیا، اسے نیچے اتارا اور گالیاں دیں تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر اس بچے کے پاس آ کر پوچھا اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ لڑکا بولا فلاں چرواہا لوگ (یہ صداقت دیکھ کر) کہنے لگے ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں اس نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں پہلے کی طرح صرف مٹی کا بنا دو۔ (۳) بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی اتفاقاً ادھر سے ایک سوار زردوزی کے کپڑے پہنے نکلا عورت نے کہا الٰہی میرے بچے کو اس کی طرح کردے بچہ نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر سوار کی طرف رخ کر کے کہا الٰہی مجھے ایسا نہ کرنا یہ کہہ کر پھر دودھ پینے لگا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گویا میں نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی انگلی کو چوس رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد ادھر سے لوگ ایک باندی کو لے گزرے (جس کو

راستے میں مارتے جارہے تھے) عورت نے کہاالٰہی میرے بچہ کوایسا نہ کرنا بچہ نے فوراًدودھ پینا چھوڑ کر کہاالٰہی مجھے ایسا ہی کرنا ماں نے بچہ سے کہا تو نے یہ خواہش کیوں کی؟ بچہ نے جواب دیا وہ سوار ظالم تھا(اس لیے میں نے ویسا نہ ہونے کی دعا کی) اوراس باندی کولوگ کہتے ہیں کہ تو نے زنا کیااور چوری کی ہے حالانکہ اس نے یہ کام نہیں کیے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تینوں بچوں کاذکر ہے جنہوں نے بولنے کی طبعی عمر سے پہلے اس وقت کلام کیا جب وہ ابھی ماں کی گود میں چند دن کے بچے تھے۔وہ تین بچے یہ ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

انکا قصہ سورۃ مریم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے مختصراً یہ کہ حضرت مریمؑ کنواری تھیں اور اسی حالت میں اللہ تعالی نے انکوعیسیٰ علیہ السلام عطا فرمائے ،لوگوں نے حضرت مریمؑ کوکوسنا شروع کیا تو اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو جوابھی دوتین دن کے بچے تھے بولنے کی قدرت عطا فرمائی اوروہ یوں گویا ہوئے قال انی عبدالله اتا نی الکتب و جعلنی نبیاً (مریم:۳۰) کہ"میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے بابرکت بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اوراس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اوراپنی ماں کا فرمانبردار بنایا ہے اور مجھے ظالم اور بد بخت نہیں بنایااور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوااور جس دن مجھے موت آئے گی اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا"

(۲) حضرت جریج سے بولنے والا بچہ۔

بنی اسرائیل میں جریج نامی ایک بزرگ تھے جوراہبانہ زندگی گزارتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول رہتے تھےایک دن وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں انکی والدہ نے آکر انکوآواز دی یہ پریشان ہوئے کہ ماں کو جواب دیتا ہوں تو نماز ٹوٹتی ہے اور نماز توڑتا ہوں تو اللہ تعالی سے

رابطہ ٹوٹتا ہے بالآخر فیصلہ یہ کیا کہ نماز کو جاری رکھوں اسی طرح ماں نے تھوڑے وقفہ سے کئی مرتبہ آواز دی اور انکا معاملہ یہی رہا یہاں تک کہ جب بہت دیر ہوگئی تو ماں نے تنگ آکر انکو ایک بد دعا دی اور واپس ہوگئی ۔ بد دعا یہ دی کہ اے اللہ تو اسکو اسوقت تک موت نہ دے جب تک تو اسکو بدکار عورتوں کے منہ نہ دکھادے ۔اللہ تعالی نے اسکی بد دعا کو قبول فرمالیا اور جریج کیلئے آزمائش مقدر ہوگئی ایک بدکار عورت نے انکو گناہ کیطرف مائل کرنے کی کوشش کی لیکن یہ اللہ کے فضل سے محفوظ رہے پھر اس نے ایک چرواہے کو گناہ کی دعوت دی اور اس نے اسکے ساتھ منہ کالا کرلیا کچھ عرصے بعد چرواہا مر گیا اور اس بدکار عورت کا بچہ پیدا ہوگیا لوگوں نے اسکو لعن طعن کیا اور پوچھا کہ یہ کس کی ناجائز اولاد ہے؟ تو اس عورت نے اسی بزرگ حضرت جریج کا نام لے دیا لوگ یہ سن کر سخت طیش میں آگئے کہ ہم تو اسے ولی اور بزرگ سمجھتے تھے اور یہ ایسا بدکار نکلا انہوں نے غصے میں پوری تحقیق بھی نہ کی اور جاکر اسکے عبادت خانے کو مسمار کردیا اور اسکو مارا پیٹا، سب وشتم کیا اور اس بدکار عورت کے ساتھ باندھ کر بازار میں سے گھماتے ہوئے قحبہ خانہ کے پاس لے گئے جہاں طوائفیں انکے نظارے کیلئے باہر نکلی ہوئی تھیں عجیب بات ہے کہ یہاں آکران بزرگ کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار دیکھے گئے ۔اسکے بعد حاکم شہر نے انکی پھانسی کا آرڈر جاری کردیا۔انہوں نے اپنی صفائیاں دینے کی پوری کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بالاخر انہوں نے ان سے ایک مہلت مانگی کہ مجھے وضو کرکے دو نفل پڑھنے کی اجازت دی جائے انہوں نے آخری خواہش پوری کرتے ہوئے اسکی اجازت دیدی انہوں نے وضو کیا نماز پڑھی اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگی ۔اسکے بعد اس عورت کے بچے کے پاس آئے جوابھی چند دنوں کا تھا اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور پوچھا اے بچے بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو اس بچے نے جواب دیا فلاں چرواہا۔ جب لوگوں نے اس معاملے کو دیکھا تو پریشان ہوئے اور معافی کیلئے انکے قدموں میں گر گئے اور گذشتہ کی تلافی کیلئے انکا عبادت خانہ سونے چاندی کا بنا کر دینے کا کہا لیکن حضرت جریج نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا جیسے پہلے مٹی گارے کا بنا ہوا تھا اسی طرح کا دوبارہ بنادو میں تم سے راضی ہوں۔

بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ جس وقت آپکو قحبہ خانہ کے پاس لے جایا گیا اسوقت آپکی مسکراہٹ سمجھ سے بالاتر تھی اسکی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اسوقت یہ سمجھ گیا تھا کہ مجھ پر یہ

آزمائش کیوں آئی ؟ پھر اسکی تفصیل بتلائی کہ میری والدہ نے نماز میں انکو جواب نہ دینے کی وجہ سے مجھے یہ بددعا دی تھی کہ اے اللہ تو اسکو اسوقت تک موت نہ دے جب تک تو اسکو بدکار عورتوں کے چہرے نہ دکھادے وہاں جب میں نے فاحشہ عورتوں کو نکلا ہوا دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ میری ماں کی بددعا مجھے لگ گئی ہے۔

لیکن چونکہ میں اس گناہ سے پاک تھا جسکا مجھ پر الزام لگایا گیا تھا اسلئے مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالی ضرور میری برأت کردے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

(۳) ایک گمنام بچہ۔

بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے کمسن بچے کو سینے سے لگائے دودھ پلا رہی تھی کہ اتنے میں ایک شان وشوکت والا شہسوار اسکے سامنے سے گزرا تو بے ساختہ اس عورت کے منہ سے یہ دعا نکلی یا اللہ میرے بچے کو بھی ایسا ہی بنانا، یہ دعا سنتے ہی بچے نے اپنی ماں کا پستان چھوڑا اور فوراً بولا یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا، اور پھر دودھ پینے لگ گیا۔ پھر اسکے سامنے سے ایک لونڈی گزری اسکی خستہ حالت اور زبوں حالی کو دیکھ کر ماں نے پھر اپنے بچے کیلئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ میرے بچے کو ایسا نہ بنانا۔ تو پھر اس بچے نے فوراً پستان کو چھوڑ کر کہا یا اللہ مجھے ایسا ہی بنانا۔ تو ماں سے نہ رہا گیا اس نے پوچھا کہ ایسا کیوں؟ تو اس نے جواب دیا جو شان وشوکت والا شہسوار گزرا تھا وہ ظالم وجابر شخص تھا جو دنیا میں عزت والا تھا لیکن اللہ کے ہاں مبغوض تھا اور یہ لونڈی ایسی ہے کہ اس پر دنیا کے لوگ چوری اور زنا وغیرہ کی تہمتیں لگاتے ہیں لیکن وہ ان گناہوں سے پاک ہے اور اللہ کی محبوبہ ہے۔

فوائد۔

اس حدیث مبارک سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً

۱۔ کہ ماں کا حق بہت زیادہ ہے اور اسکی بددعا سے اپنے آپکو حتی الوسع بچانا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالی کبھی اپنے پیاروں پر آزمائش بھیجتا ہے جو اصل میں انکے درجات کی بلندی کیلئے ہوتی ہے پھر انکو مطلوبہ درجہ تک پہنچا کر آزمائش سے نکالتا بھی ہے۔

۳۔ مشکلات میں نماز اور دعا کا سہارا لینا خوش بختی کی علامت ہے اس سے اللہ تعالی مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

۴۔ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔

۵۔ یہ کرامات کبھی انکی خواہش کے بغیر اور کبھی انکی خواہش پر وجود میں آتی ہیں۔

۶۔ آدمی اچھا ہو اور لوگ اسکو برا کہیں یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگ اسکو اچھا کہیں اور وہ برا ہو۔ وغیر ذالک۔

فائدہ:

مختلف احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بولنے کی عمر سے پہلے بولنے والے بچوں کی تعداد کم وبیش گیارہ ہے، اس حدیث میں مذکور تینوں بچوں کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔

مسئلہ:

نماز کے دوران ماں باپ میں سے کوئی بلائے یا آواز دے تو اگر فرض نماز ہے تو اللہ تعالی کے حق کو مقدم رکھتے ہوئے نماز نہ توڑے البتہ نماز جلدی سے مکمل کرے اور پھر انکی بات سنے اور اگر نفل پڑھ رہا ہے اور ماں باپ کو بھی علم ہے کہ بچہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی وہ بلاتے ہیں تو اب بھی اللہ کے حق کو مقدم سمجھتے ہوئے نہ توڑے البتہ حتی الوسع نماز کو مختصر کرے اور جلدی سلام پھیر کر انکی آواز کا جواب دے۔ اور اگر یہ نفل پڑھ رہا ہے اور انکو اسکا علم نہیں ہے اور وہ آواز دیتے ہیں تو اب انکا حق مقدم ہے نماز توڑ کر انکو جواب دے بعد میں نوافل کی قضا کرے۔

﴿۱۲﴾

تین چیزوں میں نحوست کا ظہور

(۱) سواری (۲) عورت (۳) گھر

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّمَا الشُّوْمُ فِیْ ثَلٰثَةٍ: فِی الْفَرَسِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالدَّارِ۔

(صحیح بخاری: کتاب الجهاد، باب مایذکر من شوم الفرس، رقم الحدیث ۲۶۴۶)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے (۱) گھوڑے میں (۲) عورت میں (۳) گھر میں۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسی چیزیں مذکور ہوئی ہیں جن میں کبھی کبھار نحوست پائی جاتی ہے۔ سو اگر کسی پر یہ واضح ہو جائے تو وہ ان سے اجتناب کرے تا کہ متوقع نقصان سے بچ سکے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) سواری۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض سواریاں مسلسل اپنے مالک اور سواروں کی ہلاکت ونقصان کا باعث بنتی ہیں کبھی کہیں ایکسیڈنٹ کبھی کہیں حادثہ۔ یہ اللہ تعالی کیطرف سے آزمائش کا حصہ ہے کہ جو

بھی ایسی سواری پر سوار ہوگا دنیوی نقصان اٹھائیگا لیکن آخرت میں اسکا اجر وثواب پائیگا۔ اگر کوئی ایسی سواری معلوم ہوتو اس سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئے تا کہ دنیوی نقصان سے محفوظ رہے۔

بعض حضرات نے اسکا مطلب یہ لیا ہے کہ سواری کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو، فرمانبردار نہ ہواور نیکی کے کام میں استعمال نہ ہو۔

(۲) عورت۔

بعض مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی عورت ایسی بدنصیب ثابت ہوتی ہے کہ جو بھی اسکا شوہر بنتا ہے قبر میں جا پہنچتا ہے۔ بعض عورتیں جس گھر میں بھی جاتی ہیں اس گھر کا ڈھڑن تختہ ہو جاتا ہے۔ یہ چیز بھی اللہ تعالی کیطرف سے بطور آزمائش ہوتی ہے جسکی حکمتوں کو وہ خود بہتر جانتا ہے۔

بعض نے اسکا مطلب یہ لیا ہے کہ جو عورت بچوں سے محروم ہو، اخلاق سے عاری ہو، شوہر کے ناک میں دم کر کے رکھتی ہو وہ عورت خاوند کے حق میں منحوس ہوتی ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے اپنی گلستان میں اپنی ایک حکایت لکھی ہے کہ

ایک زمانے میں انگریز نے انکو قید کر کے طرابلس میں مشقت کے کام پر لگا دیا تھا حلب کے ایک رئیس نے انکو اس حالت میں دیکھا تو پریشان ہوا کہ اتنا بڑا دانشور اور اس قدر مظلومیت کا شکار؟ اس نے دس دینار میں شیخ سعدیؒ کو انکی قید سے چھڑالیا اور اپنے ساتھ حلب لے گیا وہاں جا کر اپنی ایک بیٹی کیساتھ سو دینار حق مہر کے عوض انکا نکاح کر دیا وہ عورت انتہائی جھگڑالو اور زبان دراز تھی اس نے دانائے شیراز کا جینا اجیرن کر دیا۔

ایک مرتبہ شیخ کو انکی حیثیت یاد دلاتے ہوئے بولی جناب! آپ وہی تو ہیں جسکو میرے والد نے دس دینار میں خریدا شیخ سعدیؒ نے بھی ترت جواب دیا جی ہاں! میں وہی بدنصیب ہوں جسکو آپ کے والد گرامی قدر نے دس دینار میں خریدا اور سو دینار میں آپکے ہاتھ بیچ دیا۔ اسی موقع پر شیخ نے ایسی عورت کو عذاب دوزخ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

زنِ بد درسرائے مردِ نکو　　ہم دریں عالم است دوزخِ او

زینہار از قرین بد زینہار　　وقنا ربنا عذاب النار

کہ اچھے آدمی کے گھر میں بری عورت اسی جہان میں اسکے لئے دوزخ ہے
پناہ برے ساتھی سے خدا کی پناہ اے پروردگار ہمیں "دوزخ کے عذاب" سے بچا

(۳) گھر۔

اسی طرح بعض گھر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جو بھی ان میں رہائش رکھتا ہے نیچے اترتا چلا جاتا ہے، خوشیاں قصہ پارینہ بن جاتی ہیں، بے وقت اموات، آئے دن مصیبتیں اور غموں کی باراتیں اسکا مقدر بن جاتی ہیں تو اگر ایسا کوئی گھر ہو تو اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے تاکہ متوقع مصیبت سے محفوظ رہے جیسا کہ ایک صحیح حدیث شریف میں آیا ہے۔

قال رجل: یارسول الله ! انا کنا فی دار کثیر فیها عهدنا و اموالنا فتحولنا الی دار اخری فقل فیها عددنا وقلت فیها اموالنا فقال رسول ﷺ ذر وها ذمیمة۔

(ابوداود، کتاب الطب، باب فی الطیر ة، رقم ۳۹۲۳)

کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ہم پہلے ایک گھر میں تھے اس میں ہمارے افراد و اموال بہت تھے پھر ہم ایک گھر میں منتقل ہوئے تو افراد بھی (اموات سے) کم ہو گئے اور اموال بھی (ہلاکت سے) کم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس گھر کو چھوڑ دو یہ برا گھر ہے۔

نفحۃ العرب مؤلفہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ شیخ الادب دارالعلوم دیو بند میں شؤم الدار یعنی "گھر کی نحوست" کے عنوان سے ایک خوفناک اور عبرتناک تاریخی واقعہ مذکور ہے جس کو امام سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں ثعالبی سے نقل کیا ہے کہ عبدالملک بن عمیر کوفی کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں قصر امارۃ یعنی "ایوان صدر" میں اپنے وقت کے بادشاہ عبدالملک بن مروان کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت زبیر بن العوامؓ کے صاحبزادے حضرت مصعب بن زبیرؓ کا تن سے جدا سر اسکی مجلس میں لایا گیا جسکو دیکھ کر میں بہت گھبرا گیا تو عبدالملک بن مروان نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا بادشاہ سلامت! اللہ آپکو اپنی پناہ میں رکھے بات یہ ہے کہ میں اسی محل کے اسی مکان میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس تھا کہ یہاں حضرت حسین بن علیؓ کا سر لایا گیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اسی جگہ مختار ثقفی کے ہمراہ تھا کہ اسکے سامنے عبیداللہ بن زیاد کا سر پڑا ہوا تھا، پھر یہیں مصعب بن زبیر کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اسکے سامنے مختار ثقفی کا

کٹا ہوا سر پیش کیا گیا اور اب میں آپکے ساتھ بیٹھا ہوں تو مصعب کا سر آپکے سامنے پڑا ہے تو عبدالملک فوراً اس مکان سے اٹھ گیا اور اسکو گرا دینے کا حکم دیا کیونکہ سمجھ گیا تھا کہ اس ترتیب کے مطابق اب اگلا نمبر میرا ہے۔

واضح رہے کہ مکان میں اس قسم کی تاثیر اسکی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالی کے رکھنے سے ہوتی ہے کسی بھی جگہ کو ذاتی طور پر نہ کوئی شرف حاصل ہے اور نہ ہی نحوست، اللہ تعالی ہر چیز اور ہر جگہ کا خالق و مالک ہے وہ جس جگہ جو چاہے رکھ دے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، اور اس میں بھی دراصل رہنے والوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔

بعض اہل علم نے اسکا مطلب یہ لیا ہے کہ مکان کی نحوست یہ ہے کہ وہ گنجائش سے تنگ ہو، اسکے پڑوسی ناموافق ہوں، ضروریات پوری نہ ہوں اور سہولیات ناپید ہوں۔ واللہ اعلم۔

فائدہ:

ان تینوں چیزوں میں نحوست اللہ تعالی کے رکھنے ہی سے آتی ہے اور اسکا کسی کو علم نہیں ہے کہ کس میں نحوست ہے اور کس میں نہیں؟ تو اسکا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو اختیار کرتے وقت اللہ تعالی سے اسکی خیر کا طلب گار ہو اور اسکے شر سے بچنے کا خواستگار ہو۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی سواری خریدے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ ۔ (ابوداود: کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، رقم ۱۸۴۵)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اسکی خیر اور اسکی فطرت کی خیر کا، اور میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں اسکے شر سے اور اسکی فطرت کے شر سے۔

پھر بھی اگر اسکی نحوست ظاہر ہو تو اس سے علیحدہ ہو جائے یا اسکو اپنے سے جدا کر دے لیکن خواہ مخواہ اس خوف میں مبتلا نہ رہے کہ کہیں یہ چیز منحوس نہ ہو اور عامل نما ٹھگ بازوں سے حساب نہ کراتا پھرے بلکہ اللہ پر توکل سے کام لے اور اچھا گمان رکھے اور یہ یقین رکھے کہ اسکے بارے میں جو علم مجھے مطلوب ہے اسکا یقینی علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

تکملہ:

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ نحوست صرف انہی تین چیزوں میں منحصر نہیں اور چیزوں میں بھی ہوسکتی ہے۔انہوں نے اپنی تائید میں وہ حدیث پیش کی ہے جس میں ان تین چیزوں کیساتھ ایک چوتھی چیز تلوار یعنی ہتھیار کا بھی ذکر ہے۔ان حضرات کے مطابق اس حدیث مبارک میں ان تین چیزوں میں حصر اس اعتبار سے ہے کہ ان تین چیزوں کی نوعیت بہت زیادہ تکلیف دہ اور طویل تر ہے کیونکہ مکان، بیوی اور سواری کیساتھ ہر وقت کا ساتھ ہوتا ہے۔نیز انکو تبدیل کرنے میں بہت دقت و دشواری بھی ہے۔

واللہ اعلم بحقیقة الحال والیہ المرجع والمال ۔

﴿۱۳﴾

تین چیزوں میں شفاء

(۱) سینگی لگوانے میں (۲) شہد میں (۳) داغ دینے میں

حدیث:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلٰثَةٍ: فِیْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ،اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، اَوْ کَیَّةٍ بِنَارٍ،وَاَنَا اَنْهٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ۔

(صحیح بخاری: کتاب الطب، باب الشفاء فی الثلث ،رقم الحدیث ۵۲۴۹)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شفاء تین چیزوں میں ہے (۱) سینگی کے نشتر میں (۲) شہد کے گھونٹ میں (۳) آگ کے ساتھ داغنے میں، اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں علاج کی تین بڑی اقسام بتلائی گئی ہیں۔ جوامراض اخلاط اربعہ یعنی خون، سوداء، صفراء اور بلغم کی زیادتی کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں ان میں سے خلط خون سے متعلقہ امراض کا علاج خون کے اخراج کے ساتھ ممکن ہے اور اخراج خون کا کوئی بھی طریقہ ہو وہ اسمیں نافع ہے چونکہ عرب اس مقصد کیلئے زیادہ تر پچھنے لگوانے کا طریقہ استعمال کرتے تھے اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکوذکر فرمایا ورنہ اصل مقصد اخراج خون ہے چاہے جس ذریعے سے ہو۔

اور باقی تین اخلاط یعنی سوداء، صفراء اور بلغم کی زیادتی کا علاج بطریق اسہال ممکن ہے اور اس مقصد کیلئے شہد سے بڑھ کر کوئی چیز نافع نہیں ہے اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی تین کیلئے اسکا ذکر فرمایا تو ان چاروں خلطوں کا علاج ان دو چیزوں سے مکمل ہو گیا۔

باقی رہا داغ دینا تو یہ طریق علاج کسی خلط کے باغی اور منہ زور ہو جانے پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جب کوئی خلط کسی جگہ کسی طور پر قابو میں نہ آرہی ہو تو پھر داغ دیکر اسکو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

پہلے دو یعنی پچھنے لگوانا اور شہد کا استعمال عام اور نارمل طریق علاج ہیں جبکہ یہ تیسرا یعنی داغ مجبوری کا علاج ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اسکے مفید ہونے کا ذکر کرنے کے اس سے منع فرمایا ہے مقصد یہ ہے کہ حتی الوسع اس سے اجتناب کیا جائے حکماء بھی اسکو آخری علاج کے طور پر استعمال کرتے ہیں جس سے صرف لاعلاج مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

اب ان تین چیزوں میں سے ہر ایک کے فوائد الگ الگ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حجامت (پچھنا لگوانا)

یہ ایک قدیم طرز علاج ہے جو عموماً جلدی امراض مثلاً پھوڑے، پھنسی، اور خارش نیز جوڑوں کے درد اور دموی مواد کی بناء پر ہونے والے ورموں سے نجات حاصل کرنے کیلئے کیا جاتا تھا جسکا طریقہ یہ تھا کہ جسم کے مطلوبہ حصہ پر نشتر لگا کر ماؤف حصے کا خون بذریعہ سینگی چوس لیا جاتا جس سے جلد کی خرابی کا باعث بننے والا خراب خون جلد سے نکل آتا اور مریض کو شفاء ہو جاتی۔

اسکے ساتھ ملتا جلتا ایک طریقہ اخراج خون کا فصد تھا یعنی رگ کو مخصوص طریقے سے کاٹ کر اسمیں سے فاسد خون نکال لینا۔

موجودہ زمانے میں فصد کا یہ طریقہ رائج ہے کہ ایک کشادہ نالی والی سرنج مریض کی کلائی یا پنڈلی میں داخل کر کے 3cc مکعب سے 5cc تک خون نکال لیا جاتا ہے اس سے جگر اور تلی کی گرمی اور پھیپھڑے وغیرہ کے ورم اور فساد خون سے نجات مل جاتی ہے۔

جسم کے بیرونی جلدی امراض کیلئے پچھنا لگوانا زیادہ مفید ہے جبکہ اندرونی گہرے یعنی احشاء حصوں سے متعلقہ امراض کیلئے فصد یا سلیق زیادہ مفید ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے ان امثل ما تداویتم به الحجامة (بخاری، کتاب الطب، باب الحجامة من الداء، رقم ۵۲۶۳) کہ تمہارے علاجوں میں بہترین علاج پچھنے لگوانا ہے۔ اہل بصیرت لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب خصوصاً اہل حجاز کیلئے ہے یا حجاز جیسے گرم علاقوں کیلئے کیونکہ ٹھنڈے علاقوں کیلئے پچھنے لگوانے سے زیادہ مفید فصد یعنی رگ کٹوانا ہے۔

(۲) شہد۔

ننھی سی مکھی کا کشید کردہ یہ خوش ذائقہ رس قدرت کا عجیب اور عظیم شاہکار ہے یہ غذا کی غذا، دواء کی دواء، مشروب کا مشروب، شیرینی کی شیرینی، مفرح کا مفرح اور طلاء کا طلاء ہے۔

اسکے عمومی استعمال سے آنتوں اور شریانوں کا فالتو مواد خارج ہو جاتا ہے اور رگوں کا منہ کھل جاتا ہے، معدے کی صفائی کر کے اسکو معتدل گرمی پہنچاتا ہے، معدے، جگر، مثانے وغیرہ کو مضبوط بناتا ہے، اس سے پیشاب کھل کر آتا ہے، بلغمی کھانسی کیلئے نافع ہے، بلغمی اور سرد مزاج کے لوگوں کو نافع ہے، جگر اور سینے کی صفائی کرتا ہے، دماغ کے ردی فضلات کو خارج کرتا ہے اسلئے فالج، لقوہ اور استرخا کو نافع ہے معجونات میں استعمال ہو کر انکے اجزاء کی تاثیر کو محفوظ رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں اسکو شفاء للناس کہا گیا ہے (النحل:۶۹)

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے:

من لعق العسل ثلث غدوات فی کل شهر لم یصبه عظیم بلاء ۔

کہ جو آدمی ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد چاٹے اسکو کوئی بڑی بیماری نہیں ملے گی۔

ابن ماجہ ہی کی ایک اور حدیث میں ہے:

علیکم بالشفائین القران والعسل ۔

کہ دو شفاء کی چیزوں کو لازم پکڑو ایک قرآن دوسرے شہد۔

قرآن امراض روحانی سے شفاء ہے اور شہد امراض جسمانی سے شفاء ہے، نیز قرآن کی سورتوں اور آیتوں کو پڑھکر دم وغیرہ کرنے سے جسمانی امراض کا علاج بھی بذریعہ قرآن ممکن ہے۔

شہد کے بعض عجیب فوائد:

اسکو روغن گلاب کے ساتھ ملا کر گرم گرم پیا جائے تو درندے کے کاٹنے سے فائدہ پہنچاتا ہے، اگر پانی کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو باؤلے کتے کے زخم سے نفع دیتا ہے، سر پر لگانے سے جوؤں اور لیکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، بال لمبے، چمکدار اور ملائم ہو جاتے ہیں، دانتوں پر ملنے سے دانتوں میں چمک آجاتی ہے اور دانتوں کی جملہ بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے، آنکھ میں ڈالنے سے نظر کی دھند ختم ہو جاتی ہے، عرق گلاب میں ملائیں تو نظر کو تیز کرتا ہے، اور تازہ گوشت، سبزیوں اور پھلوں کو اسکے اندر رکھا جائے تو تین ماہ تک انکی تازگی برقرار رہتی ہے۔

شہد کو بارش کے پانی میں ملا کر نہار منہ پینا حکماء کے نزدیک بہت فوائد کا حامل ہے۔

(۳) کَی (داغ دینا)

کَی کا معنی ہے لوہے کی کسی چیز کو آگ پر تپا کر اسکے ساتھ جسم کے مطلوبہ حصہ کو داغنا۔ اس طریقہ کا اصل مقصد خلط سوداء کے فضلات کو خارج کرنا ہوتا ہے ایسے یہ مقصد داغنے سے حاصل ہو جاتا ہے، علاج کی یہ قسم اگرچہ فائدہ مند ہے کہ اس سے بعض لاعلاج مریض ٹھیک ہو جاتے ہیں، تاہم سخت اذیت ناک اور خطرناک ہونے کی وجہ سے اس سے حتی الوسع بچا جاتا ہے، جنون وغیرہ، امراض کا جب اور کوئی علاج نافع نہ ہو تو اسکو آخری علاج کے طور پر اپناتے ہیں، اس سے رگوں میں جو فاسد مادہ جم جاتا ہے اور کسی دواء سے خارج نہیں ہوتا وہ پگھل کر بہہ جاتا ہے اور مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ داغ دینا دو قسم کا ہے ایک تندرست آدمی کو کسی موہوم بیماری کے خطرے سے پیشگی تحفظ کے طور پر داغ دینا (جسطرح موجودہ زمانے میں پولیو وغیرہ سے بچاؤ کے قطرے پلائے جاتے ہیں یا حفاظتی ٹیکے لگوائے جاتے ہیں) دوسرا عمل جراحی کے بعد خون روکنے کیلئے داغ دینا جیسے کسی عضو کے کاٹنے کے بعد اسکو داغتے تھے تا کہ خون وہیں جم کر بند ہو جائے اور جاری رہ کر ہلاکت کا باعث نہ بنے۔

پہلی قسم توکل کے منافی ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں جبکہ دوسری قسم کیلئے اسکا

استعمال بلا کراہت درست ہے۔

لیکن موجودہ زمانے میں اسکے متبادل طریقے ایجاد ہو گئے ہیں لہذا اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے روکنا کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے جو امت پر شفقت کا مظہر بھی ہے۔

والله اعلم بحقيقة الحال

﴿۱۴﴾

مہر نبوت کی تین سطریں

(۱) محمد (۲) رسول (۳) اللہ

حدیث:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُوْلٌ سَطْرٌ، وَاللّٰهُ سَطْرٌ۔

(صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس ، باب ماذکر من درع النبی وعصا، رقم ۲۸۷۵)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ جب خلیفہ بنے تو آپؓ نے مجھے بحرین کیطرف بھیجا اور مجھے ایک خط لکھ کر دیا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگائی اور مہر پر تین سطریں نقش تھیں (۱) ایک سطر محمد (۲) ایک سطر رسول (۳) اور ایک سطر اللہ۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے نقش کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا اور ترتیب اسکی یہ تھی کہ اوپر نیچے تین سطریں تھیں۔

(۱) محمد۔

(۲) رسول۔

(۳) اللہ۔

آگے اس میں اختلاف ہے کہ ان تین سطروں کی ترتیب کیا تھی؟ مشہور یہ ہے کہ اوپر والی سطر پر اللہ، اس سے نچلی پر رسول اور سب سے نچلی سطر پر محمد تھا یعنی نقش یوں تھا

اللہ
رسول
محمد

لیکن علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ یہ بات اگرچہ مشہور ہے لیکن اسکی کوئی سند نہیں ہے اسکے برعکس بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکی ترتیب اس طرح تھی کہ اوپر والی سطر میں محمد، دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ۔ یعنی نقش یوں تھا

محمد
رسول
اللہ

اگر یہ بات درست ہو تو یہ لکھائی کے اصول کے عین مطابق ہے کیونکہ سطریں اوپر نیچے اسی ترتیب سے ہوتی ہیں اور اگر مشہور بات کو لیں تو پھر لکھائی کے اصل اصول کو ادب کی خاطر چھوڑ دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ کا نام لکھا گیا ہے جسکی طرف سے نبوت و رسالت سمیت سب چیزیں عطا ہوئی ہیں پھر رسول لکھوایا گیا کیونکہ رسول اللہ اور بندوں کے درمیان سفیر ہوتا ہے نیز رسول اللہ کی طرف سے صاحب مرتبۂ عظیمہ ہوتا ہے اور اپنا نام محمد عاجزی کے اظہار کیلئے سب سے اخیر میں لکھوایا گیا۔

فائدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب مبارکہ جو آپ نے مختلف بادشاہوں کی طرف ارسال فرمائے انکے عکس اب عام شائع ہیں انمیں انگوٹھی کا نقش پہلی ترتیب کے مطابق ہے جس سے مشہور بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

﴿۱۵﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس وعظ کے بارے میں تین آدمیوں کا جدا طرز عمل

(۱) ایک نے اللہ تعالی کی طرف جگہ پکڑی تو اللہ نے اسے جگہ دی (۲) دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تعالی نے بھی اس سے حیا کیا (۳) تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ تعالی نے بھی اس سے اعراض کیا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ وَاقِدٍ اللَّیْثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَمَا ھُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَہٗ اِذْ اَقْبَلَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ: فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،وَذَھَبَ وَاحِدٌ قَالَ: فَوَقَفَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَرَاٰی فُرْجَۃً فِی الْحَلْقَۃِ فَجَلَسَ فِیْھَا، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَھُمْ ، وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاھِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَۃِ؟ اَمَّا اَحَدُھُمْ فَاٰوٰی اِلَی اللّٰہِ فَاٰوَاہُ اللّٰہُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیَا فَاسْتَحْیَ اللّٰہُ مِنْہُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(صحیح بخاری: کتاب العلم، باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس، رقم الحدیث ۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کی خدمت میں تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے جن میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف متوجہ ہوئے اور ایک چلا گیا، پھر وہ دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

آئے تھے ان میں سے ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی تو وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا، اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلتا بنا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟ (۱) ان میں سے ایک نے اللہ کیطرف پناہ لی سو اللہ نے اسکو پناہ دی (۲) دوسرے آدمی نے حیا سے کام لیا تو اللہ تعالی نے بھی اس سے حیا فرمائی (۳) تیسرے آدمی نے اعراض کیا پس اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

☆☆☆

تشریح:

حدیث شریف اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں رشد وہدایت کی مجلس لگائی ہوئی تھی جس میں ایمان کا مذاکرہ فرمارہے تھے کہ اسی اثناء میں تین آدمی ادھر آنکلے پھر ایک تو دیکھ کر پیٹھ پھیرتے ہوئے چلا گیا اور مجلس نبوی سے کوئی استفادہ نہ کیا اور دو مجلس نبوی میں آگئے، پھر ان میں سے ایک وہیں کنارے پر ہی بیٹھ گیا آگے جانے کی کوشش نہ کی جبکہ دوسرے نے آگے جگہ خالی دیکھی تو وہ آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا بیٹھا اس پر آپ نے اختتام مجلس پر ایک حقیقت پسندانہ تبصرہ فرمایا۔ فرمایا ان تین آدمیوں کے بارے میں میں تمہیں آگاہ کردوں۔

(۱) ایک نے اللہ کی طرف جگہ پکڑی تو اللہ نے اسے جگہ دی۔

یعنی اس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کیلئے آپؐ کے قریب جگہ پانے کی کوشش کی تو اللہ تعالی نے اسے آپؐ کے قریب جگہ عطا فرمادی اور اسکو اپنا اور اپنے نبی ﷺ کا مقام قرب عطا فرمایا۔

(۲) دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تعالی نے بھی اس سے حیا کیا۔

یعنی دوسرا آپ اور حاضرین کے حیاء سے آگے نہ بڑھا بلکہ مجمع کے اخیر میں جلدی جلدی دبک کر بیٹھ گیا تو اللہ تعالی نے اسکو مجلس نبی ﷺ اور مجلس علم و وعظ کے ادب کا خیال رکھنے کی وجہ سے اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائی اور اسکے گناہوں کو بخش دیا۔

(۳) تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

یعنی تیسرے نے نبی ﷺ کی مجلس ایمان، مجلس وعظ، مجلس علم، مجلس خیر اور مجلس رشد و ہدایت کیطرف کوئی توجہ نہ کی، مستغنی ہو کر چلا گیا، تو اللہ تعالی نے بھی اسکے ساتھ یہی اعراض والا معاملہ فرمایا یعنی اسکو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور اپنی مستی میں رہنے دیا۔

فوائد۔

اس حدیث مبارک سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً۔

۱۔ مجالس وعظ و مجالس علم مساجد میں منعقد کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ مساجد میں اہل علم و ذکر کی مجالس وقتاً فوقتاً لگنی چاہئیں۔

۳۔ عوام کو اہل علم کی مجالس میں شرکت کرنی چاہیے۔

۴۔ بغیر عذر کے ایسی مجالس کو چھوڑنا محرومی کی دلیل ہے۔

۵۔ مجلس وعظ و علم میں واعظ و عالم کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۶۔ مجلس میں بعد میں شریک ہونے والا آگے خالی جگہ دیکھے تو آگے جا کر اسکو پر کردے۔

۷۔ مجلس کے بیچ میں کوئی جگہ خالی نہ ہو تو مجلس کے اخیر میں بیٹھ جائے، لوگوں کی

گردنیں پھلانگ کر زبردستی آگے گھسنے کی کوشش نہ کرے۔

۸۔ اچھا کام کرنے والے کی تعریف کرنی چاہیے۔

۹۔ کوئی آدمی سب کے سامنے غلط کام کرے تو اس کی اس غلط کاری کا تذکرہ کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

۱۰۔ مقصد کی بات پہلے مکمل کرنی چاہیے اور اضافی بات بعد میں کرنی چاہیے، وغیرہ۔

اللہ تعالی محرومیوں سے محفوظ رکھے اور دنیا آخرت کی خوش نصیبیاں عطا فرمائے۔آمین۔

﴿۱۶﴾

تین مغلوب الحال، رھبانیت پسند صحابہ کرامؓ

(۱) میں ہمیشہ قیام اللیل کروں گا، سوؤنگا نہیں (۲) میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا، کبھی بے روزہ نہیں رہونگا (۳) میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوا: وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ :اَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ اٰخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ ،وَقَالَ اٰخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

(صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث ۴۶۷۵)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انکو بتلایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا پھر کہا کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالی نے انکی تو اگلی

پچھلی خطائیں بخش دی ہیں پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ہمیشہ کیلئے رات بھر نماز میں گزاروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ کیلئے روزے سے رہوں گا اور کبھی بے روزہ نہیں رہوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کرونگا اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف تشریف لائے اور فرمایا تم وہی ہو جنہوں نے اس طرح اس طرح کہا ہے سنو اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ پرہیزگار رہوں لیکن میں (نفلی) روزہ رکھتا بھی ہوں اور بغیر روزے کے بھی رہتا ہوں ۔اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسے صحابہ کرام کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے معمولات معلوم کئے اور اپنے دل میں جو خیال تھا کہ آپؐ اپنے گھر میں بس مصلے پر رہتے ہوں گے، نہ گھر کے کام کاج کرتے ہوں گے، نہ گھر والوں سے کوئی بات چیت فرماتے ہوں گے ۔اسکے خلاف سن کر تھوڑی دیر کیلئے تو حیرت میں ڈوب گئے پھر یہ خیال کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سارا وقت عبادت میں نہیں گزارتے بلکہ دیگر گھریلو مشاغل بھی انجام دیتے ہیں تو آپؐ کے ساتھ ہماری کیا نسبت؟ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ جبکہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم سراپا گناہ ہیں لہذا ہمیں رب تعالی کی بندگی میں صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے جو آپ ﷺ کرتے ہیں بلکہ ہمیں خوب محنت کرنی چاہیے اور اس بارے میں مجاہدوں سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے اس پر سب نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ایک ایک مجاہدہ اپنے لئے تجویز کیا۔ مثلاً

(۱) ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو قیام کرونگا۔

یعنی ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارونگا اور کبھی سوؤں گا نہیں۔

(۲) دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ سے رہوں گا۔

یعنی کبھی بے روزہ نہیں رہونگا۔

(۳) تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہونگا۔

یعنی کبھی شادی نہیں کرونگا۔

غرضیکہ ان تینوں حضرات نے اپنے لئے راھبانہ زندگی کو پسند کیا اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کردیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تینوں حضرات کی باتوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ چونکہ دین فطرت کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے جو افراط وتفریط سے خالی ہے جسمیں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اسلئے آپ ﷺ نے اسکا سختی سے نوٹس لیا اور فرمایا میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت رکھتا ہوں اور میں تم سے زیادہ متقی، پرہیزگار ہوں اسکے باوجود میں رات کو نوافل پڑھ کر رب تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہوں اور اپنی جان کا حق ادا کرنے کیلئے سوتا بھی ہوں، اور نفلی روزے بھی رکھتا ہوں اور نفس کا حق ادا کرنے کیلئے بغیر روزے کے بھی رہتا ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اور انکے حقوق ازدواجی بھی ادا کرتا ہوں۔ پس اسلام کا اور میرا طریقہ یہ ہے اور جو تم نے اپنی طرف سے تجویز کیا ہے وہ اسلام کا اور میرا طریقہ نہیں ہے لہذا اپنے اس عزم سے توبہ کرو اور میری سنت اور طریقے کو اختیار کرو، جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میرا نہیں ہے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں بڑی حکمت کے ساتھ میانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ کسی بھی کام میں انتہا پسندی اور حد سے زیادتی بعد میں اکتاہٹ اور بے زاری کا سبب بنتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک وہ عمل زیادہ پسندیدہ ہے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے اگر چہ وہ تھوڑا ہو۔

کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جوش عبادت میں کبھی تو اشراق و اوابین وغیرہ نوافل چھوڑنے کو بھی گناہِ کبیرہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور چند دن بعد جب جوش ٹھنڈا پڑتا ہے تو فرض نمازیں بھی چھوٹ رہی ہوتی ہیں ایسی افراط وتفریط اسلام میں نہیں ہے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بندگی جسکے ساتھ اپنے اوپر آنے والی ذمہ داریوں کو قبول کر کے ان سے عہدہ برآ بھی ہوا جائے اس بندگی سے بہتر ہے جسمیں زندگی کی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کی جائے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اکابر کے حالات معلوم کرنا تا کہ انکی اقتداء کی جائے باعث ثواب ہے اور اگر انکی تحقیق عورتوں کے بغیر نہ ہو سکے تو ان سے بھی اس بارے میں سوال کرنے کی اجازت ہے۔

فائدہ:

فتح الباری میں بحوالہ مصنف عبدالرزاق سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی مرسل روایت سے ان تین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نام یہ ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

﴿۱۷﴾

تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کیلئے سفر جائز نہیں

(۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔
(صحیح بخاری: کتاب الجمعہ، باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم ۱۱۱۵)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر نہ کیا جائے مگر تین مساجد کیلئے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ روئے زمین کی تین مساجد ایسی ہیں جو دنیا بھر کی دیگر مساجد پر اپنے مخصوص فضائل واحوال اور زیادتی اجر وثواب کی وجہ سے فوقیت رکھتی ہیں وہ تین مسجدیں یہ ہیں۔

(۱) مسجد حرام۔

یعنی وہ مسجد جو خانہ کعبہ کے اردگرد واقع ہے اور اللہ کا گھر اسکے بیچ میں واقع ہے اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔

(۲) مسجد نبوی۔

یعنی مدینہ منورہ کی مرکزی مسجد جسکی بنیاد آپ ﷺ نے بوقت ہجرت رکھی اور ایک تفسیر کے مطابق "لمسجد اسس علی التقوی" کہ یہ ایسی مسجد ہے جسکی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے اسی کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ اسمیں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

(۳) مسجد اقصی۔

یعنی قبلہ امم سابقہ اور مسلمانوں کا بھی قبلہ اول۔ اس میں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے اور ایک ضعیف روایت کے مطابق پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

ان تین مساجد کے علاوہ دنیا بھر کی کوئی مسجد ایسی نہیں ہے جو اس طرح کی فضیلت رکھتی ہو چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، کتنی خوبصورت کیوں نہ ہو، کتنے اہم مقام پر کیوں نہ ہو، کتنی تاریخی حیثیت کی حامل کیوں نہ ہو اور کتنی مشہور و معروف کیوں نہ ہو۔

لہذا زیادتی ثواب کیلئے اگر کسی مسجد کیلئے سفر کیا جا سکتا ہے تو انہی تین مساجد کیلئے کیا جاسکتا ہے۔ کسی اور مسجد کیطرف زیادتی ثواب کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ باقی تمام مساجد فضیلت کے اعتبار سے برابر ہیں تو اپنے شہر اور محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دور دراز کی کسی مسجد میں جانا بے فائدہ کام ہے جس سے اس حدیث مبارک میں منع کیا گیا ہے۔

فائدہ:

ان تین مساجد کے علاوہ اگر کوئی اور خاص فضیلت والی مسجد ہے تو اسکی اس فضیلت کی بنیاد پر بھی اس میں جایا جا سکتا ہے لیکن اسکے لئے مستقلاً سفر کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ مسجد قباء جس میں آپ ﷺ تقریباً ہر ہفتے کے دن تشریف لے جاتے تھے اور اس میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کے برابر بتلایا ہے اس میں حج و عمرہ کرنے والے مدینہ شریف سے جاتے ہیں تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں کیونکہ اسکے لئے مستقلاً سفر نہیں کیا جاتا۔ مدینہ منورہ کے سفر کیلئے اصل نیت مسجد نبوی اور حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مُبارک کی زیارت کی ہوتی ہے باقی متبرک مقامات کی زیارت کی نیت بالتبع ہوتی ہے نیز وہ مدینہ سے مسافت سفر پر بھی نہیں ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ اگر کوئی تاریخی مسجد کیلئے اسکی تاریخی حیثیت کی وجہ سے جائے جیسے بادشاہی مسجد لاہور وغیرہ، یا کسی فن کی شاہکار مسجد کے طرز تعمیر کو دیکھنے کیلئے جائے جیسے شاہ فیصل مسجد اسلام آباد وغیرہ یا اسکی خوبصورتی کو دیکھنے کیلئے جائے جیسے طوبیٰ مسجد کراچی وغیرہ، یا کسی تفریحی مقام کی دلچسپی کی حامل کسی مسجد کیلئے جائے جبکہ وہ ان مساجد کیلئے کسی خاص فضیلت کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

اسی طرح کسی زندہ بزرگ کی زیارت کے لئے، کسی فوت شدہ بزرگ کے مزار کیلئے، کسی متبرک مقام کی زیارت کیلئے، رشتہ داروں اور دوست احباب کو ملنے کیلئے نیز علم کی طلب، رزق کی تلاش یا تفریح کیلئے سفر کرنا بھی اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

﴿۱۸﴾

خدا کی نظر کرم سے محروم تین اشخاص

(۱) وہ آدمی جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے
(۲) وہ آدمی جو عصر کے بعد کسی آدمی سے سودا کرے اور اسکے سامنے اللہ کی قسم اٹھائے کہ اس نے یہ چیز اتنے میں لی ہے اور لینے والا اسکو سچ سمجھ لے حالانکہ وہ جھوٹ ہو
(۳) وہ آدمی جو کسی بادشاہ کی بیعت کرے تو دنیا ہی کیلئے کرے۔

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَايُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا لَمْ يَفِ۔
(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن، رقم ۱۵۷)

ترجمہ:

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالی قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انکی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ انکو پاک کرے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا (۱) وہ آدمی جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے (۲) وہ آدمی جو عصر کے بعد کسی آدمی

سے سودا کرے اور اسکے سامنے اللہ کی قسم اٹھائے کہ اس نے یہ چیز اتنے میں لی ہے اور لینے والا اسکو سچ سمجھ لے حالانکہ اس طرح نہ ہو (۳) وہ آدمی جو کسی بادشاہ کی بیعت کرے تو دنیا ہی کیلئے کرے پس اگر وہ اسکو دنیا میں سے کچھ دیدے تو وہ بیعت کو پورا کرے اور اگر وہ کچھ نہ دے تو وہ بیعت کو پورا نہ کرے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین بدنصیب اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالی قیامت کے دن ہمکلامی کا شرف نہیں بخشے گا، نہ انکی طرف نظر کرم فرمائیگا اور نہ انکو گناہوں سے پاک کرے گا کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر جنت میں چلے جائیں بلکہ ضرور انکو جہنم کا دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔

(۱) بیابان میں مسافر کو پانی نہ دینے والا۔

ظاہر ہے کہ یہ شخص رحم وکرم اور انسانی ہمدردی جیسے نیک جذبات سے بالکلیہ محروم ہے تبھی تو اسکو سفر کی مشقت سے بدحال اور شدت پیاس سے نڈھال ایک بے آسرا مسافر انسان پر اتنا بھی ترس نہیں آرہا کہ اسکو پینے کیلئے پانی کے چند گھونٹ ہی دیدے جن سے وہ اپنے تشنہ لبوں کو تر اور خشک آنتوں کو تازہ ہی کرسکے حالانکہ اسکے پاس پانی کی کوئی کمی بھی نہیں اور اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ اردگرد دور دور تک کہیں پانی کا نام ونشان بھی نہیں تو ایسے آدمی کو پانی نہ دینا یقیناً بے رحمی کی انتہا ہے اور اسکو موت کے منہ میں دینے کے مترادف ہے۔

تو پھر ایسا بے رحم شخص کیونکر رحم وکرم کا مستحق ہوسکتا ہے؟

(۲) عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔

یعنی دنیا کے معمولی نفع کیلئے عصر جیسے متبرک وقت میں کہ جسمیں دن رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے یہ اللہ تعالی کے پاک نام کو اپنے جھوٹ فریب اور دھوکہ فراڈ کو چھپانے کیلئے استعمال کرے۔

یہ شخص بیک وقت کئی گناہ کرتا ہے۔ مثلاً

(۱) دھوکہ دیتا ہے (۲) جھوٹی قسم اٹھاتا ہے (۳) انتہائی متبرک وقت میں گناہ کرتا ہے جو زیادہ پکڑ کا باعث ہے (۴) حرام مال کماتا ہے (۵) اپنے جھوٹ اور فریب پر اللہ کو گواہ بناتا ہے (۶) اپنے گناہ پر دن رات کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہے۔

تو یہ بے باک شخص ایسا جرم اور گناہ کرتا ہے جو کئی کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے اسلئے اسکو سزا بھی ایسی ہی ملے گی جو کئی سزاؤں کا مجموعہ ہوگی جسکی تفصیل اسی حدیث مبارک میں ہے۔

(۳) بادشاہ سے دنیا کیلئے بیعت کرنے والا۔

یعنی وہ حکام سے وفاداری کا عہد اسی وقت ا ہے جب تک وہ اسکو دنیا سے نوازتے رہیں جونہی انکی طرف سے اسکو ٹکڑا ملنا بند ہو جائے تو یہ عہد وفاداری کو توڑ کر بغاوت کی راہ اپنا لیتا ہے اور ملک وقوم کے خلاف سرگرمیوں میں مشغول ہو جاتا ہے، املاک کو تباہ کرتا ہے، بے گناہ افراد کو ہلاک کرتا ہے، قوم کو دہشت زدہ کرتا ہے اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

یعنی حکومت وخلافت جو کہ امت کی اجتماعیت کا نام ہے وہ اسکو اپنے ذاتی مفادات کیلئے استعمال کرتا ہے اور اجتماعی مصالح سے اسکو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اسکو اپنے پیٹ کی توندیں بھرنے کی فکر ہے باقی چاہے سب بھوکے مر جائیں اور اسکو اپنا ڈیرہ پر رونق بنانے کا خیال ہے چاہے باقی شہروں کے شہر تباہ ہو جائیں۔

تو ایسا بے مروت اور خودغرض آدمی بھی یقیناً بہت بڑا مجرم ہے جو واقعی اتنی ہی بڑی سزا کا مستحق ہے جو اس حدیث میں مذکور ہوئی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے افراد کے شر سے بچائے۔ آمین۔

﴿۱۹﴾

تین چیزوں کے نکلنے پر توبہ کا دروازہ بند

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال (۳) دابۃ الارض

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا: طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَالدَّجَّالُ، وَدَابَّةُ الْاَرْضِ۔

(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب الزمن الذی لایقبل فیہ الایمان، رقم ۲۲۷)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جب ظاہر ہو جائینگی تو کسی ایسے آدمی کو ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے تک ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں اس نے کوئی نیکی نہ کی تھی (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال (۳) دابۃ الارض۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں قیامت کی ان تین نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جنکے ظہور پذیر ہو جانے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا چنانچہ نہ کسی کافر کو کفر سے توبہ کر کے اہل ایمان میں داخل ہونا نفع پہنچائے گا اور نہ ہی کسی بدعمل فاسق و فاجر کو اپنی بدعملی سے توبہ کر کے صالحین میں داخل ہونا کچھ فائدہ

دے گا۔ وہ تین نشانیاں یہ ہیں۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

یہ قیامت کی فیصلہ کن اور سب سے بڑی علامت ہے جسکے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا ۔قرآن مجید کی آیت "یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا " (سورۃ الانعام-۱۵۸) میں "بعض ایات ربك " سے یہی نشانی مراد ہے کہ ''جس دن تیرے رب کی ایک خاص نشانی آجائیگی یعنی سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانا نفع نہیں دیگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور نہ نیکی کرنا اسکو نفع دے گا جس نے پہلے نیکی اختیار نہ کی ہو''

دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رات کی صبح سورج مغرب سے طلوع ہوگا وہ رات انتہائی طویل ہوگی یہاں تک کہ سونے والے اکتا جائینگے بچے چلا اٹھیں گے اور جانور بھوک کی وجہ سے بلبلا اٹھیں گے کہ اتنے میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور ایسا بے نور ہوگا جیسے گرہن کے وقت ہوتا ہے اور چاشت کے وقت تک بلند ہوگا جس سے تمام لوگ اس حالت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلینگے ۔اسکے بعد سورج غروب ہو جائیگا پھر آئندہ کیلئے حسب معمول مشرق سے ہی طلوع ہوتا رہے گا، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کیساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائیگا۔

فائدہ:

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا درحقیقت اس جہان دنیا کی جانکنی اور نزع کا وقت ہوگا جسکے بعد صور پھونکا جائیگا اور اس سے تمام جہان پر اجتماعی موت طاری ہو جائیگی تو جس طرح کسی شخص کی انفرادی جانکنی کیوقت اسکے لئے انفرادی طور پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اسی طرح سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت جو کہ پورے جہان دنیا کیلئے جانکنی کا وقت ہوگا اجتماعی طور پر توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا ۔اور جانکنی انفرادی ہو یا اجتماعی اس وقت آخرت اپنی آنکھوں سے نظر آجاتی ہے اسلئے اس وقت کی توبہ معتبر نہیں ۔نہ ایمان کے اعتبار سے نہ نیک اعمال کے اعتبار سے ۔کیونکہ اللہ کے

ہاں ایمان وہ معتبر ہے جو بن دیکھے محض اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی خبر پر یقین کرنے سے ہو "الذین یؤمنون بالغیب" کا وصف رکھنے والے ہی "اولئک ھم المفلحون" کا مصداق ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

(۲) دجال۔

دجال دجل سے مشتق ہے جسکے معنی بڑے جھوٹ، مکر وفریب اور حق و باطل میں تلبیس یعنی اشتباہ پیدا کرنے کے ہیں۔اس لغوی معنی کے اعتبار سے ہر جھوٹے، مکار اور دغا باز کو دجال کہہ سکتے ہیں لیکن اس حدیث مبارک میں جس دجال کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک مخصوص شخص ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوگا۔اس کا ذکر کئی احادیث میں آیا ہے جنکو محدثین نے متواتر قرار دیا ہے۔

علامات دجال:

یہ دجال قوم یہود سے ہو گا، اسکا لقب مسیح ہوگا، دائیں آنکھ سے کانا ہو گا، بال انتہائی گھنگھریالے ہونگے، اسکی پیشانی پر ک ف ر یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا جسکو ہر شخص پڑھ لے گا، خراسان سے نکلے گا، اصفہان کے ستر ہزار یہودی اسکے ساتھ ہونگے، یہ شخص پہلے نبوت اور پھر خدائی کا دعوی کرے گا ،اللہ تعالی اپنے بندوں کی آزمائش کیلئے اسکو کئی انہونے کاموں پر قدرت دے گا، مثلاً مردوں کو زندہ کرے گا، اسکے حکم سے بارش ہوگی اور زمین غلہ اگائے گی، نیز اسکے پاس دنیا کی فراوانی ہوگی اور زمین اسکے لئے اپنے خزانے کھول دیگی، اسکو ماننے والے خوشحال اور نہ ماننے والے بدحال ہونگے اور یہ سب کچھ اللہ تعالی کی قدرت ومشیت سے ہوگا جس سے بندوں کی آزمائش مقصود ہوگی۔

دجال اپنی ان تمام تر فتنہ سامانیوں کیساتھ زمین پر چالیس دن رہے گا لیکن یہ چالیس دن اہل ایمان کیلئے کئی سالوں سے بھاری ہونگے دجال پوری دنیا میں جہاں چاہے گا اپنے فتنہ کو لے جائیگا لیکن مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زادھما اللہ حرسا میں کوشش کے باوجود داخل نہیں ہوسکے گا۔

آخر میں جب اللہ تعالی اس فتنہ کو ختم کرنا چاہیں گے تو آسمانوں سے حضرت عیسیٰؑ کو نازل فرمائینگے، وہ اسکو فلسطین یا شام کے مقام لد کے پاس قتل کرینگے۔اس فتنہ کے زمانہ میں اللہ تعالی سخت

آزمائش کے باوجود مخلص ایمان داروں کو ثابت قدم رکھے گا اور وہ اسکے کسی دھوکہ میں نہیں آئیں گے یہاں تک کہ جس مؤمن کو یہ قتل کرکے پھر زندہ کرے گا وہ بھی اسکی خدائی کو قبول نہیں کرے گا، دجال اسکو قتل کر کے پھر زندہ کرکے پوچھے گا کہ اب تو میری خدائی کو مانتا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ مجھے اب پہلے سے بھی زیادہ تیرے جھوٹے ہونے کا یقین ہوگیا ہے اسکے بعد وہ دوبارہ اسکو قتل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ناکام ہوگا کہ اسکی گردن پر چھری نہیں چلے گی یہیں سے اسکا عاجز و بے بس ہونا بالکل واضح ہو جائیگا کہ کسی شخص کو قتل کرنا تو ایک عام آدمی کی بھی قدرت میں داخل ہے تو یہ کیسا خدا ہے جو کوشش کے باوجود اپنے مخالف کو قتل کرنے پر بھی قادر نہیں نیز جو کانا ہو بھلا وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟

فائدہ:

واضح رہے کہ جو شخص احکام الٰہیہ کا پابند نہ ہو اور اس سے خلاف عادت امور ظاہر ہوں جیسے دجال سے ظاہر ہوں گے تو انکو معجزہ یا کرامت نہیں بلکہ ''استدراج'' کہا جاتا ہے یہ اللہ کیطرف سے ڈھیل اور آزمائش ہوتی ہے اسی کو قرآن مجید میں "سنستدرجهم من حيث لايعلمون ٥ واملى لهم ان كيدى متين "(الاعراف:۱۸۲،۱۸۳) میں ذکر کیا گیا ہے۔

فائدہ:

حضور ﷺ ان الفاظ سے فتنہ دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ "(صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب التعوذ من فتنۃ الفقر، رقم الحدیث ۵۹۰۰) ہمیں بھی اس فتنہ سے پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ یہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔

ایک حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة فهو معصوم الى ثمانية ايام من كل فتنة وان خرج الدجال عصم منه (مختارہ ضیاء مقدسی بحوالہ تفسیر ابن کثیر، اول سورۃ الکہف)

ترجمہ: جو آدمی جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، یہانتک کہ اگر دجال کا خروج ہوگیا تو وہ اس سے بھی محفوظ رہے گا۔

اسی وجہ سے اکثر مشائخ کے وظائف میں ہر جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت شامل ہے ،لہذا اسکا بھی حتی الوسع اہتمام کرنا چاہئے۔

(۳) دابۃ الارض۔

یہ بھی قیامت کی اہم علامات میں سے ایک ہے جسکا ذکر قرآن مجید کی آیت "واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانو ا بایتنا لا یوقنون "(سورۃ النمل-۸۲) میں آیا ہے کہ جب ان پر قیامت قائم کرنے کی بات واقع ہو جائیگی تو ہم ان کیلئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے یہ کلام کریگا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں اسکے بارے میں اتنا کچھ آیا ہے البتہ احادیث میں اسکی کچھ اور صفات بھی ذکر کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس جانور میں کوئی خاص قسم کی حس ہوگی جس سے یہ مؤمن اور کافر کو پہچان لے گا اور مؤمنوں کے چہرے پر ایک نورانی نشان لگائیگا جس سے انکے چہرے روشن اور چمکدار ہو جائینگے اور کفار کی آنکھوں کے درمیان ایک مہر لگائے گا جس سے انکے چہرے کالے سیاہ ہو جائینگے اس طرح قیامت سے پہلے ہی مؤمن وکافر کے درمیان امتیاز پیدا ہو جائیگا۔

فائدہ:

یہ جانور کوہ صفا سے نکلے گا جیسے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پہاڑ کی چٹان سے نکلی تھی ،اور اس جانور کے نکالنے اور اس سے قیامت کے بارے میں کلام کروانے سے شاید کفار کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہو کہ جس قیامت کو تم انبیاء علیھم السلام کے کہنے پر نہیں مانتے تھے آج تمہیں وہی بات ایک جانور کے کہنے سے ماننی پڑ رہی ہے لیکن اس ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فائدہ:

ایمان کے نفع نہ دینے کا حکم اسوقت لاگو ہوگا جب یہ تینوں علامتیں متحقق ہو جائیں، پہلی ایک یا دو کے ظہور پر یہ حکم لاگو نہ ہوگا۔

فائدہ:

دجال کا ظہور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد ہوگا اور اسکے کچھ عرصہ بعد دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا محقق ہوگا۔

﴿۲۰﴾

تین چیزیں ہی آدمی کی اپنی ہیں

(۱) جو کھایا اور ختم کر دیا (۲) جو پہنا اور بوسیدہ کر دیا (۳) جو آخرت کیلئے بھیج دیا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :یَقُوْلُ الْعَبْدُ: مَالِی مَالِی اِنَّمَا لَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثَلَاثٌ: مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی، اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی ،اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی؛ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِکُهٗ لِلنَّاسِ۔ (صحیح مسلم: کتاب الزھد والرقائق ،رقم الحدیث ۵۲۵۹)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اسکے مال میں سے اسکی اپنی تین ہی چیزیں ہیں (۱) جو کھایا اور ختم کر دیا (۲) جو پہنا اور بوسیدہ کر دیا (۳) جو (اللہ کی راہ میں) دیا اور ذخیرہ کر لیا۔ انکے علاوہ تو سب کچھ یونہی چلا جائیگا یا یہ انکو لوگوں کیلئے چھوڑ کر چلا جائیگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایک چشم کشا اور بصیرت افروز حقیقت بیان کی گئی ہے کہ آدمی کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالی کی حقیقی ملکیت ہے البتہ اللہ تعالی نے انسان کو اسے برتنے اور اس سے نفع اٹھانے کیلئے عارضی ملکیت عطا فرمائی ہے لیکن انسان دھوکہ میں پڑ کر اپنے آپ کو حقیقی مالک سمجھ کر بڑے بڑے دعوے کرنے لگتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے، یہ میری جائیداد ہے، یہ میری فیکٹری اور کارخانہ

ہے، یہ میری دکانیں اور مارکیٹیں ہیں۔ ہر چیز کو ''میری میری'' کہتے کہتے اور ہر چیز پر اپنا حق جتلاتے جتلاتے تھکتا نہیں ہے لیکن جب ملک الموت پہنچتا ہے تو انتہائی بے چارگی کے عالم میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنی جان اسکے حوالے کر کے تن تنہا راہی آخرت ہو جاتا ہے، اور اسکا وہ تمام مال جسکو وہ اپنا سمجھتا تھا دوسروں میں تقسیم ہو جاتا ہے تب اسکی حقیقت بین آنکھیں کھلتی ہیں اور اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام چیزیں جنکو وہ اپنی ملکیت سمجھتا تھا اسکی نہ تھیں بلکہ کسی اور کی تھیں تبھی تو اسکے ساتھ نہیں گئیں۔

اسی کو اس حدیث مبارک میں بیان فرمایا کہ انسان کہتا ہے کہ ''میرا مال، میرا مال'' حالانکہ اسکا تین چیزوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں

(۱) جو کھایا اور ختم کر دیا۔

(۲) جو پہنا اور بوسیدہ کر دیا۔

(۳) جو ذخیرہ آخرت کر دیا۔

کہ یہ تین چیزیں صرف اسی کے کام آتی ہیں کسی اور کیلئے باقی نہیں بچتیں انکے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب یہیں رہ جائیگا۔

ع سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ۔

ع سکندر جب چلا دنیا سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے۔

نیز بسا اوقات انسان مال جمع کرنے کی محبت میں صدقہ خیرات کرنے بلکہ اپنے کھانے اور پینے کے معاملے میں بھی بخل سے کام لیتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ مال جمع کر سکے تو اس حدیث مبارک کے ذریعے ایسے لوگوں کو بھی واضح پیغام دیا گیا ہے کہ اس مال میں سے تمہارا حصہ صرف وہی ہے جو کھا لو، پہن لو یا ذخیرہ آخرت کر لو باقی سب کچھ تمہارے ہاتھوں سے نکلنے والا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے اپنے استعمال میں لا کر اپنا بنا لو یا خود دنیا آخرت کی محرومیاں سمیٹ کر دوسروں کیلئے چھوڑ جاؤ۔ اللہ تعالی اعتدال کی راہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

﴿۲۱﴾

تین حرام کردہ چیزیں

(۱) والدین کی نافرمانی (۲) بچیوں کو زندہ درگور کرنا (۳) دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا اور اپنے حقوق مانگنا

حدیث:

كَتَبَ الْمُغِيرَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ ثَلَاثًا:........... عُقُوقَ الْوَالِدِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَلَا وَهَاتِ ......

(صحیح مسلم: کتاب الاقضیہ، باب النھی عن کثرۃ المسائل، رقم الحدیث ۳۲۳۹)

ترجمہ:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں سلام کے بعد یہ تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی نے تین چیزیں حرام فرمائی ہیں .... (۱) والد کی نافرمانی (۲) بچیوں کو زندہ درگور کرنا (۳) اور کسی کو نہ دینا اور دوسرے سے مانگنا......

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی طرف سے تین چیزوں کے حرام کئے جانے کا اعلان فرمایا ہے جن سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) والدین کی نافرمانی۔

اس حدیث میں والد کا ذکر ہے جبکہ دیگر احادیث میں اسی جگہ ماں کا بھی ذکر آیا ہے اسلئے اس سے مراد دونوں ہیں۔

ماں باپ کی نافرمانی کرنا، انکی بے اکرامی کرنا، انکو گالی گلوچ دینا، انکو جھڑکنا، انکو مارنا پیٹنا، انکے ساتھ سختی اور درشتی سے پیش آنا یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ جائز امور میں انکی اطاعت واجب ہے اور ناجائز امور میں اگرچہ اطاعت جائز نہیں تاہم انکے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا پھر بھی ضروری ہے۔ اس بارے میں مزید صفحہ نمبر ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) بچیوں کو زندہ در گور کرنا۔

زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنی بچیوں کو زندہ در گور کرتے تھے یعنی کسی کنویں میں دھکا دیکر یا گڑھا کھود کر اسمیں جیتی جاگتی، بولتی چالتی اپنی معصوم لخت جگر کو پھینک کر اوپر سے مٹی ڈال کر زندہ دفن کر دیتے تھے اس رسم بد کی بنیاد یہ بنی کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ بنوتمیم کے قیس بن عاصم نامی شخص کی کسی سے لڑائی ہوئی، اس لڑائی میں یہ مغلوب ہوا اور اسکا حریف اس پر غالب آگیا، وہ اسکا مال بھی لوٹ لے گیا اور اسکی بچی کو بھی لے گیا اور اسکو اپنی داشتہ بنالیا، کچھ عرصہ بعد دونوں میں صلح ہو گئی تو اس نے اِسکی بچی کو اختیار دیا کہ وہ باپ کیساتھ جانا چاہتی ہے تو جاسکتی ہے لیکن اس نے باپ کے پاس آنا پسند نہ کیا بلکہ اسی کے پاس رہنا اختیار کیا اس پر برافروختہ و دل برداشتہ ہو کر اس شخص نے یہ قسم کھائی کہ آئندہ میں کسی اپنی بچی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا بلکہ زندہ در گور کر دونگا جہالت میں ڈوبے دوسرے لوگوں نے بھی اپنی غیرت یا غربت کا مسئلہ بنا کر اپنی بچیوں کو زندہ در گور کرنا شروع کر دیا، اور پھر یہ رسم بد اتنی عام ہو گئی کہ معیوب تک نہ رہی۔

قرآن مجید نے سب سے پہلے اس ظالمانہ، سفاکانہ اور بے رحمانہ رسم بد کے خلاف سب سے مؤثر آواز بلند کی اور اعلان کیا واذا السموء ودة سئلت ہ بای ذنب قتلت (التکویر:۸،۹) کہ زندہ در گور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی۔ اور جب بے گناہی میں اسکا قتل

ثابت ہو جائیگا جیسا کہ ظاہر ہی ہے تو اسکے قاتل یعنی والد کو جہنم میں زندہ در گور کر دیا جائیگا۔ نیز ارشاد فرمایا لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیراً (بنی اسرائیل:۳۱) کہ اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے مت قتل کرو ہم انکو بھی روزی دینگے اور تمہیں بھی، یقیناً انکو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس حدیث مبارک میں بھی اسی ظالمانہ فعل کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے۔

(۳) دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا اور اپنے حقوق مانگنا۔

اپنا حق مانگنا یا وصول کرنا کوئی بری بات نہیں لیکن دوسروں کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے ۔کوئی شخص اپنے اوپر عائد ہونے والے حقوق سے تو تغافل برتے لیکن اپنے حقوق مانگنے میں ضرورت سے بھی کچھ زیادہ پھرتی دکھائے تو اسکا یہ فعل کبھی بھی انصاف کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا اور نہ ہی اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اسلئے اسکو بھی حرام قرار دیا کہ کوئی اپنے متعلقہ حقوق یعنی والدین، بیوی بچوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، شاگردوں اور دیگر اہل حقوق کے حقوق تو ادا نہ کرے لیکن اسکے باوجود اپنے حقوق کے حصول میں اتنا سخت گیر ہو کہ معمولی حق بھی معاف نہ کرے بلکہ جو حق نہیں بنتا اسکا بھی مطالبہ کرے۔

﴿۲۲﴾

تین ممنوع ومکروہ چیزیں

(۱) قیل وقال (۲) کثرۃ سوال (۳) اضاعت مال

حدیث:

كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ ......نَهٰى عَنْ ثَلٰثٍ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةِ السُّوَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ۔

(مسلم: کتاب الاقضیہ، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ، رقم ۳۲۳۹)

ترجمہ:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں سلام کے بعد یہ تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے......منع فرمایا ہے تین سے (۱) قیل وقال سے (۲) کثرت سوال سے (۳) مال کو ضائع کرنے سے۔

تشریح:

یہ حدیث دراصل پچھلی حدیث کا حصہ ہے لیکن مضمون کے الگ ہونے کی وجہ سے اسکو الگ عنوان کے تحت ذکر کیا جارہا ہے۔

حدیث مبارک کے اس حصے میں تین چیزوں کی ممانعت وکراہت کا ذکر ہے۔ پہلے حصے میں مذکور تین چیزوں کیلئے تحریم اور اس حصے میں مذکور تین چیزوں کیلئے نھی کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پہلے حصے میں مذکور تین چیزوں کی حرمت بہت سخت ہے اور اس حصے میں مذکور

تین چیزوں کی ممانعت اس سے قدرے کم ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) قیل وقال۔

یعنی خواہ مخواہ دوسروں کے متعلق بے سروپا باتیں پھیلانا اور بے پر کی اڑانا کہ ایک شخص اسکے بارے میں یہ کہہ رہا تھا اور ایک مجلس میں اسکے متعلق یہ یہ باتیں ہورہی تھیں۔ یعنی سنی سنائی باتوں کو بغیر کسی تحقیق وفائدہ کے آگے چلانا۔ چونکہ یہ ایک غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے اس لئے اسکو ناپسندیدہ سمجھ کر اس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع (صحیح مسلم: مقدمہ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، رقم الحدیث ٦) کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے۔

(۲) کثرت سوال۔

اسکے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ خواہ مخواہ من گھڑت مسائل علماء سے پوچھنا جنکا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں چونکہ یہ بھی ایک بیکار مشغلہ ہے اسلئے اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیه (ترمذی: کتاب الزھد، باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بھا الناس، رقم ۲۲۳۹)

دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ مال یا دیگر اشیاء لوگوں سے بکثرت مانگے جس سے وہ تنگ آ جائیں کہ دیتے ہیں تو دل نہیں چاہتا اور نہیں دیتے تو اسکی ناراضگی لازم۔ تو یہ بھی کوئی پسندیدہ عادت نہیں اسلئے اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

(۳) اضاعت مال۔

مال کو اللہ تعالی نے قوام زندگی بنایا ہے۔ اگر اسکی حفاظت کی جائیگی تو بوقت ضرورت کام آئے گا اور اگر فضولیات میں اڑا دیا گیا تو بوقت ضرورت عاجزی و بے بسی مقدر بنے گی۔ اسلئے اللہ تعالی نے مال میں فضول خرچی کو منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔ لا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا (بنی اسرائیل:۲۹) کہ نہ تو اپنے ہاتھ

کو اپنی گردن سے باندھ کر رکھو (کہ ہاتھ جیب تک آہی نہ سکیں) اور نہ بالکل فراخ کردو کہ پھر (بوقت ضرورت) ملامت وحسرت زدہ ہو کر بیٹھو۔ نیز فرمایا۔ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بنی اسرائیل:۲۷) کہ فضول خرچ لوگ شیاطین کے بھائی ہیں۔ نیز ارشاد ربانی ہے۔والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالك قواما (الفرقان:٦٧) کہ رحمٰن کے خاص اور محبوب بندے وہ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور انکا خرچ کرنا ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے۔

ایک حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایاالاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة (مشکوۃ: باب الحذر والتانی فی الامور، رقم ۴۲۰) کہ خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے نیز ارشاد نبوی ہے ما عال من اقتصد (مسند احمد: مسند المکثرین من الصحابہؓ مسند عبداللہ بن مسعودؓ، رقم ۴۰۴۸) کہ وہ کبھی تنگ دست نہیں ہوگا جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ کاموں سے محفوظ رکھے آمین۔

﴿۲۳﴾

تین شخصوں کیلئے دردناک عذاب

(۱) چادر لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کیساتھ سودا نکالنے والا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ۔

(صحیح مسلم: کتاب الایمان ،باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، رقم ۱۵۴)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالی قیامت کے دن کلام نہیں فرمائیگا ،نہ انکی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی انکو پاک کرے گا ،اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جملوں کو تین مرتبہ دہرایا تو حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یہ خائب وخاسر ہوں ،اے اللہ کے رسول یہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (۱) چادر لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کے ساتھ اپنے کاروبار کو رواج دینے والا۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین حرمان نصیبوں کا ذکر ہے جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ہمکلام ہوگا، نہ انکی طرف نظر کرم کرے گا اور نہ ہی انکو گناہوں سے پاک کرے گا اور انکو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا، وہ تین حرماں نصیب شخص یہ ہیں۔

(۱) چادر لٹکانے والا۔

عرب کے لوگ اسوقت اکثر شلوار کی جگہ چادر یعنی تہہ بند باندھتے تھے اور پھر متکبر لوگ فخریہ طور پر اپنی چادر نیچے لٹکا کر اس طرح چلتے کہ چادر کے کنارے زمین پر گھسٹتے، یہ چونکہ متکبرانہ چال تھی جیسا کہ اب بھی اس کا کہیں کہیں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے تو اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

یہاں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس نے تکبر سے چادر لٹکائی ہوئی ہو یا بغیر تکبر کے لیکن دوسری حدیثوں میں اسکی تصریح موجود ہے

من جر ثوبه خیلاء لم ینظر الله الیه یو م القیمة (بخاری: کتاب اللباس، باب من جرازاره من غیر خیلاء، رقم ۵۳۳۸)

کہ جو آدمی تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا۔

نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پیٹ کچھ آگے بڑھا ہوا تھا جسکی وجہ سے انکی چادر اکثر لٹک جاتی تھی وہ اس فرمان نبوی کو سن کر بہت پریشان ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "انك لست منهم" (بخاری: کتاب الادب، باب من اثنی علی اخیہ بما یعلم، رقم ۵۶۰۲) کہ آپ ان میں سے نہیں ہیں یعنی آپکی چادر اگرچہ نیچے لٹک جاتی ہے لیکن یہ تکبر سے نہیں ہوتا اسلئے آپ کیلئے یہ وعید نہیں ہے۔

المسبل ازاره فمعناه المرخی له،الحارطرفه خیلاء کماجاء فی الحدیث الاخر.........وهذاالتقیید بالجرخیلاء یخصص عموم المسبل ازاره ویدل علی ان المرادبالوعیدمن جره خیلاء۔

(نووی شرح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، رقم ۱۵۵)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی کی چادر یا شلوار تکبر کے علاوہ کسی اور وجہ سے لٹکی ہوئی ہو مثلاً غفلت کیوجہ سے، سردی کیوجہ سے یا کسی اور وجہ سے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ مطلقاً اسکو گناہ کبیرہ سمجھنے والے اور علی الاطلاق اسپر شدت سے نکیر کرنے والے افراط کا شکار ہیں۔

(۲) احسان جتلانے والا۔

اس کا بیان چہل حدیث نمبر۲ کی حدیث نمبر ۲۸ میں صفحہ نمبر ۲۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) جھوٹی قسم کے ساتھ سودا کرنے والا۔

اس کا بیان حدیث نمبر ۱۸ کے ذیل میں صفحہ نمبر ۱۱۳ پر گزر چکا ہے۔
وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

﴿۲۴﴾

تین شخص خدا کی ہمکلامی سے محروم

(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، وَلَا یُزَكِّیْهِمْ، قَالَ اَبُوْمُعَاوِیَةَ: وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: شَیْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔

(صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، رقم ۱۵۶)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالی قیامت کے دن بات نہیں فرمائیگا، نہ انکو پاک کرے گا، نہ ہی انکی طرف دیکھے گا اور انکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین اور ایسے شخصوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالی کیساتھ ہمکلامی کے شرف سے محروم ہونگے اور خدا تعالی کی نظر کرم سے بھی محروم ہونگے اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کیا جائیگا اور دردناک عذاب دیا جائیگا۔

وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) بوڑھا زانی۔

اس کا ذکر چہل حدیث نمبر۳ کی حدیث نمبر۱۶ کے ذیل میں صفحہ نمبر۳۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) جھوٹا بادشاہ۔

جھوٹا بادشاہ اتنی سزاؤں کا مستحق اس وجہ سے ہے کہ جھوٹ اگرچہ سب کیلئے حرام ہے چاہے وہ امیر ہو یا فقیر اور بادشاہ ہو یا گدا۔لیکن عموماً جھوٹ وہ بولتا ہے جسکو کسی سے ڈر ہوتا ہے کہ اگر میں نے سچ بتادیا تو پھر میری خیر نہیں دوسرا شخص مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے،تو بادشاہ کو کسی سے کیا ڈر ہے مملکت میں سب سے زیادہ مضبوط اور طاقتور شخص وہی ہے وہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اسکی کوئی مجبوری نہیں ہے بلکہ وہ جھوٹ کو ہلکا سمجھتے ہوئے اور حکم خداوندی کی بے وقعتی کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اسلئے وہ اتنی سزاؤں کا مستحق ہے۔

(۳) متکبر فقیر۔

اس کا ذکر چہل حدیث نمبر۳ کی حدیث نمبر۱۶ کے ذیل میں صفحہ نمبر۳۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۲۵﴾

تین جنتی آدمی

(۱) صدقہ کرنے والا، نیک، عادل بادشاہ (۲) قرابت دار، مسلمان کیلئے رحیم ونرم دل (۳) سوال سے بچنے والا عیالدار

حدیث:

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:.........اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِىْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ...... (صحیح مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا ،باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اھل الجنۃ ،رقم الحدیث ۵۱۰۹)

ترجمہ:

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا.........تین شخص جنتی ہیں (۱) عادل بادشاہ جو صدقہ کرنے والا اور نیک ہو (۲) ایسا آدمی جو ہر قرابت دار اور مسلمان کیلئے رحیم ونرم دل ہو (۳) پاکدامن سوال سے بچنے والا عیال دار......

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین بہشتی آدمیوں کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اگر تم دنیا میں کسی بہشتی آدمی کو دیکھنا چاہتے ہو تو ان تین صفات کے حامل آدمیوں کو تلاش کرو اگر تم انکو پالو تو سمجھ لو کہ تم نے بہشتی آدمیوں کو دیکھ لیا کیونکہ انکا بہشتی ہونا یقینی ہے۔ وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) عادل بادشاہ جو صدقہ کرنے والا اور نیک ہو۔

اللہ تعالی کے اسمائے حسنی میں سے ایک العدل اور دوسرا المقسط ہے ان دونوں کا معنی ہے عدل وانصاف کرنے والا۔

چونکہ اللہ خود عدل وانصاف کرنے والا ہے اس لئے وہ اپنے بندوں میں بھی اس صفت کو پسند کرتا ہے۔ عدل وانصاف سے کام لینا ہر ایک کا دینی واخلاقی فریضہ ہے تاہم سب سے زیادہ اسکو قائم کرنے کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ با اختیار ہے، نیز اسکو سربراہ کے طور پر اسی لئے چنا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی رعیت میں ظلم و ناانصافی کو نہ پنپنے دے، خود بھی عدل وانصاف سے کام لے اور دوسروں کو بھی اسکا پابند بنائے، لیکن جب کوئی سربراہ بن جاتا ہے اور اسکے پاس وسیع اختیارات آ جاتے ہیں تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ اب جو بادشاہ ایسا ہو جو باوجود اقتدار و اختیار کے کسی پر ظلم نہ کرے بلکہ ہر ایک کو اسکا حق دلوائے اور اسکے حقوق کسی کو غصب نہ کرنے دے تو اس آدمی کے جنتی ہونے میں کیا تردد ہے؟ خصوصا جب وہ اسکے علاوہ کئی اور خوبیوں کا بھی مالک ہو کہ نیک سیرت اور نیک کردار بھی ہو اور غرباء اور فقراء کے درد اور مجبوریوں کو بھی سمجھتا ہو پھر انکا قومی وسائل سے بھی مداوا کرتا ہو اور ذاتی صدقات سے بھی انکی اعانت و مدد کرتا ہو۔

(۲) جو ہر قرابت دار اور مسلمان کیلئے رحیم و نرم دل ہو۔

نرمی اور رحم یہ دونوں صفتیں اللہ تعالی کو بہت محبوب ہیں ہر انسان وحیوان کیساتھ ان صفات سے پیش آنا چاہیئے پھر مسلمانوں اور قرابت داروں کا حق چونکہ زیادہ ہے اسلئے وہ ان صفات کے زیادہ مستحق ہیں ایک حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ (بخاری: کتاب استتابۃ المرتدین، باب اذا عرض الذمی وغیرہ بسب النبی ولم یصرح، رقم ۶۴۱۵) کہ اللہ خود نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے پس جو اللہ کی مخلوق کیساتھ نرمی اور رحمدلی کے ساتھ پیش آئے گا اللہ تعالی بھی اسکے ساتھ انہی صفات سے پیش آئے گا اور اسکو اپنی رحم کی جگہ بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ایک حدیث مبارک میں ہے الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی

الارض یرحمکم من فی السماء (ترمذی: کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، رقم ۱۸۴۷) کہ رحم کرنے والے پر رحمٰن رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(۳) سوال سے بچنے والا عیالدار۔

عیال زیادہ اور مال کم ہو تو ایسے آدمی کی زندگی بڑی تلخ ہوتی ہے کہ ضروریات اور حوائج بہت ہوتی ہیں اور اسکی کمائی ان سب مصارف پر پوری نہیں آسکتی، بے چارہ کبھی قرض لیکر گزارہ کرتا ہے اور کبھی بچوں کا پیٹ کاٹ کر کسی سوراخ کو بند کرتا ہے، اس طرح بڑی مشکل اور عسرت کی زندگی گزارتا ہے، لیکن کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا، نہ اپنی خستہ حالت کا کسی کے سامنے اظہار کرتا ہے، یہ خود دار شخص کسی سے سوال نہ کر کے اپنے خدا کی شکایت بھی نہیں کرتا اور خلق خدا پر بوجھ ڈال کر انکو پریشان بھی نہیں کرتا اسلئے یہ شخص بھی یقیناً جیتا جاگتا جنتی ہے۔

﴿۲۶﴾

تین آدمیوں کیلئے مانگنا جائز

(۱) جس نے کوئی چٹی اٹھالی (۲) جسکو کوئی آفت پہنچ گئی (۳) جسکو فاقہ پہنچ گیا

حدیث:

عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْئَلُهُ فِيْهَا فَقَالَ: اَقِمْ حَتّٰى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا قَالَ: ثُمَّ قَالَ: يَاقَبِيْصَةُ! اِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلٰثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُوْمَ ثَلٰثَةٌ مِنْ ذَوِى الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَ قِوَامًا مِّنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ سِدَادًا مِّنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَاقَبِيْصَةُ سُحْتًا يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔

(صحیح مسلم: کتاب الزکوۃ، باب من تحل لہ المسئلۃ، رقم الحدیث ۱۷۳۰)

ترجمہ:

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک چٹی اٹھالی پھر اسی کے سلسلے میں سوال کی غرض سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقے کا مال آجائے پھر اسمیں سے ہم تمہارے لئے حکم

دیں گے۔ پھر فرمایا اے قبیصہ تین آدمیوں کے علاوہ کسی کیلئے سوال کرنا جائز نہیں (۱) وہ آدمی جس نے کوئی چٹی اٹھالی تو اسکے لئے سوال جائز ہے یہاں تک کہ وہ اسکو پالے پھر رک جائے (۲) وہ آدمی جسکو کوئی آفت پہنچی جس نے اسکے مال کو ہلاک کر ڈالا پس اسکے لئے بھی سوال جائز ہے یہاں تک کہ وہ زندگی گزارنے کے قابل مقدار حاصل کرلے (۳) وہ آدمی جسکو فاقہ پہنچ جائے تو اسکے لئے بھی سوال جائز ہے یہاں تک کہ وہ زندگی گزارنے کے قابل مقدار حاصل کرلے۔

اے قبیصہ انکے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے جنکے لئے لوگوں سے سوال کرنا اور مالی امداد مانگنا جائز ہے۔

(۱) جس نے کوئی چٹی اٹھالی۔

مثلاً دو شخصوں یا دو قبیلوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے انکے باہم لین دین کی رقم اپنے ذمے لے لی یا قاتل کو قصاص سے بچانے کیلئے مقتول کے ورثاء سے مصالحت کی اور بدل صلح اپنے ذمہ لے لیا اور اکیلا اسکی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو اسکے لئے سوال کرنا اور مالی مدد مانگنا جائز ہے بشرطیکہ اسمیں بے جا اصرار نہ ہو۔

اسکو سوال کرنے کی اجازت اسلئے دی گئی ہے کہ اس سے عزت نفس مجروح نہیں ہوتی بلکہ یہ الٹا اسکے لئے سرمایۂ افتخار بن جاتا ہے۔

(۲) جسکو کوئی آفت پہنچی۔

مثلاً سیلاب، زلزلہ یا دیگر کسی آسمانی یا زمینی آفت سے اسباب معیشت تباہ ہو گئے تو یہ بھی سنبھلنے تک چند دن امداد لے سکتا ہے اور مانگ بھی سکتا ہے۔

(۳) جسکو فاقہ پہنچ جائے۔

مثلاً کمانے کی قوت کسی بیماری یا معذوری سے متاثر ہوگئی یا روزگار کے مواقع معدوم ہو گئے تو یہ بھی مجبوری کے دنوں میں سوال کر سکتا ہے۔

فائدہ:

حدیث مبارک میں جو تین آدمیوں کی گواہی دینے کا ذکر ہے اسکی ضرورت اس وقت ہے جب لوگ پہلے سے اسکو مالدار جانتے ہوں کہ اس صورت میں اسکے مال کے تلف ہو جانے یا تنگ دست ہو جانے پر صرف اسکی بات قبول نہیں کی جائیگی جب تک اسکو جاننے والے تین سمجھدار آدمی اسکی گواہی نہ دیدیں باقی اگر وہ مالداری کے ساتھ پہلے بھی معروف نہ تھا تو پھر ان گواہوں کی ضرورت نہیں۔

اس حدیث کی کچھ مزید تشریح حدیث نمبر ۳۵ کے ذیل میں ص ۱۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۲۷﴾

حضور ﷺ کی تین وصیتیں

(۱) مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا (۲) آنے والے وفود کو ویسے نوازتے رہنا جیسے میں ان کو نوازا کرتا تھا (۳) تیسری بات راوی کو بھول گئی

حدیث:

عَنْ سَعِيدِبْنِ جُبَيْرٍعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ......أُوصِيكُمْ بِثَلَاثٍ:أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِالْعَرَبِ،وَأَجِيزُوا الْوَفْدَبِنَحْوِ مَاكُنْتُ أُجِيزُهُمْ،قَالَ:وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِأَوْ قَالَهَافَأُنْسِيتُهَا۔

(صحیح مسلم: کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شیء.....، رقم ۳۰۸۹)

ترجمہ:

حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں (۱) مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا (۲) آنے والے وفود کو ویسے نوازتے رہنا جیسے میں ان کو نوازا کرتا تھا (۳) سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں تیسری بات سے ابن عباسؓ خاموش رہے یا انہوں نے بیان کی اور میں بھول گیا۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیثِ پاک میں آپ ﷺ کی تین وصیتوں کا ذکر ہے

(ا) مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔

اللہ تعالی نے اسلام کو بطور دین پوری دنیا کیلئے تجویز فرمایا لیکن بعض خصوصیات کی وجہ سے اس کی جنم بھومی کے طور پر خطۂ عرب کو منتخب فرمایا، پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت بھی یہیں سے فرمائی اور آپ ﷺ کی صحبت و رفاقت اور مدد و نصرت کیلئے اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور حفاظت کیلئے بھی سب سے پہلے عربوں سے کام لیا، پھر مکہ اور مدینہ کو مرکز اسلام بنایا اور پورے جزیرۃ العرب کو اس کی حریم بنا دیا تا کہ اسلام اپنے مرکز میں محفوظ رہے اور پوری دنیا اس عالمگیر چشمہ سے سیراب ہوتی رہے اور تشنگی بجھاتی رہے، تو اس حفاظت کیلئے یہ انتظام فرمایا کہ یہاں کسی غیر مسلم کو نہ رہنے دیا جائے جس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ یہ ارضِ مقدس غیر اسلامی روایات سے بالکل نا آشنا رہے گی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمنانِ اسلام کو مرکزِ اسلام کی کسی کمزوری کا علم نہیں نہ ہو سکے گا، اسلئے آپ ﷺ نے اپنی آخری وصیتوں میں سے ایک وصیت یہ فرمائی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا دیگر روایات میں یہود و نصاری کو نکالنے کا ذکر بھی موجود ہے، مقصد یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کو تمام غیر مسلموں سے پاک کر دینا چاہے ان کا تعلق مشرکین سے ہو یا یہود و نصاری یا ان کے علاوہ کسی اور غیر مسلم قوم سے تا کہ مرکز اسلام غیر مسلموں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکے۔

فائدہ:

امام ابو عبیدہؒ نے جزیرۃ العرب کی حدود اربعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جزیرۃ العرب طولاً یمن سے عراق تک اور عرضاً جدہ سے شام تک کے علاقے کا نام ہے۔

فائدہ:

کفار جزیرۃ العرب میں رہائش نہیں رکھ سکتے لیکن سفر کر سکتے ہیں۔

(۲) آنے والے وفود کو میری طرح نوازتے رہنا۔

آپ ﷺ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے بانی اور حکمران بھی تھے اسلئے مختلف علاقوں سے آپ ﷺ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے رہتے تھے جن میں سے بعض وفاداری کا یقین دلانے کیلئے ،بعض حالات کی تفتیش کیلئے ،بعض دین سیکھنے کیلئے اور بعض اپنی حاجات وغیرہ کیلئے آتے تھے، آپ ﷺ ان سب کا بہت اکرام فرماتے ،ان کو رہائش دیتے ،ان کے کھانے کا انتظام فرماتے ،ان کو باریابی کا شرف بخشتے ،ان کی بات توجہ سے سنتے ،ان کی ضروریات پوری فرماتے اور پھر باصد عزت واحترام انہیں رخصت فرماتے کئی مرتبہ انہیں آنے جانے کا کرایہ اور سفر خرچ بھی مرحمت فرماتے کیونکہ آپ ﷺ یہ سمجھتے تھے کہ یہ اپنے علاقے کے لوگوں کے سفیر اور نمائندے ہیں یہ اگر مطمئن ہوکر جائیں گے تو اپنے علاقوں میں اسلام کے سفیر اور نمائندے بنیں گے اور اگر ناخوش اور غیر مطمئن ہوکر گئے تو اشاعتِ اسلام کا کام سست روی کا شکار ہو جائے گا۔

تو آپ ﷺ اپنے بعد اپنی خلافت سنبھالنے والوں کو بھی یہ نصیحت اور وصیت فرمارہے ہیں کہ میرے بعد آنے والے وفود کے ساتھ تم بھی ویسا ہی معاملہ کرنا جیسا میں ان کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس روایت کو چھوڑ دو اور لوگ اسلام سے بدظن ہونا شروع ہو جائیں اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام رک جائے۔

(۳) راوی کو بھول گئی۔

تیسری بات راوی حدیث حضرت سعید بن جبیرؒ کو بھول گئی، آپؒ فرماتے ہیں کہ یا تو حضرت ابن عباسؓ نے وہ بیان نہیں کی یا انہوں نے بیان کی لیکن میں بھول گیا، بہرحال اب راوی کو معلوم نہیں کہ تیسری چیز کونسی تھی جس کی آپ ﷺ نے وصیت فرمائی۔

مہلبؒ اپنی تحقیق سے فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت لشکرِ اسامہ کو روانہ کرنے کی تھی کہ حالات کچھ بھی ہو جائیں یہ لشکر ضرور روانہ کرنا جس کی تعمیل حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں فرمائی۔

داودیؒ اور ابن تینؒ فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت قرآن کے بارے میں تھی کہ اس کو مضبوطی

کے ساتھ تھامے رکھنا۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ شاید تیسری وصیت وہ ہو جو دیگر روایات میں آئی ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنادینا جس کی پوجا کی جانے لگے، اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ تیسری وصیت نماز اور غلاموں کے بارے میں ہو جس کا ذکر دوسری روایات میں موجود ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

﴿۲۸﴾

تین اوقات نمازوں کے لئے ممنوع

(۱) طلوع شمس (۲) زوال شمس (۳) غروب شمس

حدیث:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيْهِنَّ اَوْ اَنْ نَقْبُرَ فِيْهِنَّ مَوْتَانَا :حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ ،وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ، وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ۔

(مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، الاوقات التی نھی عن الصلوۃ فیھا، رقم ۱۳۷۳)

ترجمہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اوقات میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نمازیں پڑھنے اور مردے دفنانے سے منع فرماتے تھے (۱) جب سورج عین طلوع ہو رہا ہو یہاںتک کہ بلند ہو جائے (۲) ٹھیک دوپہر کے وقت جب سایہ رک جائے یہاںتک کہ سورج ڈھل جائے (۳) جب غروب کے قریب ہو جائے یہاںتک کہ غروب ہو جائے ۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین اوقات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ہر قسم کی نماز ممنوع ہے چاہے وہ فرض، واجب، نفل ہو یا نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ۔ وہ تین اوقات یہ ہیں۔

(۱) طلوع شمس۔

یعنی جب سورج عین طلوع ہو رہا ہو اور افق پر اسکا اوپر والا کنارہ ظاہر ہو جائے تو اس وقت کسی قسم کی نماز جائز نہیں ہے نہ ادا، نہ قضا، یہانتک کہ وہ افق پر مکمل نمودار ہو کر ایک دو نیزے کی مقدار بلند ہو جائے تو پھر سب نمازیں جائز ہو جاتی ہیں۔

(۲) زوال شمس۔

یعنی جب سورج عین وسط آسمان میں ہو اور مشرق و مغرب سے اسکا فاصلہ برابر ہو جائے یہانتک کہ وہ ڈھل جائے اور اسکا مشرق کی بہ نسبت مغرب کیطرف فاصلہ کم ہو جائے تو اسکے بعد ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور قضا اور نفل نمازیں وغیرہ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

(۳) غروب شمس۔

یعنی جب سورج کی ٹکیہ مغربی افق سے نیچے اترنا شروع ہو جائے یہانتک کہ مکمل اتر جائے تو پھر مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دیگر نمازیں بھی سب جائز ہو جاتی ہیں۔

فائدہ:

نقبر فیھا موتانا سے ہمارے نزدیک اسکا مجازی معنی نماز جنازہ مراد ہے نہ کہ اسکا حقیقی معنی دفن، جیسا کہ بظاہر لفظوں سے سمجھ آرہا ہے۔ اور اسکی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، لہذا دفن اس وقت ممنوع نہ ہوگا، اور اگر اسکو اپنے ظاہر پر رکھا جائے جیسا کہ امام احمدؒ کا مسلک ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ سورج کے غروب ہونے کے وقت جو دفن میں مشغول ہونگے وہ مغرب کی نماز اول وقت میں نہیں پڑھ سکیں گے جو بالاتفاق مکروہ ہے۔

فائدہ:

ان تین اوقات میں نمازوں کی ممانعت کی وجہ ستارہ پرستوں کی مشابہت سے بچنا ہے کیونکہ ستارہ پرست ان تین اوقات میں سورج کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اسکی پوجا کرتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم

﴿۲۹﴾

امتِ محمدیہ کی تین خصوصیات

(۱) اس کی صفیں فرشتوں کی صفوں کے مطابق بنائی گئی ہیں (۲) اس کیلئے تمام روئے زمین نماز گاہ بنادیا گیا ہے (۳) اس کیلئے پانی نہ ہونے پر مٹی کو طہارت کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔

حدیث:

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْرًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ۔

(صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، رقم الحدیث ۸۱۱)

ترجمہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں باقی لوگوں پر تین چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے (۱) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنایا گیا ہے (۲) ہمارے لئے تمام روئے زمین کو نماز گاہ بنادیا گیا ہے (۳) ہمارے لئے زمین کی مٹی کو طہارت کی چیز بنادیا گیا ہے جب ہم پانی نہ پائیں۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ کی تین خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) اس کی صفیں فرشتوں کی صفوں کے مطابق بنائی گئی ہیں۔

فرشتے بندگی کیلئے رب تعالیٰ کی بارگاہ جلال میں صف در صف کھڑے ہوتے ہیں، ان کی صفیں ایک دوسری سے آگے پیچھے منظم اور باترتیب ہوتی ہیں، وہ صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں اور بیچ میں جگہ خالی نہیں چھوڑتے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی عبادت کیلئے ان کی طرح صفوں کی شکل عطا فرمائی جیسا کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

''کیا تم ایسے صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے بناتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! فرشتے کیسے صفیں بناتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ پہلے اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں''

(صحیح مسلم: کتاب الصلوۃ، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ، رقم الحدیث ۶۵۱)

(۲) اس کیلئے تمام روئے زمین نماز گاہ بنادیا گیا ہے۔

باقی امتوں کی عبادت عبادتخانوں تک محدود تھی اس امت کو اللہ تعالیٰ نے یہ سہولت عطا فرمادی کہ جہاں بھی نماز پڑھنا چاہے گھر میں، دکان میں، دفتر میں، کھیت میں یا راستے کے کنارے پر پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ وہ جگہ پاک ہو، یہ الگ بات ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

(۳) اس کیلئے پانی نہ ہونے پر مٹی کو طہارت کا ذریعہ بنادیا گیا ہے۔

باقی امتوں کیلئے پانی کے ساتھ طہارت ضروری تھی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ اگر کسی جگہ پانی نہ ہو یا پانی تو ہو لیکن اس کا استعمال مضر ہو تو مٹی سے تیمم کر سکتی ہے اور اس کے ساتھ بھی ویسی ہی طہارت حاصل ہوتی ہے جیسی پانی کے ساتھ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احدمنکم من الغائط اولمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه (المائدہ:۶) کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ملاپ کیا ہو اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو کہ اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔

فائدہ:

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب فتح الباری کی کتاب التیمم میں حدیث نمبر۳۲۳ کے ذیل میں لکھا ہے کہ امام ابوسعید نیشاپوریؒ نے اپنی کتاب ''شرف المصطفی'' میں آپ ﷺ کی ساٹھ خصوصیات ذکر فرمائی ہیں جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملیں۔

﴿۳۰﴾

تین ناجائز کام

(۱) امام کا اپنے لئے دعا مانگنا (۲) بغیر اجازت گھر کے اندر جھانکنا (۳) تقاضے کے وقت نماز پڑھنا

حدیث:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ: لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يُصَلِّيْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ۔

(سنن ابی داود: کتاب الطھارۃ، باب ایصلی الرجل وھو حاقن، رقم ۸۳)

ترجمہ:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کام ایسے ہیں کہ کسی کیلئے انکا کرنا حلال نہیں (۱) کوئی آدمی کسی قوم کی اس طرح امامت نہ کرے کہ انکو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا مانگے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی (۲) کوئی آدمی اجازت حاصل کرنے سے قبل کسی گھر کے اندر نہ دیکھے اگر اس نے اس طرح کیا تو گویا وہ اندر داخل ہو گیا (۳) کوئی آدمی اس حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اسکو پیشاب زور کر رہا ہو یہاں تک کہ وہ ہلکا ہو لے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین کاموں کا ذکر ہے جنکا ارتکاب کرنا کسی کیلئے جائز نہیں

(۱) امام کا صرف اپنے لئے دعا کرنا۔

امام پوری جماعت کا نمائندہ ہوتا ہے تو نمائندگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی پوری جماعت کا خیال رکھے، جو دعا مانگے انفرادی شان سے نہ مانگے بلکہ اجتماعی سوچ سے مانگے مثلاً یوں نہ کہے اے اللہ میرے گناہ معاف فرما، یا میری حاجات پوری فرما، میری اولاد کو نیک بنا، بلکہ یوں کہے اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہماری حاجات پوری فرما، ہماری اولادوں کو نیک بنا وغیرہ۔ اگر امام نے جماعت کی نماز کے بعد اکیلے اپنی ذات کیلئے دعائیں مانگیں اور جماعت کیلئے نہ مانگیں جبکہ پوری جماعت اسکی دعاؤں پر آمین کہہ رہی ہے تو اس نے اپنی جماعت کے اس حق میں انکی خیانت کی۔

(۲) بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا۔

قرآن مجید میں دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے روکا گیا ہے ارشاد خداوندی ہے یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتیٰ تستا نسوا و تسلموا علی اھلھا۔ (سورۃ النور: ۲۷) وجہ اسکی یہ ہے کہ گھر آدمی کا خلوت خانہ ہے جس میں آدمی بے تکلفی اور آزادی کیساتھ زندگی گزارتا ہے جس میں کئی مرتبہ مستورات اپنے کپڑے نہیں سنبھال سکتیں مثلاً کبھی اوڑھنی سر سے سرک جاتی ہے کبھی کوئی کام کرنے کیلئے آستین چڑھانا پڑتی ہے، کبھی نہانا دھونا بھی ہوتا ہے تو بلا اجازت واطلاع داخل ہونے سے غیر محارم پر نظر ڈالنے اور گھر کی مخصوص نجی زندگی میں بے جا مداخلت کا ارتکاب لازم آتا ہے جو شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً بالکل ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل تو نہ ہو لیکن باہر سے اندر کا پورا نظارہ کرلے تو اس میں اور اندر داخل ہونے والے میں کیا فرق رہ جائیگا؟ اسلئے فرمایا گیا کہ بلا اجازت جھانکنا ایسے ہی ہے جیسے بلا اجازت داخل ہونا۔

(۳) تقاضے کی حالت میں نماز پڑھنا۔

نماز اللہ تعالی کیساتھ رابطے کا ذریعہ اور مناجات کی ایک صورت ہے جو آدمی جتنا اطمینان کی حالت میں ہوگا اتنا وہ نماز خشوع وخضوع اور توجہ سے پڑھ سکے گا اور جتنا بے اطمینانی اور بے سکونی کی کیفیت میں ہوگا اتنا نماز میں خشوع وخضوع اور توجہ قلبی سے محروم ہوگا تو پیشاب کے تقاضے کے وقت

بھی آدمی کی توجہ نماز کیطرف کم ہوگی اور اپنے طبعی تقاضے کیطرف زیادہ۔ اسلئے اس سے منع کیا گیا ہے کہ کوئی اس حالت میں نماز پڑھے، بلکہ پہلے تقاضے سے فراغت حاصل کرلے پھر اطمینان سے نماز پڑھے۔ اسی طرح ہر ایسی حالت میں نماز پڑھنا منع ہے جس میں دھیان نماز کیطرف نہ ہو سکے مثلاً پاخانے یا ہوا کا زور ہو رہا ہے یا شدید بھوک لگی ہوئی ہے اور کھانا بھی حاضر ہے۔

﴿۳۱﴾

ایک گولی سے تین شخصوں کا جنت میں داخلہ

(۱) بنانے والا (۲) چلانے والا (۳) پکڑانے والا

حدیث:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُدْخِلُ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِہٖ الْخَیْرَ، وَالرَّامِیَ بِہٖ، وَمُنْبِلَہٗ وَارْمُوْا وَارْکَبُوْا۔ وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْکَبُوْا......

(ابوداود: کتاب الجھاد، باب فی الرمی، رقم الحدیث ۲۱۵۲)

ترجمہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل ایک تیر کیوجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا (۱) اسکے بنانے والے کو بشرطیکہ وہ اسکے بنانے میں نیکی کا ارادہ رکھتا ہو (۲) اس تیر کے چلانے والے کو (۳) تیر پکڑانے والے کو۔ تیر انداز بنو اور شہسوار بنو اور تمہارا تیر انداز بننا میرے نزدیک تمہارے شہسوار بننے سے زیادہ پسندیدہ ہے......

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ جہاد کی فضیلت ارشاد فرما رہے ہیں کہ جہاد میں ایک تیر کیوجہ سے تین شخصوں کو جنت کا داخلہ مل جاتا ہے۔ وہ تین شخص یہ ہیں۔

(ا) تیر بنانے والا۔

(۲) تیر چلانے والا۔

(۳) تیر پکڑانے والا۔

بشرطیکہ یہ تینوں اپنے اپنے فعل سے اللہ کی رضا کے حصول کے خواہشمند ہوں، کوئی اور اخلاص کے منافی جذبہ بیچ میں کارفرما نہ ہو۔ جہاد سے اصل مقصد کفر اور کفار کا زور توڑنا ہے تیر، گولی یا کارتوس اسکا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اب تیر چلانے والا تو براہ راست کفار کو نشانہ بنا رہا ہے اس وجہ سے وہ اس اجر یعنی دخول جنت کا مستحق ہے، اسی طرح تیر پکڑانے والا بھی اس نیکی کے کام میں اسکا تعاون کر رہا ہے اسلئے وہ بھی اس اجر کا مستحق ہے اور جس نے گولی، کارتوس بنایا ظاہر ہے کہ اس نے بھی نیکی کے کام میں تعاون کیا کیونکہ اگر وہ نہ بناتا تو یہ مجاہد اسکو چلاتا یا پکڑاتا کس طرح ؟ اسلئے اسکو بھی پورا اجر ملے گا بشرطیکہ اسکی نیت جہاد میں حصہ ڈالنے کی ہو۔

کتنی خدا تعالی کی عنایت ہے کہ ایک گولی کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت مرحمت فرما دیتے ہیں۔

؎ خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال　　آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے۔

﴿۳۲﴾

تین پسندیدہ کھیل

(۱) گھوڑے کو تربیت دینا (۲) بیوی سے پیار کرنا (۳) تیر اندازی کرنا

حدیث:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:...... لَيْسَ مِنَ اللَّهْوِ اِلَّا ثَلَاثٌ: تَأْدِيْبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتُهُ اَهْلَهُ، وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ۔ وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْىَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْ قَالَ كَفَرَهَا۔

(ابوداود: کتاب الجھاد، باب فی الرمی، رقم الحدیث۲۱۵۲)

ترجمہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ......کوئی کھیل پسندیدہ نہیں ہے سوائے تین کے (۱) اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا (۲) بیوی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ (۳) اپنے تیر کمان سے تیر اندازی کرنا۔ اور جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دے تو اس کو جان لینا چاہئے کہ تیر اندازی ایک نعمت تھی جو اس نے چھوڑ دی یا یہ فرمایا کہ اس نے نعمت کی ناقدری کی۔

تشریح:

یہ حدیث مبارک درحقیقت سابقہ حدیث کا حصہ ہے۔ مستقل عنوان کی وجہ سے اسکو الگ کردیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں تین پسندیدہ کھیلوں کا ذکر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کھیل کود دیسے کوئی اچھی چیز نہیں کیونکہ اس میں خوانخواہ قیمتی وقت بلکہ قیمتی زندگی کا ضیاع ہے کہ انسان کا مقصد تخلیق عبادت پروردگار ہے اور یہ سرگرمیاں اسکے منافی ہیں لیکن تین کھیل البتہ پسندیدہ ہیں،

(۱) گھوڑے کو تربیت دینا۔

(۲) بیوی کیساتھ پیار کرنا۔

(۳) تیراندازی کرنا۔

یہ تین کھیل اسلئے پسندیدہ قرار دیئے گئے ہیں کہ ان میں سے پہلے اور تیسرے کا براہ راست جہاد سے تعلق ہے تو یوں سمجھا گیا کہ یہ درحقیقت کھیل نہیں بلکہ میدان جہاد کی عملی تیاری ہے۔اور دوسرا اسلئے پسندیدہ ہے کہ وہ عفت و پاکدامنی کا ذریعہ ہے۔کیونکہ جو جتنا اپنی بیوی کیساتھ محبت رکھے گا اور اس سے پیار کرے گا اتنا وہ کسی اور کیطرف نظر نہیں اٹھائے گا اور جو جتنا اپنی بیوی سے متنفر اور بیزار ہوگا اتنا وہ بدنظری، بدفکری اور بدعملی کا شکار ہوگا۔

﴿۳۴﴾
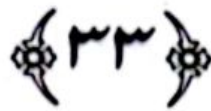
تین چیزیں اصل ایمان

(۱) کلمہ پڑھنے والے کے قتل سے رک جانا (۲) جہاد کو جاری رکھنا (۳) تقدیر پر ایمان رکھنا

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ: اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ۔

(ابوداود: کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع ائمة الجور، رقم الحدیث ۲۱۷۰)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں (۱) لا الہ الا اللہ پڑھنے والے سے ہاتھ روک لینا۔ اور ہم اسکو کسی گناہ کیوجہ سے کافر نہ سمجھیں اور نہ اسکو کسی عمل بد کیوجہ سے خارج از اسلام سمجھیں (۲) جہاد جاری رہے گا جب سے مجھے اللہ نے بھیجا ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے جنگ کرے گا، نہ اسکو کسی ظالم کا ظلم باطل کر سکے گا اور نہ ہی کسی عادل کا عدل (۳) تقدیر پر ایمان۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر ہے جو ایمان کی اصل اور بنیاد ہیں۔

(۱) کلمہ پڑھنے والے کے قتل سے رک جانا۔

سچا مجاہد جہاد اسلئے کرتا ہے تا کہ اسلام کا کلمہ غالب و سر بلند ہو اب اسکے سامنے اگر کوئی شخص اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے تو اسکو اسے اپنا مسلمان بھائی سمجھنا چاہئے اور اسکی جان، مال، عزت وآبرو کا محافظ بن جانا چاہئے۔ اگر یہ اسکو اسکے کلمہ پڑھنے کے باوجود اور اللہ تعالی کی وحدانیت اور رسول پاک ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے کے باوجود بھی قتل کرتا ہے تو اسکا مطلب واضح ہے کہ یہ خود اس کلمہ کے ساتھ مخلص نہیں ورنہ جس کلمے کی ترویج واشاعت اور سر بلندی کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہے اسی کلمے کا پڑھنے والا اسکے ہاتھوں سے کیوں محفوظ نہ ہوتا؟ اسکا ایک کلمہ گو مسلمان کو قتل کر دینا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ خود اس کا اس کلمہ پر ایمان نہیں اور اسکا ''جہاد'' کلمہ اسلام کی سر بلندی کیلئے جہاد نہیں بلکہ فی سبیل اللہ فساد ہے۔

(۲) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔

حقیقی جہاد اسلام کا محافظ ہے اور اسلام نے قیامت تک رہنا ہے تو اسکے محافظ جہاد نے بھی قیامت تک رہنا ہے، جو شخص جہاد کے منسوخ ہو جانے کا عقیدہ رکھتا ہے جیسے قادیانی مرزائی وغیرہ تو وہ درحقیقت اسلام کے منسوخ ہونے کا یقین رکھتا ہے اسلئے اسکا ایمان سے قطعاً تعلق نہیں۔

(۳) تقدیر پر ایمان۔

تقدیر پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے جسکا ذکر ''ایمان مفصل'' کے اندر بھی موجود ہے اور ارشاد خداوندی ہے۔ خلق کل شئ فقدرہ تقدیرا (الفرقان:۲) کہ ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا اور اسکے لئے ایک اندازہ بھی مقرر فرمایا۔ مثلاً یوں کہ یہ چیز کتنی ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ کیسے ہوگی؟ کب تک ہوگی؟ وغیرہ اسی کو تقدیر کہتے ہیں اللہ تعالی ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتے ہیں کہ اسکا آغاز کیسا ہوگا؟ درمیان کیسا ہوگا؟ اور انجام کیسا ہوگا؟ اور اسکے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بعض تقادیر اٹل ہیں جنکا کسی چیز کیساتھ کوئی تعلق نہیں ایسی تقادیر کو مبرم کہتے ہیں اور بعض تقادیر ایسی ہیں جنکا دوسری چیزوں کیساتھ تعلق ہے مثلاً یہ والدین کا فرمانبردار ہوگا تو اسکی زندگی اتنی ہوگی اور اگر نافرمان ہوگا تو اتنی

ہوگی وغیر ذالک اسکو تقدیر معلق کہتے ہیں۔

تقدیر مبرم ہو یا معلق اسپر ایمان ضروری ہے اور اس پر ایمان نہ لانا اسلام کے ایک بنیادی عقیدے سے انحراف ہے جسکا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

﴿۳۴﴾
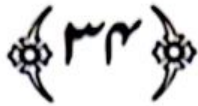
مقتول کے وارث کے تین اختیار

(۱) قصاص (۲) معافی (۳) دیت

حدیث:

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اُصِیْبَ بِقَتْلٍ اَوْ خَبْلٍ فَاِنَّهٗ یَخْتَارُ اِحْدٰی ثَلٰثٍ: اِمَّا اَنْ یَقْتَصَّ، وَاِمَّا اَنْ یَّعْفُوَ، وَاِمَّا اَنْ یَّاْخُذَ الدِّیَةَ۔ فَاِنْ اَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ وَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذَالِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

(سنن ابوداود: کتاب الدیات، باب الامام یامر بالعفو، رقم الحدیث ۳۸۹۸)

ترجمہ:

حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو جان کے قتل یا اعضاء کی کاٹ سے مصیبت پہنچائی جائے تو وہ تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتا ہے (۱) یا تو قصاص لے لے (۲) یا معاف کردے (۳) یا دیت لے لے۔ اگر وہ کسی چوتھی چیز کا خواہشمند ہو تو اسکے ہاتھ پکڑ لو۔ اور جس نے اس سے تجاوز کیا پس اسکے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں مقتول کے وارث اور مجروح کے تین اختیارات کا ذکر ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو مظلوم یا اسکا وارث ان تین اختیارات سے تجاوز کرے گا اور کسی چوتھی صورت کو اختیار کرے گا جسکا اسکو اختیار نہیں دیا گیا تو وہ شخص خود ظلم کا مرتکب ہوگا لہذا اب مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ

اسکواس ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔وہ تین اختیارات یہ ہیں۔

(۱) قصاص۔

کوئی کسی کو جان سے ماردے، یا اسکے کسی عضو کو تلف کردے تو اس پر پہلا حکم قصاص کا لاگو ہوتا ہے۔یعنی اسکے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جو اس نے مظلوم کیساتھ کیا ہے اسی کو قصاص یعنی بدلہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس و العین بالعین و الانف بالانف و الاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (المائدہ:۴۵) کہ ہم نے تورات میں بنی اسرائیل پر یہ فرض کیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور دیگر زخموں کا بھی قصاص ہے۔

یعنی کوئی قتل کردے تو اسکو بھی اسکے بدلے میں قتل کردو اور اگر آنکھ پھوڑ دے تو اسکی بھی آنکھ پھوڑ دو، ناک کاٹ لے تو اسکی بھی ناک کاٹ لو، کان کاٹ لے تو اسکے بھی کان کاٹ لو اور دانت توڑ دے تو اسکے بھی دانت توڑ دو مزید کوئی زخم کرتا ہے مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹ لیتا ہے یا سر کو پھوڑ دیتا ہے تو اسکے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرو۔یہ قصاص ہے اور مظلوم یا اسکے وارث کا پہلا اختیار یہی ہے۔اگر وہ اس پر عمل کرنا چاہے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بارے اسکی پوری مدد کرے اور اسکو بدلہ دلوائے۔

(۲) معاف کردینا۔

جس مظلوم کا کوئی عضو تلف کردیا گیا ہے یا اسکو کوئی زخم لگایا گیا ہے یا اسکے رشتہ دار کو قتل کردیا گیا ہے اسکو دوسرا اختیار یہ ہے کہ وہ معاف کرسکتا ہے یعنی جس نے ظلم کیا ہے یہ اس سے بدلہ نہ لے بلکہ اسکو فی سبیل اللہ معاف کردے اس پر اسکے لئے اجر کا وعدہ بھی ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ (المائدہ:۴۵) جو اپنے حق قصاص کا صدقہ کردے یعنی قاتل وظالم کو معاف کردے تو یہ اسکے لئے گناہوں کا کفارہ ہوگا پس اگر پوری جان یعنی قتل کا قصاص تھا اور اس نے معاف

کردیا تو اسکے سارے گناہ بخش دیئے جائینگے اور اگر آدھی دیت کا حقدار تھا اور معاف کردیا تو اسکی زندگی کی آدھی خطائیں معاف کردی جائینگی اور اگر چوتھائی دیت کا مستحق تھا اور معاف کردیا تو اسکی زندگی کے چوتھائی گناہ معاف کردیئے جائینگے۔ وعلی ھذا القیاس۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ (الشوریٰ:۴۰) کہ جو معاف کردے اور صلح کرلے تو اسکا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

(۳) دیت۔

مظلوم یا اسکے وارث کو تیسرا اختیار یہ ہے کہ وہ دیت لے سکتا ہے قتل کی دیت سو اونٹ ہے یا ایک ہزار دینار جسکی مقدار ۳۷۵ تولے سونا بنتی ہے یا دس ہزار درھم جسکی مقدار ۲۹۱۶ تولے ۸ ماشے چاندی بنتی ہے۔ اور اعضاء میں سے ناک اور زبان میں بھی پوری دیت ہے اسی طرح دونوں آنکھیں، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں ضائع کردینے کی صورت میں بھی پوری دیت ہے۔ ایک آنکھ، ایک ہاتھ یا ایک پاؤں ضائع کرنے کی صورت میں آدھی دیت ہے۔ ہاتھ پاؤں کی ایک انگلی میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور ایک دانت میں دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ مزید تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف کے آخر میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو حد سے تجاوز کرے گا اسکے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی یہ تین اختیارات تو شریعت نے اسکو دیئے ہیں ان میں سے جسکو بھی اختیار کرنا چاہے کرسکتا ہے لیکن ان تین صورتوں سے ہٹ کر کوئی قدم اٹھایا تو یہ حد سے تجاوز سمجھا جائیگا مثلاً ایک قتل کے بدلے کئی قتل کردے، یا ایک انگلی کے بدلے پورا ہاتھ کاٹ لے، یا ایک انگلی کی دیت میں پورے ہاتھ کی دیت لے لے، یا پہلے معاف کردے پھر بے خبری میں اسکو قتل کردے، یا دیت بھی لے لے اور پھر قتل بھی کردے یہ تمام صورتیں حد سے تجاوز کی ہیں اور ان سے یہ متاثرہ شخص اب مظلوم نہیں رہے گا بلکہ ظالم بن جائیگا اور اب اللہ کی مدد اسکے ساتھ نہیں بلکہ دوسرے کیساتھ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ظالم ہونے سے بھی بچائے اور مظلوم ہونے سے بھی۔

﴿۳۵﴾

صرف تین شخصوں کیلئے مانگنا حلال

(۱) خاک نشین فقیر کے لئے (۲) بھاری تاوان والے کے لئے

(۳) تکلیف دہ خون کا بدلہ دینے والے کے لئے

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ: اَمَا فِيْ بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ بَلٰى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ۔ قَالَ ائْتِنِيْ بِهِمَا قَالَ: فَاَتَاهُ بِهِمَا فَاَخَذَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَقَالَ: مَنْ يَّشْتَرِيْ هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ؟ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا، قَالَ رَجُلٌ: اَنَا اٰخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَاَعْطَاهُمَا اِيَّاهُ وَاَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَاَعْطَاهُمَا الْاَنْصَارِيَّ وَقَالَ: اِشْتَرِ بِاَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ اِلٰى اَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْاٰخَرِ قَدُوْمًا فَأْتِنِيْ بِهٖ، فَاَتَاهُ بِهٖ فَشَدَّ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْدًا بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهٗ: اِذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا اَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيْعُ فَجَاءَ وَقَدْ اَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرٰى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ اِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِثَلٰثَةٍ: لِذِيْ فَقْرٍ مُّدْقِعٍ، اَوْ لِذِيْ غُرْمٍ مُّفْظِعٍ، اَوْ لِذِيْ دَمٍ مُّوْجِعٍ۔

(سنن ابوداود: کتاب الذکوۃ، باب ماتجوز فیہ المسألۃ، رقم الحدیث ۱۳۹۸)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم پہنتے ہیں اور کچھ حصہ ہم اپنے نیچے بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آ۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ وہ یہ دونوں چیزیں آپ ﷺ کے پاس لے آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کوئی ہے جو ان دونوں چیزوں کو خرید لے؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا میں ان دونوں کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے؟ آپ ﷺ نے یہ بات دو تین بار دہرائی تو ایک آدمی نے کہا میں یہ دونوں چیزیں دو درہموں میں لیتا ہوں تو آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اسکو دیدیں اور دو درہم لے کر اس انصاری کو دے دیئے اور فرمایا ایک درہم کا کھانا لے کر گھر پہنچا اور دوسرے کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آ، وہ کلہاڑا لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ ڈالا پھر اس کو فرمایا جا لکڑیاں کاٹ اور بیچ اور پندرہ دن تک میں تجھ کو نہ دیکھوں، وہ آدمی چلا گیا لکڑیاں کاٹتا اور بیچتا رہا، پھر واپس آیا جب کہ اس کے پاس دس درہم جمع ہو چکے تھے جن میں سے کچھ کے ساتھ اس نے کپڑے خریدے اور کچھ کے ساتھ کھانا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ یہ سوال کرنا قیامت کے دن تیرے چہرے پر داغ کی شکل میں ظاہر ہو، بے شک سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے

(۱) خاک نشین فقیر کے لیے (۲) بھاری تاوان والے کے لیے (۳) تکلیف دہ خون کا بدلہ دینے والے کے لیے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ ﷺ کی حکمت وبصیرت کی کئی خوبصورت جھلکیاں نمایاں ہیں کہ کس طرح آپ ﷺ نے ایک سائل کو جو غلط راستے پر پڑ رہا تھا اپنی دانائی کیساتھ اسکو صحیح راستے پر ڈال دیا، اور اسکا مستقبل جو تاریکی میں ڈوب رہا تھا کس دانشمندی کیساتھ اسکو روشن کر دیا کہ وہ بھیک مانگنے جیسی ذلت و بے آبروئی سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بچ گیا وہیں ہمیں اس حدیث مبارک سے کئی چیزوں کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔مثلاً سوال کا معیوب و ناپسندیدہ ہونا، ہاتھ کی کمائی کا محبوب و پسندیدہ ہونا، محنت میں برکت وعظمت کا ہونا، بولی کی بیع کا جائز ہونا، غرباء وفقراء کیساتھ شفقت و مہربانی کیساتھ پیش آنا، اور انکی صحیح رہنمائی کرنا، نیز آپ ﷺ کا اپنے دست مبارک سے ایسا معمولی نوعیت کا کام کرنا جسکو بڑے لوگ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ کلہاڑے میں دستہ اپنے مبارک و ریشمیں ہاتھوں سے ڈالا۔ وغیرذالک۔

لیکن ہمارا مقصود اس حدیث مبارک سے آخری حصہ ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سوال کرنا تین شخصوں کے علاوہ کسی کیلئے جائز نہیں اور وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) خاک نشین فقیر۔

یعنی جو فقر وافلاس میں اس حد کو پہنچا ہوا ہو کہ اس بیچارے کے پاس بیٹھنے کیلئے کوئی چار پائی تو کجا ٹاٹ یا چٹائی بھی نہ ہو کہ وہ مٹی سے اپنا بچاؤ کر لے بلکہ وہ زمین کے ننگے فرش پر بیٹھنے پر مجبور ہو۔ یعنی دنیا کا کوئی مال ومتاع اسکے پاس نہ ہو، سوائے اپنی ذات کے اور وہ کسی چیز کا مالک نہ ہو تو اس شخص کیلئے سوال کرنا جائز ہے۔

(۲) بھاری تاوان والا۔

یعنی کسی پر کوئی بھاری چٹی آپڑی مثلاً کوئی آفت ارضی یا سماوی ایسی آئی کہ اسکے اسباب

معیشت کو تباہ کر کے رکھ دیا، یا کسی کی مالی ضمان اٹھائی اور وہ ادائیگی سے انکاری ہو گیا اور ضمان کی ساری رقم اسکے سر پر آ گئی اور یہ اسکی ادائیگی سے قاصر ہے تو اسکے لئے بھی سوال کرنا جائز ہے۔

(۳) تکلیف دہ خون کا بدلہ دینے والا۔

یعنی کوئی قتل ہو گیا اور اسکی دیت لازم ہو گئی اور یہ ادائیگی کا متحمل نہیں، یا اس نے فتنہ وفساد کو ختم کرنے کیلئے کسی کی دیت کا بوجھ اپنے سر لے لیا لیکن اسکے لئے نبھانا مشکل ہو گیا، تو اسکے لئے بھی جائز ہے کہ یہ دوسروں سے سوال کے ذریعے مدد لے اور اپنی گلوخلاصی کرائے۔

ان تین کے علاوہ کسی کیلئے سوال کرنا اور بھیک مانگنا جائز نہیں۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا مانگنے کیلئے سوالات آدمی کے چہرے کے زخم اور داغ دھبے ہیں پس جو چاہے انکو اپنے چہرے پر باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے (ابوداود: کتاب الزکوۃ، باب ما تجوز فیہ المسألۃ، رقم ۱۳۹۶)

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اسکے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (ابوداود: کتاب الزکوۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، رقم ۱۴۰۰)

﴿۳۶﴾

تین طرح کے ہاتھ

(۱) اللہ کا ہاتھ (۲) دینے والے کا ہاتھ (۳) لینے والے کا ہاتھ

حدیث:

عَنْ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاَيْدِىْ ثَلٰثَةٌ: فَيَدُاللّٰهِ الْعُلْيَا ، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِىْ تَلِيْهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلٰى؛ فَاَعْطِ الْفَضْلَ وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ۔

(سنن ابوداود: کتاب الزکوۃ، باب فی الاستعفاف، رقم الحدیث ۱۴۰۶)

ترجمہ:

حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ تین قسم کے ہیں (۱) اللہ کا ہاتھ جو سب سے اونچا ہے (۲) دینے والے کا ہاتھ جو اللہ کے ہاتھ کے قریب ہے (۳) مانگنے والے کا ہاتھ جو سب سے نیچا ہے۔ پس زائد از ضرورت دیتا رہ اور اپنی ذات سے عاجز نہ بن۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین طرح کے ہاتھوں کا ذکر ہے اور انمیں باہمی برتری کو واضح کیا گیا ہے۔ انمیں باہمی برتری کا اصول ایک دوسری حدیث مبارک میں مذکور ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے الید العلیا خیر من الید السفلی (بخاری: کتاب الزکوۃ، باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنی، رقم ۱۳۳۹) کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد لینے والا ہاتھ ہے۔ ہاتھ کی فضیلت اور برتری کا مدار دینے اور لینے پر ہے جو

جتنا زیادہ دینے والا ہے وہ اتنا افضل و برتر ہے اور جو جتنا لینے والا ہے وہ اتنا ادنی اور کمتر ہے۔

(۱) اللہ کا ہاتھ۔

چنانچہ اس حدیث کے مطابق تین ہاتھوں میں سے افضلیت میں سب سے پہلے نمبر پر اللہ کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ صرف دینے والا ہے کچھ لینے والا نہیں، تمام مخلوق اسی کی عطا پر پلتی ہے اور وہ مخلوق سے کچھ لینے کا محتاج نہیں۔

(۲) سخی کا ہاتھ۔

دوسرے نمبر پر سخی کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ اللہ سے لینے والا ہے اور اسکی مخلوق کو دینے والا ہے چونکہ یہ مخلوق سے نہ لینے میں اللہ کے شریک ہے اسلئے اسکو اللہ کے ہاتھ کے قریب فرمایا ہے۔

(۳) مانگنے والے کا ہاتھ۔

تیسرے نمبر پر اور سب سے کمتر مانگنے والے کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ صرف لینا جانتا ہے دینا اسکی ڈکشنری میں بھی نہیں ہے۔

حدیث مبارک کے آخر میں فرمایا ''فالتو اموال خرچ کرتے رہا کرو اور اپنے نفس سے عاجز نہ بنو'' یعنی نفس خرچ کرنے سے روکے تو اس روکنے سے رک نہ جاؤ بلکہ اپنے اوپر جبر کر کے صدقہ خیرات کرتے رہا کرو تا کہ تمہارے لئے آخرت میں کافی ذخیرہ موجود ہو قرآن مجید میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ:۲۱۹) کہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ آپ جواب میں فرمائیے کہ بچت۔ یعنی اپنی ذاتی، گھریلو اور دیگر ضروریات پوری کر لینے کے بعد جو بچ جائے وہ راہ خدا میں خرچ کر دو۔ اللہ تعالی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۳۰﴾
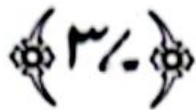
تین چیزوں کا علم ضروری ہے

(۱) آیت محکمہ (۲) سنۃ قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَلْعِلْمُ ثَلٰثَۃٌ وَمَاسِوٰی ذَالِکَ فَھُوَ فَضْلٌ: اٰیَۃٌ مُحْکَمَۃٌ ،اَوْ سُنَّۃٌقَائِمَۃٌ ،اَوْ فَرِیْضَۃٌ عَادِلَۃٌ۔

(سنن ابوداود: کتاب الفرائض، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، رقم ۲۴۹۹)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تین ضروری ہیں انکے علاوہ سب اضافہ ہے (۱) آیت محکمہ (۲) سنت قائمہ (۳) فریضۂ عادلہ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ضرورت واہمیت کے اعتبار سے علم کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) آیت محکمہ۔

یعنی کوئی قرآن کا مکمل علم حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اسکے پاس زیادہ وقت نہیں ہے تو آیات محکمہ کا علم حاصل کرلے کیونکہ وہ اصل کتاب ہیں ھوالذی انزل علیك الکتاب منہ ا یٰت محکمات ھن ام الکتاب (آل عمران:۷) اور ضرورت انہی سے پوری ہوجاتی ہے باقی رہیں متشابہ اور منسوخ آیات تو انکو اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ انکا تعلق عمل سے نہیں ہے

صرف علم برائے علم سے ہے۔

(۲) سنتِ قائمہ۔

یعنی کوئی احادیث رسولؐ جاننے کا خواہشمند ہے لیکن اتنی فرصت نہیں پاتا کہ تمام ذخیرہ حدیث کو سیکھے یا یاد کرے تو اسکو چاہیے کہ سنۃ قائمہ کا علم حاصل کرے یعنی ایسی احادیث کا جو صحیح و ثابت ہوں اور منسوخ نہ ہوں کہ اس سے اسکی ضرورت پوری ہو جائے گی باقی رہیں غیر صحیح یا منسوخ روایات و احادیث تو انکا اگر علم حاصل نہ کر پائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ انکا تعلق بھی عمل سے نہیں ہے۔

(۳) فریضۂ عادلہ۔

ایک تفسیر کے مطابق اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی احکام شرعیہ کو جاننا چاہتا ہے لیکن وقت کی تنگی تمام احکام میں حصول مہارت سے مانع ہے تو سب سے پہلے فرائض و واجبات کا علم حاصل کرے کہ انکو جانے اور ان پر عمل کئے بغیر چارہ نہیں، باقی رہے سنن و مستحبات تو انکا علم اگر مکمل نہ کر پائے تو ضرورت کے وقت کسی سے پوچھ کر بھی عمل کر سکتا ہے۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ الاھم فالاھم کے اصول پر چلے کہ جو چیز زیادہ اہم ہے سب سے پہلے اسکو حاصل کرے پھر اسکے بعد جو زیادہ اہم ہو اسکو حاصل کرے اور اسی طرح چلتا جائے مثلاً سب سے پہلے فرائض کا علم حاصل کرے پھر واجبات کا پھر سنن کا پھر مستحبات کا۔

﴿۳۸﴾

ملائکۂ رحمت تین شخصوں کے قریب بھی نہیں جاتے

(۱) کافر کی لاش (۲) خلوق میں لتھڑا ہوا (۳) جنبی

حدیث:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلٰئِكَةُ :جِيْفَةُ الْكَافِرِ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ ،وَالْجُنُبُ اِلَّا اَنْ يَّتَوَضَّأَ۔

(سنن ابوداود: کتاب الترجل، باب فی الخلوق للرجال، رقم ۳۶۴۸)

ترجمہ:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے تین شخصوں کے قریب نہیں آتے (۱) کافر کی لاش (۲) خلوق میں لتھڑا ہوا (۳) جنبی یہاں تک کہ وضو کرلے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسے آدمیوں کا ذکر ہے جن سے ملائکۂ رحمت دور دور رہتے ہیں اور قریب نہیں جاتے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں۔

(۱) کافر کی لاش۔

کافر زندگی میں بھی اللہ تعالی کی رحمت سے دور ہے اور مرنے کے بعد تو مزید دور ہو جاتا ہے کیونکہ زندگی کے ہوتے ہوئے اسکے ہدایت پر آجانے کا جو امکان ہوتا ہے مرنے کے بعد وہ امکان بھی ختم ہو جاتا ہے اسلئے وہ اللہ تعالی کی رحمت سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور کر دیا جاتا ہے، پس وہ فرشتے جو

رحمت وبرکت لے کراترتے ہیں وہ بھی اسکے قریب نہیں جاتے اوراس طرح وہ بے یار و مددگار ہو کر احکم الحاکمین کی دربار میں پابہ سلاسل پیش ہوتا ہے کہ جہاں سے اسکو نہ کوئی زبردستی چھڑا سکتا ہے، نہ کوئی سفارش کرنے والا اسکی سفارش کرسکتا ہے، نہ اس سے کوئی معاوضہ، جرمانہ لیکر اسکو چھوڑا جائیگا اور نہ اس پر رحم کرکے اسکے گناہوں کو بخشا جائیگا بلکہ اسکو اپنے کفر کی سزا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم رسید کردیا جائیگا۔

(۲) خلوق میں لتھڑا ہوا۔

خلوق پرانے وقتوں کی ایک مرکب اور رنگدار خوشبو تھی جسکو عورتیں استعمال کرتی تھیں تو جو مرد ایسی زنانہ خوشبو کا استعمال کرے وہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے رحمت الٰہی سے دور کردیا جاتا ہے اور ملائکۂ رحمت بھی اس سے دور ہو جاتے ہیں اور قربتیں ختم کردیتے ہیں۔

(۳) جنبی یہاں تک کہ وضو کرلے۔

حالت جنابت میں انسان پر ایک پژمردگی سی چھائی ہوئی ہوتی ہے جو غسل کرنے سے زائل ہوتی ہے اسلئے بلاوجہ حالت جنابت میں زیادہ دیر رہنے کی طہارت و نظافت پسند دین میں قطعاً گنجائش نہیں۔ اسی وجہ سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جتنا جلدی ممکن ہو غسل کرکے جنابت کو دور کرے اور پژمردگی کو فرحت و تازگی سے بدل دے۔ اگر غسل کا موقع نہیں ہے تو وضو کرلے اس سے بھی کچھ ناپاکی بھی ہلکی ہو جاتی ہے اور پژمردگی کا بھی کچھ نہ کچھ ازالہ ہو جاتا ہے۔ بلاوجہ ناپاکی کی حالت میں رہنے کی ایک نحوست یہ بھی ہوتی ہے کہ ملائکۂ رحمت اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

﴿۳۹﴾

سوائے تین کے ہر مجلس امانت

(ا) حرمت والا خون بہانے کی مجلس (۲) زنا کاری کی مجلس (۳) ناحق مال ہڑپ کرنے کی مجلس

حدیث:

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ ،اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِحَقٍّ۔

(سنن ابوداود: کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، رقم الحدیث ۴۲۲۶)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مجالس امانت ہیں سوائے تین مجالس کے۔ (ا) حرمت والا خون بہانے کی مجلس (۲) زنا کاری کی مجلس (۳) ناحق مال ہڑپ کرنے کی مجلس۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ مجالس کی بنیاد امانت پر ہونی چاہیے یعنی چند دوست اکٹھے بیٹھتے ہیں اور اس میں کسی دوست کی کوئی کمزوری سامنے آتی ہے تو اسکو مجلس تک ہی محدود رکھنا چاہیے، گلی کوچے میں اسکا ڈھنڈورا پیٹ کر اسکو رسوا نہیں کرنا چاہیے، البتہ تین مجالس ایسی ہیں کہ انکا اس بارے میں کوئی احترام نہیں ہے۔

(۱) حرمت والا خون بہانے کی مجلس۔

یعنی مجلس میں کسی ایک نے یا چند دوستوں نے ملکر کسی کو ناحق قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، یا اپنے بنے ہوئے منصوبے کا ذکر کیا تو اس مجلس میں شریک ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ انکو اس کام سے روکے اور متعلقہ شخص کو اس سے آگاہ بھی کردے تا کہ وہ اپنی حفاظت کا بندوبست کرلے۔

(۲) زنا کاری کی مجلس۔

یعنی کسی نے کسی عورت سے زنا کا ارادہ ظاہر کیا تو اسکو بھی روکنا چاہیے اور متعلقہ افراد کو اطلاع بھی کردینی چاہیے تا کہ وہ اپنی عزت وناموس کا تحفظ کرسکیں۔

(۳) ناحق مال ہڑپ کرنے کی مجلس۔

یعنی چند دوستوں نے چوری یا ڈاکے کا منصوبہ بنایا، یا کسی اور ناجائز طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرلینے کا منصوبہ بنایا تو انکو روکنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ آدمیوں کو مطلع کرنا بھی ضروری ہے تا کہ وہ اپنے مال کی حفاظت کا انتظام کرلیں۔

اگر ان تین منصوبوں کو جانتے ہوئے محض حق دوستی کی رعایت رکھتے ہوئے متعلقہ آدمیوں کو مطلع نہ کیا گیا اور انکا نقصان ہوگیا تو مجلس میں موجود ہر شخص اس گناہ میں حصے دار ہوگا۔

﴿۴۰﴾

تین لعنت کے کام

(۱) تالابوں میں پیشاب کرنا (۲) راستوں کے بیچ میں پیشاب کرنا (۳) سایہ میں پیشاب کرنا

حدیث:

عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَۃَ :الْبَرَازَ فِی الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ،وَالظِّلِّ ۔

(سنن ابوداود: کتاب الطہارہ، باب المواضع التی نھی النبی الخ، رقم الحدیث ۲۴)

ترجمہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لعنت کے کاموں سے بچو (۱) پانی کے تالابوں میں پیشاب کرنے سے (۲) راستے کے بیچ میں پیشاب کرنے سے (۳) سایہ (دار درخت) کے نیچے پیشاب کرنے سے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسی جگھوں کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں پیشاب پاخانہ کرنا لوگوں کیطرف سے لعن طعن اور بددعاؤں کا سبب بنتا ہے۔ وہ تین مقام یہ ہیں۔

(۱) تالاب۔

جنگلوں اور ویرانوں میں پانی کے گھاٹ اور تالاب بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، وہیں سے انسان بھی سیراب ہوتے ہیں اور جنگل کے درندے، چرندے اور پرندے بھی اور مسافروں، راہ

گزرنے والوں کا تو مکمل انحصار انہی پر ہوتا ہے تو اگر کوئی وہاں پیشاب، پاخانہ کردے گا تو ظاہر ہے کہ وہ دوسروں کیلئے تکلیف کا باعث بنے گا اور اپنے اوپر لعن طعن کا دروازہ کھول دے گا۔

(۲) راستوں کے بیچ۔

راہ چلتے پیشاب، پاخانے کی حاجت ہو جائے تو راستے کے دائیں بائیں تھوڑا دور جا کر قضاء حاجت کرنی چاہیے، راستوں کے بیچ پیشاب، پاخانہ کرنا ظاہر ہے کہ راہ گزرنے والوں کیلئے اذیت کا باعث بنے گا جس سے آنے جانے والے تکلیف اٹھا کر اسکو بد دعائیں اور گالیاں دیتے ہوئے گزریں گے۔

(۳) سایہ دار جگہیں۔

راہ چلنے والے مسافر راستے کے آس پاس لگے سایہ دار درختوں کے نیچے تھوڑی دیر ستانے کیلئے ٹھیرتے ہیں، جانوروں کو باندھتے ہیں اور اپنا کھانا وغیرہ بھی کھاتے، پکاتے ہیں تو جو ایسی جگہ پر پیشاب، پاخانہ کرے گا وہ کتنے مسافروں کی پریشانی کا باعث بنے گا اور وہ مسافر اسکو بد دعائیں اور گالیاں دیتے ہوئے نہیں گزریں گے تو کیا دعائیں دیتے ہوئے گزریں گے؟

فائدہ:

چونکہ یہ تینوں عوامی مقامات ہیں اور ان مقامات پر پیشاب، پاخانہ کرنا عوام کی تکلیف کا باعث ہے اسلئے اس سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح ہر ایسی جگہ جو عوامی ہو جیسے لاری اڈے، ریلوے اسٹیشن، مسافر خانے، سرائے اور تفریحی پارک وغیرہ ان میں ہر ایسا کام جو عوام کی تکلیف کا باعث ہو جیسے تھوکنا، کھنگار ڈالنا، سگریٹ نوشی کرنا، کوڑا کرکٹ ڈالنا اور صفائی ستھرائی کا خیال نہ رکھنا یہ سب بھی اسی حکم میں ہیں۔ اور جو سایہ دار جگہ ہے مگر وہاں پیشاب کرنے سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی جیسے راستوں سے دور کے درخت یا اسی مقصد کیلئے بنائی گئی سایہ دار لیٹرینیں وغیرہ تو وہ سب اس حکم میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کسی کیلئے اذیت وتکلیف کا باعث نہ بنائے۔

تمت الحصة الاولى بفضل الله تعالى وعونه

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم
صل علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللھم
بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید

چھل حدیث

نمبر۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللھم
صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللھم
بارک علی محمد وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید

﴿۱﴾

تین چیزیں نا قابل تاخیر

(۱) نماز جب وقت ہو جائے (۲) جنازہ جب حاضر ہو جائے

(۳) بے نکاحی عورت جب جوڑ کا خاوند مل جائے

حدیث:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ: یَا عَلِیُّ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْھَا: اَلصَّلَاۃُ اِذَا اٰنَتْ، وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ، وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَھَا کُفْئًا۔

(جامع ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی الوقت الاول من الخ، رقم ۱۵۶)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کر (۱) نماز جب اسکا وقت ہو جائے (۲) جنازہ جب حاضر ہو جائے (۳) بے نکاحی عورت جب تو اسکے جوڑ کا رشتہ پالے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنے یعنی جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) نماز جب اسکا وقت ہو جائے۔

نماز اہم ترین فریضہ اور ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن ہے اس میں لاپرواہی، سستی یا غفلت کسی طرح روا نہیں، نماز کا وقت ہو جانے کے بعد اس میں تاخیر کا نتیجہ نماز سے محرومی کی صورت

میں ظاہر ہوسکتا ہے، مثلاً جس کام کیلئے نماز میں تاخیر کی وہ کام طول پکڑ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ نماز قضا ہوگئی، یا نماز میں تاخیر کی اور موت کا پروانہ آ پہنچا تو اس صورت میں وہ اپنے اعمال نامے میں ایک بڑی خیر کو شامل کرنے سے محروم رہ گیا۔ اسلئے حکم ملا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اسکی ادائیگی میں تاخیر نہ کرو بلکہ جلد ادائیگی کر کے اپنے اعمال نامے میں ایک بڑی نیکی کا اضافہ کرلو۔

تاہم یہ واضح رہے کہ یہ حکم بغیر کسی تاویل کے انفرادی طور پر ادا کی جانے والی نمازوں کے بارے میں ہے مثلاً عورتوں کیلئے یا ان مردوں کیلئے جو کسی وجہ سے جماعت میں شرکت نہیں کر سکتے۔ باقی رہی جماعت کی نماز تو اسکی بعض صورتوں میں تاخیر کو خود دیگر احادیث میں پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

مثلاً فجر کی نماز کو اچھی خاصی روشنی ہو جانے پر پڑھنے کو زیادہ اجر کا باعث قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس صورت میں جماعت میں زیادہ افراد کی شمولیت ممکن ہے، اور جلدی پڑھنے کی صورت میں بعض لوگوں کے جماعت سے رہ جانے کا اندیشہ ہے، کیونکہ فجر کا وقت نیند کا وقت ہے، جتنا جماعت دیر سے ہوگی اتنی حاضری زیادہ ہوگی اور جتنی جلدی ہوگی اتنی حاضری کم ہوگی۔

اسی طرح گرمیوں میں ظہر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ''ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو'' کیونکہ اس میں بھی جماعت کی حاضری زیادہ ہوگی اس لئے کہ سخت گرمی میں گھر سے نکلنا مشکل ہے اور کچھ دیر کر کے جب دھوپ کا زور ٹوٹ جائے مسجد میں آنا آسان ہے اور جماعت میں جتنے افراد زیادہ ہوں اتنی وہ جماعت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

اسی بناء پر فقہاء کرام نے حدیث بالا کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''جب نماز کا مستحب وقت آجائے تو پھر تاخیر نہ کرو'' مطلقاً وقت آجانے پر تاخیر نہ کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس طرح بعض احادیث کیساتھ اسکا ٹکراؤ لازم آتا ہے اور کسی حدیث کا ایسا مطلب بیان کرنا جس سے دوسری کسی حدیث کیساتھ ٹکراؤ لازم آئے ٹھیک نہیں ہے۔

(۲) جنازہ جب حاضر ہو جائے۔

جنازہ جب جنازہ گاہ میں پہنچ جائے اور کوئی وجہ دیر کرنے کی نہ ہو تو اس وقت جنازے میں دیر کرنے کا مطلب میت کے حق سے لاپرواہی ہے کہ جنازہ موجود ہے اور اب بھی اپنی ضرورتوں اور

کاموں کو ترجیح دی جا رہی ہے اور جنازہ کو اہمیت نہیں دی جا رہی تو ظاہر ہے کہ یہ صورتحال کسی صورت پسندیدہ قرار نہیں دی جاسکتی۔ اسلئے حکم فرمایا کہ جب جنازہ حاضر ہو جائے تو پھر اسکی ادائیگی میں تاخیر نہ کرو بلکہ اپنے کاموں کو مؤخر کرو اور اسکا حق جلدی ادا کرو تاکہ دیر کی وجہ اسکی حق تلفی اور بے اکرامی لازم نہ آئے۔

(۳) بے نکاحی عورت جب اسکے جوڑ کا خاوند مل جائے۔

اللہ تعالی نے ہر مرد و عورت کی فطرت میں شہوانی جذبات و احساسات رکھ دیئے ہیں۔ جب لڑکی لڑکا بلوغ کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں یہ احساسات بیدار ہونے لگتے ہیں اور جب جوانی کے شباب کو پہنچتے ہیں تو جنسی شہوت کی تسکین کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اسلئے اللہ تعالی نے انسان کی اس فطری خواہش کی تکمیل کیلئے نکاح کو ایک پاکیزہ اور پائیدار ذریعہ کے طور جائز قرار دیا جبکہ اسکے علاوہ دیگر تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا۔ کیونکہ دیگر صورتوں میں سوائے حیوانی جذبات کی تسکین کے اور کوئی غرض نہیں اور انکے نتیجہ میں پیدا ہونے والی خرابیاں بھی بے شمار ہیں جبکہ نکاح کے پاکیزہ بندھن کے ذریعے ایک دوسرے کی ہمدردی و غمخواری، باہمی تکافل، توالد وتناسل اور معاشرے کی مضبوطی جیسے منافع کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

اب جبکہ نکاح جائز ٹھہرا اور باقی تمام صورتیں ناجائز ٹھہریں تو نکاح میں جتنی جلدی کی جائیگی اتنا دیگر صورتوں سے بچنا آسان ہوگا۔ اور جتنا اس میں تاخیر ہوگی اتنا ناجائز صورتوں میں پڑنے کا خطرہ بڑھے گا اسلئے دانائے اسرار فطرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح میں جلدی کرنے کا حکم دیا اور تاخیر سے منع فرمایا۔

اس حدیث مبارک میں خاص طور پر لڑکی کا ذکر اس لئے ہے کہ لڑکیاں اس معاملے میں زیادہ جلد باز اور جذباتی واقع ہوتی ہیں۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے شریف اور عزت دار والدین کی عزت کو خاک میں ملا کر اپنے آشناؤں کیساتھ فرار ہو جاتی ہیں۔ اور پورے خاندان کا سر شرم سے جھکا دیتی ہیں اسلئے انکا خاص طور سے ذکر کیا کہ انکے نکاح میں تاخیر نہ کی جائے تاکہ اس طرح رسوا کن صورتحال پیدا نہ ہو۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں اس حکم کی تاکید فرمائی ہے ان میں سے صرف دو ارشادات عالیہ آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه ۔ان لا تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض

(سنن ترمذی: کتاب النکاح، باب ما اذا جاءکم من ترضون دینه فزوجوه، رقم الحدیث ۱۰۰۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے آدمی کا رشتہ آئے جسکے دین اور اخلاق پر تم مطمئن ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو ۔اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد پیدا ہو جائے گا۔

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال النبی ﷺ : من ولد له ولد فلیحسن اسمه و ادبه فاذا بلغ فلیزوجه ،فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه۔ (شعب الایمان للبیهقی عن المظهری)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جسکا بچہ یا بچی پیدا ہو تو وہ اسکا نام اچھا رکھے ،اور اچھے آداب سکھائے یعنی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے پھر جب وہ بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو اسکی شادی کر دے ۔اگر وہ بچہ بچی بالغ ہو گئے اور اس نے انکی شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اسکا گناہ اسکے باپ پر بھی ہو گا۔

اللہ تعالی تمام فرمودات گرامی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

﴿۲﴾

تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

(۱) سینگی لگوانا (۲) قے (۳) احتلام

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا یُفْطِرْنَ الصَّائِمَ: اَلْحِجَامَۃُ، وَالْقَیْءُ، وَالْاِحْتِلَامُ۔

(جامع ترمذی: کتاب الصوم، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القئ، رقم ۶۵۲)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں (۱) سینگی لگوانا (۲) قے (۳) احتلام۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر ہے کہ جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱) سینگی لگوانا۔

یہ قدیم طرز علاج کی ایک صورت ہے جس میں ایک سادہ طریقہ سے جسم کا خراب خون نکالا جاتا تھا اور مریض کو مرض سے نجات مل جاتی تھی۔ جسم سے خون کا نکلنا چونکہ روزہ کو نہیں توڑتا اس لئے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲) قے آنا۔

یعنی وہ قے جو خود بخود آئے، اپنے قصد واختیار سے نہ کی جائے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر کر نہ ہو، اور اگر قے اپنے قصد واختیار سے جان بوجھ کر کرے تو اسکو عربی میں ''استقاء'' کہتے ہیں اسکا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے تاہم دیگر احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے قصد واختیار سے قے کرے تو اگر منہ بھر کر نہ ہو تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر منہ بھر کر ہو تو پھر ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) احتلام۔

یعنی سوتے میں خواب کیساتھ یا بغیر خواب کے کپڑے خراب ہو جائیں تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مردوں کو یہ عارضہ بکثرت پیش آتا ہے اور عورتوں کو بھی کبھی کبھار اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ حکم میں دونوں برابر ہیں۔

﴿۳﴾

تین چیزوں میں سنجیدگی اور ہنسی برابر

(۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: اَلنِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ۔

(جامع ترمذی: کتاب الطلاق، باب مانی الجد والھز ل فی الطلاق، رقم ۱۱۰۴)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سچ بھی سچ ہے اور مزاح بھی سچ (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو انتہائی حساس اور سنجیدہ ہیں کہ ان میں دل لگی، ہنسی مذاق اور غیر سنجیدگی کی بالکل گنجائش نہیں رکھی گئی۔اور وہ تینوں چیزیں باہم مربوط ہیں۔

(۱) نکاح۔

اگر کسی نے ہنسی میں کسی عورت کو کہہ دیا کہ ''میں نے اپنا نکاح تمہارے ساتھ کیا'' اور عورت نے قبول کرلیا، یا اسکے برعکس یعنی عورت نے نکاح کرنے اور مرد نے قبول کرنے کا کہا تو نکاح منعقد ہو

جائیگا اگر چہ انکا ارادہ بالکل بھی نہ ہو بشرطیکہ دو گواہ اس واقعہ میں موجود ہوں۔ خطبہ نکاح یا حق مہر کی تعیین شرائط صحت نکاح میں سے نہیں۔ خطبہ نکاح مسنون ہے اور حق مہر اگر چہ واجب ہے تاہم اگر اسکی تعیین نہ کی جائے اور نکاح کر دیا جائے تو بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور خود بخود "مہر مثل" واجب ہو جاتا ہے یعنی اسکے باپ کے خاندان سے تعلق رکھنے والی اسی جیسی عورتوں کا جتنا حق مہر مقرر کیا جاتا ہے اس کو بھی اتنا ملے گا۔

(۲) طلاق۔

جیسے نکاح ہنسی مذاق میں ہو جاتا ہے اسی طرح طلاق بھی ہنسی مذاق میں ہو جاتی ہے مثلاً مرد عورت کو طلاق کے ارادے سے نہیں بلکہ ڈرانے دھمکانے یا ہنسی مذاق کے ارادے سے کہہ دے کہ "میں نے تمہیں طلاق دیدی ہے" یا "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" تو اس سے طلاق سچ مچ پڑ جائیگی اور ہنسی مذاق کا ارادہ حقیقی طلاق کے وقوع میں حائل نہ ہوگا اسلئے اسمیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ہنسی مذاق کے دائرے کو نکاح طلاق تک وسعت نہیں دینی چاہئے کہ یہ چیز پھر وبال بن جاتی ہے۔

(۳) رجوع۔

یعنی کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو صریح طلاقیں دیں تو اسکو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار ہے کہ وہ بغیر حلالہ اور نکاح جدید کے عورت کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے چاہے عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ قول یا فعل سے رجوع کرلے۔ تو یہ رجوع کا قول یا فعل بھی رجوع کے قصد سے ہو یا ہنسی مذاق کے قصد سے دونوں صورتوں میں رجوع ہو جائیگا اور وہ عورت خاوند کیلئے حلال ہو جائیگی۔

﴿۴﴾

دخول جنت کے تین اسباب

(۱)ضعیف آدمی کے ساتھ مہربانی (۲)والدین کیساتھ اچھا رویہ (۳) غلام کیساتھ اچھا سلوک

حدیث:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَاَدْخَلَهُ جَنَّتَهُ: رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ، وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ۔

(جامع ترمذی: کتاب صفۃ القیمۃ والرقائق والورع، باب منہ، رقم ۲۴۱۸)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں اللہ تعالی اس پر اپنی حفاظت کا پردہ ڈال دے گا اور اسکو اپنی جنت میں داخل فرمائے گا (۱) ضعیف آدمی کیساتھ مہربانی (۲) والدین کیساتھ شفقت یا اچھا رویہ (۳) غلام کیساتھ اچھا سلوک۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر ہے جن سے آدمی اللہ کی طرف سے دو انعامات کا مستحق ہوتا ہے جن میں سے ایک انعام دنیوی ہے اور ایک اخروی۔ دنیوی انعام اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں داخل ہونا ہے اور اخروی انعام جنت میں داخل ہونا۔ اور انعام بھی دونوں کتنے کمال کے ہیں کیونکہ جس شخص کو دنیا میں اللہ کی حفاظت مل گئی اسکو دنیا کی کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی اور جسکو آخرت میں جنت مل گئی اس نے ہمیشہ ہمیشہ کی راحت و آرام اور عزت و اکرام کو سمیٹ لیا۔

وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱)ضعیف کیساتھ مہربانی۔

مثلاً کسی جسمانی کمزور جیسے بوڑھے یا معذور کا ہاتھ پکڑ کر مدد کردینا اور کسی مالی کمزور جیسے مفلس و نادار یا مقروض کی مالی مدد کردینا یا ادائیگی میں مہلت دیدینا۔اور کسی ذہنی کمزور کو صحیح مشورہ دیکر اسکو نقصان سے بچالینا۔

(۲)والدین کیساتھ شفقت۔

یعنی والدین کیساتھ پیار و محبت سے پیش آنا جو انکا حق بھی ہے کہ بچپن میں جب تم کمزور و ناتواں تھے اور وہ قوی و توانا تب انہوں نے تمہارے ساتھ یہی معاملہ رکھا تو اب جب کہ تم قوی و توانا ہو اور وہ کمزور و ناتواں، تو وہ بھی تمہاری جانب سے اسی سلوک کے مستحق ہیں جو انہوں نے تمہارے ساتھ کیا۔

والدین کے حقوق بہت زیادہ ہیں جنکا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن میں اپنا حق بیان کرنے کے بعد متصلاً والدین کا حق بیان فرمایا ہے اور اپنا ایک حق بیان کیا اور والدین کے کئی حقوق بیان فرمائے۔جن میں انکے ساتھ حسن سلوک کا بہت تاکیدی حکم دیا ہے

ارشاد ربانی ہے:

وقضى ربك ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما O واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا(بنی اسرائیل:۲۳،۲۴)

ترجمہ:اورآپ کے رب نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور ان کو جھڑکو مت اور ان کے ساتھ نرم بات کرو، اور ان کے لئیے رحمت کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکادو اور کہو اے پروردگار! آپ ان پر ایسے رحم فرمایئے جیسے بچپن میں انہوں نے مجھے رحم کے ساتھ پالا۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے ارشادات عالیہ میں والدین کے حقوق کو بیان فرمایا ہے صرف دو ارشادات گرامی قارئین کی نذر کرتا ہوں

(۱)عن ابی امامۃؓ ان رجلاً قال :یا رسول الله !ماحق الوالدین علی ولدهما ؟ قال :هما جنتك و نارك۔ (ابن ماجہ: کتاب الادب، باب برالوالدین، رقم الحدیث۳۶۵۲)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول !والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ تمہاری جنت ہیں یا جہنم"

(۲)عن ابی بکرۃؓ قال: قال رسول الله ﷺ :الا انبئکم باکبر الکبائر ؟ قلنا :بلی یا رسول الله !قال : الاشراك بالله وعقوق الوالدین۔ (صحیح بخاری: کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم الحدیث۵۵۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے کبیرہ گناہ نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کیساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا"

(۳)غلام کیساتھ احسان۔

مثلاً اس پر خدمت کا بوجھ کم ڈالنا، آزادی کے حصول میں اسکی مدد کرنا، کھانے پینے، پہننے میں اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا وغیرہ۔

فائدہ:

پہلے زمانے میں زرخرید غلام ہوا کرتے تھے جو اصل میں جنگی قیدی یا انکی اولاد ہوتے تھے انکو بطور سزا مالکانہ حقوق سے محروم کردیا جاتا تھا وہ ساری زندگی اپنے آقا کی خدمت میں رہتے تھے اور انکی تمام تر کمائی کا مالک بھی انکا آقا ہوتا تھا۔ اسلام نے انکو آزاد کرنے اور غلامی سے نجات دلانے کی بہت ترغیب دی ہے۔ آج یہ جنس ختم ہوچکی ہے۔ فالحمد لله علی ذالك۔

﴿۵﴾

دل پر کھوٹ لگنے سے بچاؤ کی تین چیزیں

(۱) عمل خالص اللہ کیلئے کرنا (۲) مسلمان بادشاہوں کیلئے خیر خواہ رہنا

(۳) مسلمانوں کی جماعت کیساتھ چمٹا رہنا

حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا وَحَفِظَھَا وَبَلَّغَھَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ۔ ثَلَاثٌ لَا یُغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ، وَمُنَاصَحَۃُ اَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِھِمْ؛ فَاِنَّ الدَّعْوَۃَ تُحِیْطُ مِنْ وَرَائِھِمْ۔

(جامع ترمذی: کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم ۲۵۸۲)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی ایسے آدمی کوخوش وخرم رکھے جو میری بات سن کر اسکو محفوظ کرے اور اسکو یاد کر کے آگے پہنچائے کیونکہ بعض مرتبہ سمجھ کی بات کا حامل ایسے آدمی تک بات نقل کرتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھ والا ہوتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں کہ جنکی وجہ سے مسلمان کے دل پر کھوٹ نہیں لگتا (۱) عمل خالص اللہ کیلئے کرنا (۲) مسلمان بادشاہوں کیلئے خیر اندیش رہنا (۳) مسلمانوں کی جماعت کیساتھ چمٹا رہنا کیونکہ دعائیں انکے پیچھے سے انکو گھیرے ہوئے رہتی ہیں۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے آدمی کا دل کھوٹ سے پاک رہتا ہے۔ اسلئے ان تین چیزوں کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے تاکہ دل کھوٹ سے خالص رہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) عمل خالص اللہ کیلئے کرنا۔

کوئی بھی نیک عمل چاہے چھوٹا ہو یا بڑا جب تک خالص اللہ کیلئے نہ کیا جائے وہ اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کرتا، جو عمل کسی کے دکھلاوے کیلئے کیا جائے چاہے وہ کتنا نیک عمل کیوں نہ ہو اللہ کے ہاں وہ یکسر مردود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایسے آدمی کو کہا جائے گا کہ جسکی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے عمل کیا تھا آج ثواب اور بدلہ بھی اسی سے جا کر لو۔ ہر نیک کام کے اول و آخر ایک ہی نیت رہنی چاہئے کہ میرے اس عمل سے میرا رب راضی ہو جائے اسکے علاوہ تمام وساوس کو کھرچ کھرچ کر ختم کر دینا چاہئے۔

(۲) مسلمانوں کے بادشاہوں کا خیر خواہ رہنا۔

مسلمانوں کا امام خلیفہ یا بادشاہ اپنی پوری قوم کا نگہبان اور انکے نفع نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے اسکی اچھائی برائی میں پوری قوم حصہ دار ہوتی ہے۔ اگر اس سے اچھے فیصلے صادر ہونگے تو پوری قوم خوش وخرم رہے گی اور اگر اس سے برے فیصلے ہوئے تو اسکا نقصان اور خمیازہ بھی سب کو بھگتنا پڑے گا۔ اسلئے ضروری ہے کہ اسکی خیر خواہی کی جائے۔ مثلاً اچھا مشورہ دیا جائے، اچھے کاموں پر اسکی تحسین کی جائے خیر کے کاموں میں اسکی مدد کی جائے، اسکی طرف سے تفویض کردہ قومی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا جائے، اسکے غلط کاموں کو اچھا کر کے نہ دکھایا جائے بلکہ اسکے سامنے حق بات کہی جائے اور اسکی غلطیوں پر اسکو ٹوکا جائے اور سب سے بڑھ کر خیر خواہی یہ ہے کہ اسکو رعایا پر ظلم کرنے سے بچایا جائے تاکہ اسکی دنیا و آخرت دونوں محفوظ رہیں۔

(۳) مسلمانوں کی جماعت کیساتھ چمٹا رہنا۔

یعنی اجتماعی امور میں قوم سے الگ تھلگ راہیں اختیار نہ کرنا، بلکہ ہمیشہ سواد اعظم کیساتھ رہنا۔ بغاوتیں جب سر اٹھاتی ہیں تو ابتداءً چند لوگ پوری قوم کے خلاف برسرِ پیکار ہونے کیلئے افراد کی ذہن سازی کرتے ہیں اور ابتداء میں بڑے خوشنما نظریات وافکار پیش کرتے ہیں لیکن جب کچھ جمعیت حاصل ہو جاتی ہے تو مذموم کاروائیوں میں شروع ہو جاتے ہیں جس سے پوری قوم اور ملک کا نقصان ہو تا ہے۔ لہذا کبھی بھی ایسی علیحدگی پسندانہ سوچ کے حامل افراد کے ہاتھوں شکار نہ ہوں بلکہ اپنی ملی وحدت کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور قومی شیرازہ بندی کو پارہ پارہ ہونے سے بچائیں۔

جو شخص اللہ کیلئے خالص عمل نہ کرے اسکے دل میں کھوٹ ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ شخص نہ اپنے خدا کیساتھ مخلص ہے اور نہ ہی اپنی ذات کیساتھ۔ اور جو شخص بادشاہ کیساتھ خیر خواہی نہیں رکھتا اسکے دل میں بادشاہ کیلئے ضرور کسی نہ کسی قسم کا کھوٹ موجود ہے تبھی تو وہ اسکے ساتھ مخلص نہیں اور جو قوم کیساتھ شمولیت نہیں رکھتا ظاہر ہیکہ وہ بھی قوم کیلئے اپنے دل میں کھوٹ رکھتا ہے تبھی تو وہ ان سے علیحدگی پسند کرتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ جو ان تین کاموں کا اہتمام کرے گا اسکا دل کھوٹ سے پاک ہوگا۔

﴿٦﴾

تین چیزیں رد نہیں کرنی چاہئیں

(۱) تکیہ (۲) خوشبو (۳) دودھ

حدیث:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: اَلْوَسَائِدُ، وَالدُّھْنُ، وَاللَّبَنُ۔ اَلدُّھْنُ یَعْنِیْ بِہٖ الطِّیْبَ۔

(جامع ترمذی: کتاب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ ردالطیب، رقم ۲۷۱۴)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں رد نہ کی جائیں (۱) تکیے (۲) خوشبو (۳) دودھ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے

(۱) تکیہ۔

(۲) خوشبو۔

(۳) دودھ۔

یہ وہ چیزیں ہیں جو عرب میں مہمان نوازی کے طریقے کے طور پر رائج تھیں کہ کوئی مہمان آتا

تو سب سے پہلے اسکو تکیہ دیتے تا کہ وہ ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ سکے جیسا کہ ہمارے ہاں بھی یہ رائج ہے، پھر مشروب کے طور پر جیسا کہ ہم چائے، بوتل وغیرہ پیش کرتے ہیں وہ دودھ پیش کرتے جو انکے نزدیک پینے کی سب سے بہترین چیز تھی، پھر مجلس کی بدبو سے بچانے کیلئے خوشبو لگواتے جیسے ہمارے ہاں اس طرح کے سپرے کئے جاتے ہیں۔

تو آپ ﷺ یہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز کسی کو پیش کرے تو اسے ٹھکرانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ ٹھکرانا پیش کرنے والے کے دل کو توڑ دے گا اور اسکے دل میں طرح طرح کے وساوس آنے لگیں گے کہ اس نے آخر یہ چیز قبول کیوں نہیں کی؟ اور رد کیوں کر دی؟ جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے مہمانوں کیلئے جو فرشتے تھے ایک بھنے ہوئے بچھڑے کا انتظام کیا لیکن جب دیکھا کہ وہ اسکی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے تو دل میں ڈر گئے کہ یہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟

نیز بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کسی کے ممنون ہونا بالکل پسند نہیں کرتے یہاں تک کہ کسی سے معمولی سے معمولی چیز بھی لینا انتہائی معیوب سمجھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز پیش کرے تو اسے ٹھکرانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ کوئی بڑی چیزیں نہیں ہیں کہ جنکی وجہ سے تم اس کے زیر بار ہو جاؤ گے اور اس بوجھ سے نکل نہیں پاؤ گے جبکہ دوسری جانب یہ ضرور ہوگا کہ پیش کرنے والے کا دل ٹوٹ جائیگا اور کسی مسلمان کا دل توڑنا اللہ اور اسکے رسول کو پسند نہیں۔ اسلئے فرمایا کہ انکو رد کرنا یا ٹھکرانا نہیں چاہئے۔

﴿۷﴾

تین شخصوں کیلئے اللہ کی نصرت واجب

(۱) مجاہد (۲) مکاتب جوادائیگی کاارادہ رکھتاہو (۳) ناکح معفف

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ، وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ۔

(ترمذی: کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والناکح الخ، رقم ۱۵۷۹)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ جن پر اللہ کی مدد لازم ہے (۱) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا (۲) مکاتب غلام جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو (۳) پاکدامن نکاح کرنے والا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین خوش نصیبوں کا ذکر ہے جنکی مدد اللہ کے ذمے واجب ہے۔ واضح رہے کہ قانونا اللہ تعالی پر مخلوق میں سے کسی کا کوئی حق واجب نہیں ہے تاہم اس نے محض اپنے فضل وکرم سے کچھ چیزیں اپنے ذمے واجب کر لی ہیں جنکو وہ ضرور پورا کرے گا کیونکہ وہ وعدہ خلاف نہیں ہے۔ان اللہ لا یخلف المیعاد ۔ انہی میں سے ایک چیز یہ بھی ہے جسکا ذکر اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے تین شخصوں کیلئے اپنی مدد کو واجب کر دیا ہے۔ وہ تین خوش نصیب یہ ہیں

(۱) مجاہد فی سبیل اللہ۔

یعنی جو اللہ کے راستے میں اور اللہ ہی کیلئے جہاد کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اسباب و وسائل نہیں رکھتا تو اللہ تعالی ضرور اسکی مدد فرمائیگا کہ جہاد کے وسائل بھی عطا کریگا، راستے کی رکاوٹوں کو بھی دور کرے گا اور اسکے مواقع بھی عطا فرمائیگا۔

(۲) مکاتب جو ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو۔

یعنی جو غلام آزادی چاہتا ہے اور اس کے لئے اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ طے کرتا ہے کہ اتنے عرصے میں میں آپکو اتنی رقم کما کر دونگا اسکے بدلے آپ مجھے آزادی دیں اور وہ اسکو قبول کرلے تو یہ غلام مکاتب بن جاتا ہے اور مقررہ مدت میں مقررہ رقم کی ادائیگی پر آزاد ہو جاتا ہے۔
تو اگر اس نے مکاتبت کا معاملہ طے کیا لیکن اسکے پاس ادائیگی کے وسائل نہیں ہیں مگر نیت ادائیگی کی ہے تو اللہ تعالی اسکی بھی ضرور مدد فرمائیگا اور غیب سے ایسا انتظام فرمائیگا کہ جس سے یہ اپنا بدل کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کرلے۔

(۳) ناکح متعفف۔

نکاح گناہ سے بچنے اور حصول عفت کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ اسلئے آنحضرت ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا۔

یا معشر الشباب ! من استطاع الباء ة فلیتزو ج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔ (بخاری: کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فعلیه بالصوم، رقم الحدیث ۴۶۷۸) کہ اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کر سکتا ہے وہ ضرور شادی کرلے کیونکہ یہ اسکی نظر کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کردے گی اور جو شادی نہیں کر سکتا تو اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھا کرے کیونکہ اس میں اس کیلئے بچاؤ ہے۔
تو اب اگر کوئی شخص پاکدامنی کے حصول کیلئے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اسباب و وسائل نہیں رکھتا تو اسکو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھے گناہوں کیطرف مائل نہ ہو ولیستعفف

الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (النور:۳۳) اللہ تعالی اسکی بھی ضرور مدد فرمائیگا۔ کوئی مناسب رشتہ بھی مل جائیگا، حق مہر اور نان ونفقہ کی ادائیگی کیلئے اخراجات بھی میسر ہو جائینگے اور رہائش وغیرہ کا بندوبست بھی ہو جائے گا اور سب سے بڑھکر یہ کہ میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت بھی ہوگی کہ جس سے انکا رشتہ کامیابی اور خوبصورتی کیساتھ چلتا رہے گا۔

اور اگر کسی کا ارادہ نکاح سے پاکدامنی کا نہیں بلکہ مال کا ہے کہ فلاں جگہ رشتہ کرلوں تا کہ جائیداد مل جائے اور کار، کوٹھی ہاتھ آجائے تو ناکح کے ساتھ متعفف کی قید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسکے لئے اللہ کی مدد کا وعدہ نہیں ہے۔

﴿۸﴾

تین چیزوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے

(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم نافع (۳) نیک اولاد

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ إِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ: صَدَقَةٌ جَارِیَةٌ، وَعِلْمٌ یُنْتَفَعُ بِهٖ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَهٗ۔

(جامع ترمذی: کتاب الاحکام، باب فی الوقف، رقم الحدیث ۳۰۸۴)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جارہا ہو (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کر رہی ہو۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ نے تین ایسی چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے جنکا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور موت سے اسکا اعمال نامہ بند نہیں ہوتا بلکہ اس کی نیکیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) صدقہ جاریہ۔

(۲) علم نافع۔

(۳) نیک اولاد۔

اسکی مزید تشریح حدیث نمبر ۳۴ کے ذیل میں صفحہ نمبر ۲۷۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۹﴾

تین چیزوں سے پاک ہونا جنت کے داخلے کا سبب

(۱) تکبر (۲) خیانت (۳) قرضہ

حدیث:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَّاتَ وَھُوَ بَرِیْئٌ مِنْ ثَلٰثٍ: اَلْکِبْرِ، وَالْغُلُوْلِ، وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

(جامع ترمذی: کتاب السیر، باب ماجاء فی الغلول، رقم الحدیث ۱۴۹۷)

ترجمہ:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ تین چیزوں (۱) تکبر (۲) خیانت (۳) قرضہ سے بری تھا سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے پاک ہونا جنت کے داخلے کیلئے ضروری ہے اگر ان میں سے کسی ایک سے بھی ملوث ہوا تو اسکا جنت کا داخلہ مشکوک ہے مقصد یہ ہے کہ جنت کے خواہشمند اپنے آپ کو ان چیزوں سے دور رکھیں۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں

(۱) تکبر

تکبر کا معنی ہے بڑا بننا اور اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا۔ یہ صفت صرف اسی ذات کو زیبا ہے جسکا نام "المتکبر" ہے اللہ کے علاوہ یہ چیز کسی کو زیب نہیں دیتی۔ اللہ تعالی پوری کائنات کا خالق و

مالک ہے کائنات کے ذرے ذرے پر اسی کا حکم رواں دواں ہے تو اسکو بڑائی اور کبریائی کا حق حاصل ہے لیکن بندے جو مخلوق اور بے بس ہیں کہ اپنی ذات پر بھی مکمل اختیار نہیں رکھتے انکو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے ان کیلئے زیب کی چیز عاجزی، تذلل اور انکسار ہے کیونکہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے انہی صفات کو پسند کرتا ہے اور تکبر و بڑائی کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے انــه لا یـحـب المستکبرین (النحل:۲۳) کہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا دوسری جگہ ارشاد ہے لا تمش فی الارض مـرحـا (بنی اسرائیل:۳۷) کہ زمین پر اکڑ کر مت چل۔ آنحضرت ﷺ ایک حدیث قدسی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے الکبریاء رداء ی والعظمة ازاری فمن نازعنی فی واحد منهما قذفته فی النار (ابوداود: کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر، رقم ۳۵۶۷) کہ کبریائی میرا کرتہ اور بڑائی میری چادر ہے، جو مجھ سے ان میں سے کوئی چیز چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسکو جہنم میں پھینک دوں گا۔

اسی تکبر نے شیطان کا بیڑا غرق کیا قـال انـا خیـر مـنـه خـلـقتنی من نار وخلقته من طین ٥ قـال فـاهـبـط مـنـهـا فـمـا یـکـون لك ان تـتـکـبـر فیـهـا فـاخـرج انك من الصغرین (الاعراف:۱۲،۱۳) کہنے لگا میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ نیچے اتر جا تجھے ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تو یہاں تکبر کرے اور بڑا بنے، نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

(۲) خیانت

غلول کا اصل معنی مال غنیمت میں سے خیانت کرنا ہے لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ یہاں اسکے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔

مال غنیمت سے خیانت مراد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ تمام شرکاء کا مشترکہ مال ہے جو اسمیں سے چوری کرے گا وہ سب کا حق چرانے والا ہوگا اور اگر عام خیانت مراد ہو تو اسمیں بھی دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ ہوتا ہے جسکی شرعا، قانونا، اخلاقا کوئی گنجائش نہیں قرآن مجید میں ہے لا تـا کلوا اموالهم الی

اموالکم انہ کان حوبا کبیراً (النساء:۲) کہ اپنے مالوں کیساتھ دوسروں کے اموال مت کھاؤ کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ (مسند احمد: اول مسند البصریین، رقم ۱۹۷۷۴) کہ کسی بھی آدمی کا مال اسکی رضامندی کے بغیر بالکل حلال نہیں۔

(۳) قرضہ

زندگی میں انسان کو کبھی قرضہ لینے کی نوبت بھی آتی ہے خود ہمارے آقا پاک ﷺ نے بھی کئی مرتبہ قرض لیا لیکن اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ واپس کرنے کی نیت سے لیا جائے اور پیسہ آجانے پر فی الفور ادا کر دیا جائے اگر اس حالت میں موت آگئی کہ اس نے قرض کی ادائیگی بھی نہیں کی اور ادائیگی کیلئے ترکہ میں کوئی رقم بھی نہیں چھوڑی تو قیامت کے دن اسکی نیکیاں صاحب حق کو دیدی جائیں گی یا اُسکے گناہ اِس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائینگے اور آخر کار جہنم اسکا مقدر بنے گا۔ اسلئے آپ ﷺ کا اکثر و بیشتر یہ معمول تھا کہ جو شخص اس حال میں فوت ہوتا کہ اس پر قرضہ ہوتا اور اسکا مال متروکہ اتنا نہ ہوتا جس سے قرضہ کی ادائیگی مکمل ہو جائے تو آپ ﷺ اسکا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

ترمذی شریف، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوۃ علی المدیون رقم ۹۸۹ میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا جس پر قرضہ تھا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا کہ تم اسکا جنازہ پڑھ لو میں نہیں پڑھتا کیونکہ اس پر قرضہ ہے، اس پر حضرت ابو قتادہؓ نے اسکا سارا قرضہ اپنے ذمہ لے لیا تو پھر آپ ﷺ نے اسکا جنازہ پڑھایا۔

البتہ جب فتوحات ہو گئیں تو غریب پرور نبی ﷺ خود اسکی طرف سے تمام قرضوں کی ادائیگی بھی فرماتے تھے اور جنازہ بھی پڑھاتے تھے۔

صلی اللہ علی محمد　　صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۰﴾

تین جھوٹ جائز

(۱) بیوی کو خوش کرنے کیلئے (۲) جنگ میں (۳) صلح کرانے کیلئے

حدیث:

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ: يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ۔

(ترمذی: کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اصلاح ذات البین، رقم ۱۸۶۲)

ترجمہ:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا بالکل جائز نہیں مگر تین مواقع میں (۱) مرد کا اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے کوئی جھوٹ بولنا (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) صلح کرانے کیلئے کوئی جھوٹ بولنا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسے مواقع کا ذکر ہے جن میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے حالانکہ عام حالات میں جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے۔ وہ تین مواقع یہ ہیں۔

(۱) بیوی کو خوش کرنے کیلئے۔

میاں بیوی کے درمیان محبت شریعت کی نگاہ میں بہت ضروری ہے تاکہ باہمی حقوق کی ادائیگی صحیح طور پر ممکن ہو سکے۔ کبھی میاں بیوی کے درمیان کوئی غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ

خاوند متعدد بیویاں رکھتا ہو تو اس موقع پر خاوند کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس موقع پر بیوی کی دلداری کیلئے جھوٹ سے بھی کام لے سکتا ہے کہ مثلاً تمام بیویوں میں سب سے زیادہ محبوب تم ہو اگر چہ وہ اس بات میں سچا نہ بھی ہو، اسی طرح بہترین کپڑے اور خوبصورت جوتے وغیرہ دلوانے کے جھوٹے وعدے بھی کر سکتا ہے تا کہ بیوی خوش اور مطمئن رہے۔

تاہم اتنا خیال ضرور رکھے کہ جھوٹ کا سہارا اتنا نہ لے کہ بیوی کے نزدیک اسکا جھوٹا ہونا ظاہر ہو جائے کہ پھر وہ مصلحت ہی فوت ہو جائیگی جسکی وجہ سے جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی تھی۔ یعنی اسکا استعمال بہت کم کرے تا کہ اسکے سچا ہونے کیوجہ سے ایک آدھ جھوٹ بھی سچ ہی سمجھا جائے۔

(۲) جنگ میں۔

آنحضرت ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا" الحرب خدعة " (بخاری: کتاب الجهاد، باب الحرب خدعة، رقم ۲۸۰۵) کہ جنگ چالبازی کا نام ہے۔ یعنی جنگ محض زور آزمائی کا نام نہیں بلکہ بہترین جنگ چالبازی اور دھوکہ دہی کی جنگ ہے جسمیں قوت کم خرچ ہوتی ہے اور فوائد زیادہ حاصل ہوتے ہیں تو اس میں اگر جھوٹ کی ضرورت پڑے تو اسکی بھی شرعاً اجازت ہے تاہم عین حالت جنگ میں بھی نقض عہد یعنی کسی باہمی معاہدے کو توڑنے کی اجازت نہیں۔

(۳) اصلاح کیلئے۔

دو آدمیوں یا دو جماعتوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے بھی جھوٹ کا سہارا لینے کی اجازت ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ شریعت کی نگاہ میں یہ جھوٹ ہی نہیں۔ حدیث مبارک میں ہے " لیس الكذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا" (مسلم شریف: کتاب البر والصلة ،باب تحریم الکذب وبیان المباح منه، رقم ۴۷۱۷) کہ وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے خود بھی اچھی بات کرے اور دوسرے کی بات کو نقل بھی اچھی طرح کرے۔

شیخ سعدی شیرازیؒ نے اپنی گلستان میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک قیدی کے قتل کا حکم دیدیا وہ بے چارہ بادشاہ کے مقابلے میں اور تو کچھ نہ کر سکتا تھا اس نے اپنی زبان میں

بادشاہ کو گالیاں دینا شروع کر دیا، بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو ایک نیک خصلت وزیر بولا حضور! یہ اپنی زبان میں والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کا مطلب ادا کر رہا ہے کہ آپ غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، بادشاہ کو یہ سن کر رحم آگیا اور اس نے اسکو معاف کر دیا، دوسری طرف سے ایک وزیر نے کہا بادشاہ سلامت! اس وزیر نے بالکل جھوٹ بولا ہے، سچ یہ ہے کہ اس قیدی نے آنحضور کو گالیاں دی ہیں اور برا بھلا کہا ہے، تو بادشاہ نے اس سے رخ پھیر لیا اور کہا کہ تیرے سچ سے اسکا جھوٹ مجھے زیادہ پسند ہے، کیونکہ اسکا جھوٹ ایک جان بچانے کی مصلحت کیلئے تھا اور تیرا سچ خبث باطن کیوجہ سے ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس پر یہ حکیمانہ جملہ موزوں کیا ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز'' کہ فتنہ انگیز سچ سے مصلحت آمیز جھوٹ بہتر ہے۔

﴿۱۱﴾

تین صورتوں کے علاوہ سب قتل حرام

(۱) شادی شدہ زنا کرے (۲) اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے (۳) ناحق قتل کرے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ بْنِ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَشْرَفَ یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَحِلُّ دَمُ اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ: زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ، اَوْ اِرْتِدَادٍ بَعْدَ اِسْلَامٍ، اَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِہٖ۔ فَوَاللّٰہِ مَا زَنَیْتُ فِیْ جَاھِلِیَّۃٍ وَلَا فِیْ اِسْلَامٍ، وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ فَبِمَ تَقْتُلُوْنَنِیْ۔

(ترمذی: کتاب الفتن، باب لا یحل دم امرئ الا باحدی ثلث، رقم ۲۰۸۴)

ترجمہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر کے محاصرے کے دن چھت پر چڑھے اور فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین صورتوں میں (۱) شادی شدہ ہو کر زنا کرنے کی صورت میں (۲) اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جانے کی صورت میں (۳) ناحق قتل کرنے کی صورت میں کہ اسکی وجہ سے اسکو بھی قتل کیا جائے گا۔ پس اللہ کی قسم میں نے جاہلیت میں زنا کیا ہے نہ

اسلام میں، اور میں مرتد نہیں ہوا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیعت کی، اور نہ ہی میں نے کسی ایسی جان کو قتل کیا ہے جسکو اللہ نے حرام کیا
ہو پھر کس وجہ سے تم میرے قتل کے درپے ہو؟۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں قتل کی تین جائز صورتوں کا ذکر ہے جنکی تفصیل صفحہ نمبر 76
پر ملاحظہ فرمالیں۔

یہاں اس حدیث کو صرف حضرت عثمانؓ کی عظمت شان کیلئے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کیسے عظیم
، پاکباز اور حیادار انسان تھے کہ زمانہ جاہلیت جو نام ہی فسق و فجور کا تھا اسمیں بھی زنا کے قریب تک نہیں
گئے۔اسی طرح کسی کو ناحق قتل نہیں کیا اور ارتداد تو بہت دور کی بات ہے۔فرضی اللہ وارضاہ
نیز اسی سے حضرت ذوالنورینؓ کے قاتلوں کی بدبختی بھی بالکل واضح ہے کہ باوجود اسکے کہ
قتل کا کوئی جواز انکے پاس نہ تھا پھر بھی انہوں نے نبی پاک ﷺ کے دوہرے داماد کو نبی پاک ﷺ کے
پاک شہر مدینہ میں انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

﴿۱۲﴾

ابراہیم علیہ السلام کے تین بظاہر جھوٹ

(۱) اپنے آپ کو بیمار کہنا (۲) اپنی بیوی کو اپنی بہن کہنا (۳) بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کرنا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ شَيْئٍ قَطُّ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ: قَوْلِهٖ اِنِّیْ سَقِيْمٌ وَلَمْ يَكُنْ سَقِيْمًا، وَقَوْلِهٖ لِسَارَةَ اُخْتِیْ، وَقَوْلِهٖ: بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا۔

(جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الانبیاء، رقم الحدیث ۳۰۹۰)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کسی چیز کے بارے میں کوئی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین کے (۱) اپنے اس قول میں کہ میں بیمار ہوں حالانکہ آپ بیمار نہ تھے (۲) سارہؓ کے بارے یہ کہنے میں کہ یہ میری بہن ہے (۳) اپنے اس قول میں کہ نہیں بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضرت ابراہیمؑ کی طرف تین جھوٹوں کی نسبت کی گئی ہے، حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام جد الانبیاء ہیں، بشمول ہمارے آقا نبی ﷺ کے تمام انبیاء بنی

اسرائیل بھی آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں، آپ پیکر صدق ووفا تھے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا واذ کر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا (مریم:۴۱) کہ اے محمد! آپ کتاب میں ابراہیم کا تذکرہ کیجئے بیشک وہ بہت سچے اور نبی تھے۔ تمام انبیاء علیھم السلام ہر قسم کے گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں، ان سے کسی صغیرہ گناہ کا صدور بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ جھوٹ جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ان سے ہو، پھر اس حدیث میں حضرت ابراہیم صدیق علیہ السلام کیطرف ایک بھی نہیں تین جھوٹوں کی نسبت کی گئی ہے اسکی حقیقت کیا ہے؟

اصل میں حضرت ابراہیمؑ کیطرف جن تین جھوٹوں کی نسبت کی گئی ہے وہ درحقیقت جھوٹ نہیں بلکہ تعریض وتوریہ ہیں، لیکن چونکہ ظاہر میں جھوٹ نظر آتے ہیں اسلئے ان پر جھوٹ کا حکم لگا دیا گیا، اور اسی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جھوٹ سے بالکل مبرا تھے کیونکہ انکی پوری زندگی میں صرف تین مواقع ایسے ہیں کہ جن میں آپؑ بظاہر جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن جب اسکی تھوڑی سی گہرائی میں جا کر دیکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی جھوٹ نہیں تو انکی باقی زندگی جھوٹ سے کتنی پاک اور منزہ ہوگی؟ اسکا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں رہتا۔

- وہ تین مواقع یہ ہیں۔

(۱) میں بیمار ہوں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ علیہ السلام کی قوم اپنے کسی قومی تہوار کے موقع پر جشن منانے باہر جا رہی تھی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی لیکن آپؑ چونکہ اس موقع سے اور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اسلئے انکے ساتھ چلنے سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا "انی سقیم" (الصّٰفّٰت:۸۹) کہ "میں بیمار ہوں" یہاں اصل میں آپ نے "توریہ" سے کام لیا جو اہل بلاغت کے ہاں ایک مشہور صنعت ہے۔

"توریہ" اسکو کہتے ہیں کہ کسی لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریبی اور ایک بعیدی اور متکلم قریبی معنی چھوڑ کر بعیدی معنی مراد لے۔ (مختصر المعانی:۴۵۶)

تو یہاں ابراہیم علیہ السلام نے بھی "سقیم" کا قریبی معنی چھوڑ کر بعیدی معنی مراد لیا ہے اسکا

قریبی معنی ہے ''جسمانی تکلیف سے بیمار'' اور بعیدی معنی ہے ''روحانی تکلیف سے بیمار'' تو سامعین نے پہلا معنی سمجھ کر معذور سمجھا جبکہ آپ نے دوسرا معنی مراد لیا تھا کیونکہ آپ کو اس وقت کوئی جسمانی تکلیف نہ تھی بلکہ روحانی تکلیف تھی کہ اپنی قوم کو کفر وشرک میں نیز فضول و بے ہودہ کاموں میں لگا دیکھ کر آپؑ کڑھ رہے تھے۔

اور یہ ''توریہ'' سامع کے اعتبار سے جھوٹ ہوتا ہے کیونکہ ذہن عموماً قریبی معنی کیطرف ہی متوجہ ہوتا ہے لیکن متکلم کے اعتبار سے سچ ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکا وضعی معنی ہی مراد لے رہا ہوتا ہے لیکن چونکہ بعیدی معنی مراد لیتا ہے اسلئے سامع دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔

تو ''توریہ'' اپنے بعیدی معنی کے لحاظ سے سچ اور قریبی معنی کے لحاظ سے جھوٹ ہوتا ہے یا یوں کہیں کہ متکلم کے اعتبار سے سچ اور سامع کے اعتبار سے جھوٹ ہوتا ہے پس اسی اعتبار سے حدیث میں اسکو جھوٹ کہا گیا ہے۔

(۲) اپنی بیوی سارہؓ کے بارے میں کہا یہ میری بہن ہے۔

یہاں بھی آپ علیہ السلام نے توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ''اخت'' کا قریبی معنی ہے ''نسبی بہن'' اور بعیدی معنی ہے ''دینی بہن'' اور آپؑ نے یہی دوسرا معنی مراد لیا ہے تو اگرچہ آپؑ کی مراد کے اعتبار سے یہ بالکل سچ ہے لیکن سامع کی فہم کے اعتبار سے اسکو جھوٹ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور حدیث میں اسی اعتبار سے اسکو جھوٹ کہا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آپؑ کو اس توریہ کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی تھی کہ اس ظالم کے بارے میں مشہور تھا کہ اگر کسی عورت کیساتھ اسکا بھائی ہو تو وہ دست درازی کی کوشش نہیں کرتا اور اگر خاوند ہو تو پھر دست درازی سے باز نہیں آتا یہاں آپؑ نے اسی وجہ سے اپنی بیوی حضرت سارہ کو اپنی بہن بتلایا تا کہ اسکی دست درازی سے محفوظ رہیں لیکن اس ظالم نے پھر بھی دست درازی کی کوشش کی اسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ اس بات کی نسبت جو شہرت تھی وہ سچی نہ تھی اور یا یہ ہے کہ وہ حضرت سارہؓ کے حسن و جمال کو دیکھ کر اپنے اصول کو بھی توڑنے پر آمادہ ہو گیا لیکن بہرحال اللہ تعالی نے غیبی مدد سے حفاظت فرمائی۔ کیونکہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ بھی اسکا ہو جاتا ہے۔

(۳) یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں، بت پرستوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بت خانہ میں گھس کر انکے ''خداؤں'' کا برا حال کر دیا تھا کہ کسی کی ناک نہیں ہے، کسی کے کان نہیں، کسی کے بازو نہیں اور کسی کی ٹانگ نہیں ہے اور کوئی بالکل ہی چورا چورا ہوا پڑا ہے، آپ علیہ السلام نے یہ سب کچھ چھوٹے بتوں کے ساتھ کیا کیونکہ انکو توڑنا آسان تھا، اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر لٹکا دیا کہ اسکو توڑنا آسان نہیں تھا لیکن اسکے کندھے پر کلہاڑا رکھکر اور فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا کہ جب یہ پوچھیں گے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو اسکی طرف نسبت کر دی جائی گی جس سے خود انکو انکی بے بسی و بے حسی کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ نیز انکا غیر نافع و غیر ضار ہونا بالکل واضح ہو جائیگا کہ جب یہ اپنے آپکو نقصان سے نہیں بچا سکتے تو کسی اور کو کیسے بچا سکتے ہیں؟۔

چنانچہ قوم نے جب آپؑ سے سوال کیاء انت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم (الانبیاء:۶۲) کہ اے ابراہیم ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام تو نے کیا ہے؟ تو آپؑ نے یہی جواب دیا کہ "بل فعله كبيرهم هذا" (الانبیاء:۶۳) کہ انکے بڑے نے یہ سب کچھ کیا ہے دیکھ لو کلہاڑا اسکے کندھے پر ہے فاسئلو هم ان كانو اينطقون (ایضاً) اوران چھوٹے ''خداؤں'' سے پوچھ لو جو ''زخمی'' ہوئے پڑے ہیں اگر یہ بول سکتے ہیں تو۔ لیکن وہ کیا بول سکتے تھے اسلئے یہ سخت شرمندہ ہوئے اور سب کے سر نیچے ہو گئے اور اپنی زبان سے وہی کہنے لگے جو حضرت ابراہیمؑ ان سے کہلوانا چاہتے تھے کہ ''لقد علمت ماهؤلاء ينطقون " (ایضاً:۶۵) کہ تجھے پتہ ہی ہے کہ یہ تو نہیں بولتے، پھر تو ابراہیمؑ کو بات کا موقع مل گیا اور آپؑ نے خوب انکی خبر لی فرمایا ''افتعبدون من دون الله مالا ينفعكم شيئاً ولا يضركم ٥ اف لكم ولما تعبدون من دون الله افلا تعقلون'' (ایضاً:۶۶، ۶۷) کہ جب ایسا ہے پھر شرم نہیں آتی کہ ایسے خداؤں کو پوجتے ہو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، تف ہے تم پر بھی اور تمہارے معبودوں پر بھی، کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے؟

تو یہاں بڑے بت کیطرف فعل کی نسبت کرنا بظاہر یقیناً جھوٹ ہے کیونکہ جھوٹ کی تعریف ہے "صدق الخبر مطابقته للواقع و كذبه عدمها اى عدم مطابقته للواقع'' (مختصر

المعانی:۳۹) کہ ''خبر کا واقعہ کے مطابق ہونا سچ اور واقعہ کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے'' اور ظاہر ہے کہ یہاں واقعہ تو یہ تھا کہ ان بتوں کو آپ نے خود توڑا تھا لیکن خبر یہ دی کہ بڑے بت نے توڑا ہے لہذا جھوٹ کی تعریف اس پر صادق ہے لیکن چونکہ اسکا مقصد تعریض کرنا، چوٹ مارنا اور بات کا موقع پیدا کرنا تھا تا کہ آپ مشرکین پر انکی بے عقلی کا اظہار کرسکیں اسلئے اسکو ''کذب مذموم'' نہیں کہیں گے۔

نیز یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں ایسے جھوٹ کو مذموم سمجھا جاتا ہے جس سے کسی کو دھوکہ دیا جاسکے پس اگر ایسی بات کی جائے جو اگر چہ خلاف واقعہ ہو لیکن اس سے کسی کو دھوکہ نہ لگ سکتا ہو تو اسکو برا نہیں سمجھا جاتا جیسے کوئی آدمی پوچھے تمہیں کس نے مارا؟ اور وہ جواب دے کہ ''دیوار نے'' تو اسکو معاشرہ جھوٹ نہیں سمجھتا اسلئے کہ ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ دیوار نہیں مار سکتی اسی طرح یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی بڑے بت کیطرف نسبت کر کے ایسی ہی صورتحال پیدا فرمائی کیونکہ وہ بت پرست بھی جانتے اور مانتے تھے کہ یہ بڑا بت دوسرے بتوں کو توڑ نہیں سکتا۔

تو حاصل یہ کہ یہ ظاہراً تو کذب یعنی جھوٹ ہے کیونکہ جھوٹ کی اصطلاحی تعریف اسپر صادق ہے لیکن حقیقۃً جھوٹ نہیں ہے کیونکہ اس سے کسی کو دھوکہ نہیں دیا گیا۔

پس اسی ظاہری اعتبار سے حدیث شریف میں اسپر کذب یعنی جھوٹ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

﴿۱۳﴾

نبی ﷺ کی امت کیلئے تین دعائیں جن میں سے ایک قبول نہیں ہوئی

(۱) قحط سے ہلاک نہ ہو (۲) دشمن مسلط نہ ہو جو خاتمہ کردے (۳) آپس میں دست وگریبان نہ ہو

حدیث:

عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً فَاَطَالَھَا،قَالُوْا:یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّیْتَ صَلٰوۃً لَمْ تَکُنْ تُصَلِّیْھَاقَالَ: اَجَلْ اِنَّھَاصَلٰوۃُ رَغْبَۃٍ وَّرَھْبَۃٍ،اِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ فِیْھَا ثَلٰثًافَاَعْطَانِیْ اثْنَتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَۃً:سَاَلْتُہٗ اَنْ لَایُھْلِکَ اُمَّتِیْ بِسَنَۃٍفَاَعْطَانِیْھَا،وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَایُسَلِّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوًّامِنْ غَیْرِھِمْ فَاَعْطَانِیْھَا،وَسَاَلْتُہٗ اَنْ لَایُذِیْقَ بَعْضَھُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِیْھَا۔

(سنن ترمذی: کتاب الفتن، باب ماجاء فی سوال النبیؐ ثلاثا فی امتہ، رقم ۲۱۰۱)

ترجمہ:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بہت طویل نماز پڑھی تو صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی جو پہلے کبھی نہیں پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ شوق اور ڈر کی نماز تھی، اس میں میں نے اللہ سے تین چیزیں مانگیں جن میں سے دو چیزیں اس نے مجھے عطا فرمادیں اور ایک چیز عطا نہیں فرمائی (۱) میں نے اللہ سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے تو یہ اس نے مجھے عطا فرمادیا (۲) میں نے اس سے یہ مانگا کہ ان پر اغیار سے کوئی دشمن مسلط نہ کرے (جو ان کا استیصال کردے) تو یہ بھی

اس نے مجھے عنایت فرمادیا (۳) میں نے اس سے یہ چیز مانگی کہ وہ ان
میں سے بعض کو بعض کی جنگ سے عذاب نہ چکھائے تو یہ چیز اس نے مجھے
عنایت نہیں فرمائی۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے حق میں تین دعاؤں کا ذکر
ہے جن میں سے دو قبول ہوئیں اور ایک قبول نہ ہوئی۔ جو دو دعائیں قبول ہوئیں وہ یہ ہیں

(۱) قحط سے ہلاک نہ ہو۔

(۲) دشمن مسلط نہ ہو جو خاتمہ کردے۔

انکا ذکر حدیث نمبر ۳۷ کے ذیل میں صفحہ نمبر ۲۹۲ پر آرہا ہے، وہاں ملاحظہ فرمالیں۔
تیسری دعا جو قبول نہیں ہوئی وہ یہ ہے۔

(۳) میری امت آپس میں دست و گریبان نہ ہو۔

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کیوجہ سے قبول نہیں فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از وقوع یہ بتادینا از قبیل پیشین گوئی آپ کا معجزہ ہے جو بعد میں حرف بحرف سچا ہوا کیونکہ اس امت پر کوئی ایسا قحط بھی مسلط نہیں ہوا جو اسکو بالکل نیست کردے، اور کوئی ایسا دشمن بھی مسلط نہیں ہوا جو انکی جڑ ہی کاٹ دے ہاں البتہ یہ امت آپس میں ضرور دست و گریبان رہی اور اب تک ہے۔ اور اس امت کا سب سے زیادہ جانی و مالی نقصان آپس کی خانہ جنگیوں، طوائف الملوکیوں، فتنوں اور بغاوتوں کی وجہ سے ہوا۔ صدرِ اول سے اب تک امت مسلمہ کو اس مصیبت کا سامنا رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کا خاتمہ منظور ہوتا تو وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لجاجت بھری درخواست کو کبھی رد نہ فرماتا، اور کیا بعید ہے کہ اسی میں کوئی بہتری ہو، یا یہ بھی ممکن ہے کہ اسکو بطور عذاب اس امت کیلئے باقی رکھا گیا ہو کہ کسی بیرونی دشمن کو یا عمومی قحط کو تو ان پر مسلط نہیں کیا جائیگا لیکن انکے اندر سے

ان پر یہ عذاب مسلط کر دیا جائیگا کہ یہ خود ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابامن فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض (الانعام:٦٥) کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب نازل کرے یا نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں فرقہ بندیوں میں الجھا کر ایک دوسرے سے عذاب چکھائے۔

آج امت مسلمہ سب سے زیادہ اسی مسئلہ کا شکار ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہہ کر ایک دوسرے کو جان سے مار دینے کو ثواب کا کام سمجھا جا رہا ہے اور اس ''کارِ ثواب'' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جا رہا ہے اور در حقیقت اپنی جڑوں پر تیشہ چلایا جا رہا ہے۔

نیز اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی صمد اور بے نیاز ہے کئی مرتبہ وہ اپنے پیاروں کی لجاجت بھری عرضوں کو بھی رد کر دیتا ہے جب حضور پاک ﷺ کی درخواست کو قبول کرنے کا وہ پابند نہیں تو کسی اور کا وہ کیسے پابند ہو سکتا ہے؟

اس سے شان احدی اور شان احمدی کا فرق نمایاں ہوتا ہے اور ذاتِ احد کی صمدیت اور ذاتِ احمد کی عبدیت کا کھل کر اظہار ہوتا ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

اللہ تعالیٰ حفظ مراتب کی سمجھ عطا فرمائے۔

﴿۱۴﴾

امت محمدیہ کیلئے تین خصوصی انعام

(۱) پانچ نمازیں (۲) سورۃ بقرہ کی آخری آیات (۳) تمام گناہوں کی بخشش کا وعدہ بشرطیکہ شرک نہ ہو

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى قَالَ اِنْتَهٰى اِلَیْهَا مَا یَعْرُجُ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا یَنْزِلُ مِنْ فَوْقٍ قَالَ: فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ عِنْدَهَا ثَلٰثًا لَمْ یُعْطِهِنَّ نَبِیًّا كَانَ قَبْلَهٗ: فُرِضَتْ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ خَمْسًا، وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِاُمَّتِهِ الْمُقْحِمَاتُ مَا لَمْ یُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا۔

(جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب من سورۃ النجم، رقم الحدیث ۳۱۹۸)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے، آپؐ فرماتے ہیں یہ زمین سے اوپر جانے والے اور اوپر یعنی عرش سے نیچے آنے والے امور کی منتہیٰ ہے تو اللہ تعالی نے آپ کو تین چیزیں عطا فرمائیں جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائیں (۱) آپؐ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں (۲) آپ کو سورۃ بقرۃ کی آخری آیات عطا کی گئیں (۳) آپ کی امت کے تمام گناہ بخش دیئے گئے بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضورﷺ کو معراج کے موقع پر عطا کئے جانے والے تین خصوصی انعامات کا ذکر ہے جو کسی اور نبی کو نہیں مل سکے۔ وہ تین خصوصی انعام یہ ہیں۔

(۱) پانچ نمازیں۔

نماز حصول حاجات کا بہترین وسیلہ اور قرب الٰہی کا قوی ترین ذریعہ ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، اسی لئے اسکو دوسری حدیث شریف میں مؤمنوں کی معراج کہا گیا ہے کہ معراج سے جس طرح حضورﷺ کو ہمکلامی کا شرف بخشا گیا اسی طرح نماز سے دیگر مؤمنوں کو ہمکلامی کا شرف بخشا گیا ۔کیونکہ نماز اول سے آخر تک رب تعالیٰ کی حمد وثناو مناجات سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو تو آسمانوں پر معراج کرایا جو معراج کی سب سے کامل صورت ہے اور آپﷺ کو آپ کی امت کی معراج کیلئے پانچ نمازیں عطا فرمائیں، کہ آپ کا جو امتی بھی توجہ، حضور قلبی اور خشوع وخضوع کیساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرے گا وہ بھی معراج کا سا قرب اور لطف ومزہ پائے گا۔

دیگر احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں فرض فرمائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضورﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ انمیں تخفیف کرالیں کیونکہ آپکی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ پائے گی۔ تو حضورﷺ کی درخواستوں پر تھوڑی تھوڑی کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اگرچہ نمازوں میں کمی کردی ہے لیکن اجر وثواب اب بھی اتنا ہی رکھا ہے جتنا پہلے تھا کہ جو پانچ نمازیں پڑھے گا اس کو ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا۔ سبحان اللہ۔

(۲) سورۃ بقرہ کی آخری آیات۔

اس سے مراد سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں جو امن الرسول سے آخر تک ہیں پہلی آیت ایمانیات پر مشتمل ہے اور دوسری کا اکثر حصہ ادعیہ اور مناجات پر مشتمل ہے اور جو دعائیں اس میں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب قبول بھی کرلی گئی ہیں یہی مطلب ہے انکے عطا کرنے کا۔

باقی یہ آیات مدنی ہیں اور معراج مکی زندگی کے آخر میں ہوا ہے اسلئے ان آیات کے معراج

کے موقع پر عطا کئے جانے کا مطلب انکے عطا کئے جانے کا وعدہ ہے کہ عنقریب یہ مبارک آیات آپکو عطا کر دی جائینگی اور بھیج دی جائینگی۔

مناسب ہوگا کہ آپ قرآن مجید سے ان آیات کی تلاوت بھی فرمالیں اور انکا ترجمہ بھی کسی ترجمہ والے قرآن پاک سے ملاحظہ فرمالیں تا کہ آپ بھی اس انعام سے کچھ فیض یاب ہوسکیں۔

(۳) تمام گناہوں کی بخشش کا وعدہ بشرطیکہ شرک نہ ہو۔

تیسرا خصوصی انعام ہمارے رؤف ورحیم، حریص بالمؤمنین نبی کریم ﷺ کو یہ عطا فرمایا گیا کہ اگرچہ عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب پر ضرور سزا ملے لیکن آپ ﷺ کی امت اگر شرک سے بچی رہے تو اسکے بڑے بڑے گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء (النساء:۴۸) کہ اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کو بالکل نہیں بخشے گا اور اسکے علاوہ جسکے جو گناہ چاہے گا بخش دے گا۔ یعنی شرک نا قابل معافی جرم ہے باقی چاہے کوئی کتنا بڑا جرم کیوں نہ ہو قابل معافی ہے۔ آگے اللہ تعالی کی مرضی ہے کہ تھوڑی بہت سزا دے کر معاف کر دے یا بغیر سزا کے معاف کر دے۔ کچھ گناہ معاف کرے یا سب گناہ معاف کر دے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں لا یسئل عما یفعل ۔

اللہ تعالی ہماری بلاحساب و کتاب بخشش فرمائیں۔

﴿۱۵﴾

تین ملعون شخص

(۱) امام جس کو مقتدی نہ چاہیں (۲) عورت جو خاوند کی ناراضگی میں رات گزارے (۳) جو حی علی الفلاح سنے اور مسجد نہ آئے

حدیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةً: رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَرَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ۔

(جامع ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ماجاء من ام قوما وھم لہ کارھون، رقم ۳۲۶)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی (۱) وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسکو ناپسند کرنے والے ہوں (۲) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ خاوند اس پر ناراض ہو (۳) وہ آدمی جو حی علی الفلاح کی آواز سنے اور مسجد میں نہ آئے۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین بدبختوں کا ذکر ہے جن پر رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم جیسی سراپا رحمت ذات نے لعنت فرمائی ہے وہ تین بدبخت یہ ہیں۔

(۱) جوامام امامت کرے اور مقتدی اس پر راضی نہ ہوں۔

یعنی کوئی زبردستی امام بنا ہوا کہ مقتدی اسکو نہ چاہیں پھر بھی وہ مصلے کیساتھ چمٹا ہوا ہو یہ شخص اسلئے لعنت کا مستحق ہے کہ یہ نماز جیسی خالص عبادت کو دنیوی اغراض کی بھینٹ چڑھا رہا ہے ورنہ اس کو مقتدیوں کے نہ چاہنے پر امامت سے چمٹے رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ مقتدیوں کی نماز کو خراب کرنے کا باعث بھی ہے کیونکہ انکی کراہت کی وجہ سے انکا دل اللہ تعالی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے گا۔

تاہم یہ حکم اس وقت ہے جب امام میں کوئی دینی خرابی ہو مثلاً وہ بدعتی ہو فاسق ہو یا جاہل ہو ورنہ بلاوجہ ناپسند کرنے پر مقتدی خود گناہگار ہونگے نہ کہ امام۔ نیز مقتدیوں کی کراہت کسی دنیوی غرض یا دشمنی کیوجہ سے نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو بھی گناہ مقتدیوں پر ہوگا نہ کہ امام پر۔ نیز جماعت میں سے چند افراد کی کراہت سے امام کو امامت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس میں اکثریت کی حق تلفی ہوتی ہے ہاں جب جماعت کی اکثریت اسکے حق میں نہ ہو تو پھر امامت کو خیر باد کہنے میں ہی عافیت بھی ہے اور عزت بھی۔

(۲) عورت اس حال میں رات گزارے کہ خاونداس پر ناراض ہو۔

یعنی عورت کو خاوند کی رضا وخوشنودی کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ وہ جس وقت بلائے اسی وقت آنا چاہیئے پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے نیز بداخلاقی یا بےادبی سے پیش آنا بھی اسکے لئے جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ عورت اگران تمام چیزوں کا خیال رکھتی ہے لیکن میاں ہیں کہ ہر وقت روٹھے رہتے ہیں سدا ناراض ہیں تو اس صورت میں عورت پر کوئی گناہ نہیں بلکہ اس صورت میں خاوند گناہگار ہوگا۔ لہذا دونوں کو ایک دوسرے کی خوشی کا خیال رکھنا چاہیئے کہ میاں بیوی راضی تو اللہ میاں بھی راضی اور میاں بیوی ناراض تو اللہ میاں بھی ناراض

(۳) حی علی الفلاح کی آواز سنے اور مسجد نہ جائے۔

یعنی اللہ تعالی کا منادی مؤذن اسکو کامیابی اور فلاح یعنی مسجد میں نماز کیطرف بلائے اور وہ پھر بھی اپنے کام کاج میں لگا رہے اور اس اعلان شاہی کو کوئی اہمیت نہ دے یہ شخص اسلئے لعنت کا مستحق

ہوا ہے کہ یہ اپنی سوچ کو اللہ ورسول کے حکم پر ترجیح دے رہا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو اللہ و رسول اسکی کامیابی اسمیں سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کام دھندے کو چھوڑ کر نماز کے لئے آجائے اور یہ نماز کیلئے نہ آکر عملی طور پر اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میری کامیابی اور فلاح نماز میں نہیں بلکہ اپنے کام کاج کی تکمیل میں ہے۔ تو جو اللہ ورسول کے مقابلے میں اپنی سوچ کو مقدم سمجھے یقیناوہ شخص قابل لعنت ہے اور رحمت الٰہی سے دوری کا مستحق ہے۔

اللہ تعالی اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

﴿۱۶﴾

تین آدمیوں کی نماز مقبول نہیں

(۱) بھگوڑا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے (۲) وہ عورت جو خاوند کی نافرمانی میں رات گزارے (۳) جو امام مقتدیوں کے نہ چاہتے ہوئے امامت کرے

حدیث:۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُهُمْ اٰذَانَهُمْ: اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ، وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَیْهَا سَاخِطٌ، وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ کَارِهُوْنَ۔
(جامع ترمذی: کتاب الصلوۃ، باب ما جاء من ام قوما وھم لہ کارھون، رقم ۳۲۸)

ترجمہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کی نماز انکے کانوں سے اوپر نہیں جاتی (۱) بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے (۲) وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اسکا خاوند اس پر ناراض ہو (۳) کسی قوم کا امام جبکہ وہ اسکو ناپسند کرنے والے ہوں۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین آدمیوں کا ذکر ہے جنکی نماز اللہ تعالی کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کر پاتی۔ وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) بھگوڑا غلام۔

یعنی کوئی زرخرید غلام اپنے آقا اور مالک سے بھاگ جائے جس نے اسے کافی پیسہ خرچ کر کے خریدا ہے، ایسے غلام کے بھاگ جانے کا مطلب ہے کہ وہ اپنے آقا کی غلامی کو قبول نہیں کرتا تو جو غلام ہو کر اپنے آقا کی غلامی کو قبول نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اسکی بندگی کو قبول نہیں فرماتا اور سب سے اہم عبادت نماز اسکے منہ پر ماردی جاتی ہے اور اس کا یہ حال اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ واپس نہیں آجاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن جو اجر وثواب نماز پر ملتا ہے وہ اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(۲) جو عورت خاوند کی نافرمانی میں رات گزارے۔

(۳) وہ امام جس سے مقتدی ناراض ہوں۔

ان دونوں کی تشریح سابقہ حدیث نمبر ۱۵ کے ذیل میں صفحہ نمبر ۲۲۰ پر گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

﴿۱۷﴾

جج تین قسم کے

(۱) حق کو جانتے ہوئے ناحق فیصلہ کرنے والا (۲) علم کے بغیر فیصلہ کر کے لوگوں کے حقوق ضائع کرنے والا (۳) حق کا فیصلہ کرنے والا

حدیث:

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ قَاضِيَانِ فِي النَّارِ وَقَاضٍ فِي الْجَنَّةِ: رَجُلٌ قَضٰى بِغَيْرِ الْحَقِّ فَعَلِمَ ذَاكَ فَذَاكَ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ لَا يَعْلَمُ فَاهْلَكَ حُقُوْقَ النَّاسِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَقَاضٍ قَضٰى بِالْحَقِّ فَذٰلِكَ فِي الْجَنَّةِ۔

(جامع ترمذی: کتاب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی، رقم الحدیث ۱۲۴۴)

ترجمہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جج تین قسم کے ہیں جن میں سے دو جج جہنم میں جائیں گے اور ایک جج جنت میں (۱) وہ آدمی جو حق کو جانتے ہوئے ناحق فیصلہ کرے اور وہ اسکا علم رکھتا ہو پس یہ جہنم میں جائیگا (۲) وہ جج جو علم نہ رکھتا ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع کرے پس یہ بھی جہنم میں جائیگا (۳) وہ جج جو حق کا فیصلہ دے پس یہ جنت میں جائیگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین قسم کے ججوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں سے ایک قسم جنتی ہے اور دو قسمیں جہنمی ہیں۔ جج کا منصب انتہائی احتیاط کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ جج کی معمولی بے احتیاطی یا

غفلت کسی غیر معمولی نقصان کا موجب بن سکتی ہے لہذا جج میں علم، پرہیزگاری، معاملہ فہمی، جرأت اور خوف خدا و آخرت جیسی اوصاف کا پایا جانا انتہائی ضروری ہے انہی اوصاف کے پیش نظر ججوں کی تین قسمیں بنائی گئی ہیں۔

(۱) جو حق کا علم رکھتا ہو پھر بھی ناحق فیصلہ کرے۔

(۲) جو حق کا علم نہ رکھتا ہو محض اندازے سے فیصلے کرے۔

یہ دونوں جج جہنمی ہیں پہلا تو اسلئے کہ اسکو حق و باطل میں امتیاز بھی ہو چکا ہے پھر بھی لالچ یا دباؤ میں آکر جان بوجھ کر باطل فیصلہ کر رہا ہے، اس طرح اپنے منصب کی توہین کر رہا ہے اور اپنے اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حد سے تجاوز کر رہا ہے۔

اور دوسرا اسلئے کہ جب اسکو سپرد کئے گئے معاملے میں حق و باطل کا امتیاز ہی نہیں ہو رہا تو اسکا فیصلہ ظاہر ہے کہ علم کی بنیاد پر نہیں ہوگا بلکہ محض تخمینے اور اندازے سے ہوگا، یا ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر ہوگا اور حق کے فیصلے تخمینوں اور اندازوں یا ذاتی پسند و ناپسند پر نہیں کئے جاتے بلکہ بصیرت، تحقیق اور عدل وانصاف سے کئے جاتے ہیں۔

(۳) جو تحقیق کرے پھر حق کے مطابق فیصلہ کرے۔

یہ جج جنتی ہے کیونکہ اس نے اپنے منصب کی لاج رکھی ہے اسکے تقاضوں کو پورا کیا ہے منصب سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا، نہ ذاتی پسند و ناپسند کو اس میں دخل دیا ہے بلکہ ذاتی پسند و ناپسند سے ہٹ کر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا ہے اور بے لاگ انصاف کر کے حکم ربانی کی تعمیل کی ہے جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط (النساء:۱۳۵) کہ اے ایمان والو انصاف کو قائم کرنے والے بنو۔ نیز ارشاد فرمایا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (المائدہ :۸) کہ انصاف کرو یہ انصاف کرنا تقوی کے زیادہ قریب ہے۔

اللہ تعالی تمام ججوں کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۱۸﴾

تین شخصوں کی دعارد نہیں کی جاتی

(۱)عادل بادشاہ (۲)روزہ دار کی افطاری کے وقت (۳)مظلوم کی بددعا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ....قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلٰثَةٌ لَا تَرُدُّ دَعْوَتُهُمْ :اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ، وَالصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفَتَّحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ :وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ۔

(جامع ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا، رقم ۲۴۴۹)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (۱) عادل بادشاہ کی (۲)روزہ دار کی افطار کے وقت (۳)اور مظلوم کی دعا جسکو اللہ تعالی بادلوں سے اوپر اٹھالیتا ہے اور اسکے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں ضرور تیری مدد کرونگا اگر چہ کچھ عرصہ بعد۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین مستجاب الدعوات آدمیوں کا ذکر ہے وہ تین آدمی یہ ہیں۔

(۱) عادل بادشاہ۔

جو بادشاہ عدل وانصاف قائم کر کے خلقِ خدا کے لئے امن وسکون کا ماحول پیدا کرتا ہے وہ اللہ تعالی کا محبوب بن جاتا ہے اور اللہ تعالی اسکو دنیا میں نقد انعام کے طور پر یہ اعزاز عطا فرماتا ہے کہ وہ جس حاجت کیلئے اس سے دعا کرے اللہ اسکی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

(۲) روزہ دار کی دعا افطاری کیوقت۔

روزہ دار صبح سے شام تک روزہ سے رہ کر اللہ تعالی کو راضی کرتا ہے تو افطاری کیوقت جب وہ اپنا کام مکمل کر چکا ہوتا ہے اور حکم خداوندی کی تعمیل کر چکا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اسکو بھی بطور نقد انعام یہ اعزاز عطا فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ جو بھی دعا مانگے وہ قبول ہوتی ہے۔

(۳) مظلوم کی بد دعا۔

جس کو ستایا جائے اور اسکا جینا دوبھر کر دیا جائے تو اسکی دعا چونکہ صمیم قلب اور خلوص دل سے نکلتی ہے اسلئے وہ بھی فوری شرف قبولیت پاتی ہے اگر چہ وہ فاسق یا کافر ہی کیوں نہ ہو۔

باقی دعا کی قبولیت کی تین صورتیں چہل حدیث نمبر۳ کی حدیث نمبر۱۲ کے ذیل میں صفحہ نمبر ۳۳۸ پر ملاحظہ فرمالیں تا کہ قبولیت دعا پر کسی قسم کا اشکال پیدا نہ ہو۔

﴿۱۹﴾

اللہ کے تین محبوب شخص

(۱) جورات کو اٹھ کر کتاب اللہ کی تلاوت کرے (۲) دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے (۳) جو شکست خوردہ لشکر میں ہو پھر بھی بڑھتا چلا جائے

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُهُ قَالَ: ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا أُرَاهُ قَالَ: مِنْ شِمَالِهٖ، وَرَجُلٌ كَانَ فِیْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ۔

(جامع ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی کلام الحور العین، رقم ۲۴۹۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے اللہ تعالی محبت فرماتا ہے (۱) اس آدمی سے جورات کو اٹھ کر کتاب اللہ کی تلاوت کرے (۲) اس آدمی سے جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں ہاتھ سے بھی مخفی رکھے (۳) اس آدمی سے جو کسی لشکر میں ہو اور اسکے ساتھی شکست کھا جائیں اور وہ دشمن کی طرف بڑھا چلا جائے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں اللہ کے تین محبوب شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر شخص اپنے آپ کو ان میں سے کسی ایک میں بآسانی داخل کرسکتا ہے وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) رات کو اٹھ کر تلاوت کرنے والا۔

یعنی جو شخص رات کے وقت جو نیند اور آرام کا وقت ہوتا ہے اپنا آرام قربان کر کے اللہ تعالی کیلئے وقت نکالے، اس میں تہجد پڑھے جس میں کلام اللہ شریف کی تلاوت کرے، اس میں تدبر کرے اور پھر دعا و مناجات میں مشغول ہو کر اللہ تعالی سے اپنا تعلق مضبوط کرے تو اللہ تعالی بھی نہ صرف یہ کہ اس سے تعلق قائم فرما لیتے ہیں بلکہ اسکو اپنا محبوب بھی بنا لیتے ہیں۔

(۲) دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں کو پتہ نہ چلے۔

مقصد یہ ہے کہ ریا کاری سے بچنے کیلئے صدقات کو اتنا چھپائے کہ کسی کو خبر نہ ہونے دے، اور تو اور اپنے غیر متعلقہ اعضاء کو بھی اس میں دخیل نہ بنائے، اسی کو بطور مبالغہ کے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں کو بھی پتہ نہ چلے ورنہ آدمی یکجان ہے اسمیں یوں تجزی ممکن نہیں کہ ایک ہاتھ کو پتہ ہو اور دوسرے کو پتہ نہ ہو قرآن مجید میں اسی کو یوں ارشاد فرمایا ان تبدوا الصدقات فنعما هی وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خیر لکم (البقرہ:۲۷۱) کہ صدقات کو ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

(۳) لشکر شکست کھا جائے اور یہ بڑھتا چلا جائے۔

یعنی باوجود پورے لشکر کے شکست کھا جانے کے اسکے جذبات میں کوئی فرق نہ آئے، وہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اسی جوش و جذبے کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے اس امید پر کہ فتح ملے گی یا شہادت اور یہ دونوں میرے گوہر مطلوب ہیں۔

﴿۲۰﴾

جنت تین صحابہ کے شوق میں

(۱)علیؓ(۲)عمارؓ(۳)سلمانؓ

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ اِلٰى ثَلٰثَةٍ: عَلِيٌّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ۔

(جامع ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب سلمانؓ، رقم الحدیث۳۷۳۲)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق رہتی ہے (۱) علیؓ (۲) عمارؓ (۳)۔سلمانؓ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں نبی ﷺ کے تین اصحاب علیہم الرضوان کی ایک خاص فضیلت ذکر کی گئی ہے کہ جنت ان کے اشتیاق میں ہے۔کیا ٹھکانہ ہے انکی عظمت کا کہ باقی لوگ جنت کے مشتاق ہیں اور جنت خود اُن کی مشتاق ہے۔

وہ تین اصحاب علیہم الرضوان یہ ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

آپ رضی اللہ عنہ کسی تعارف کے محتاج نہیں تاہم محض تبرک کیلئے چند کلمات لکھے جاتے

ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ داماد پیغمبر، فاتح خیبر، شیر خدا محبوب مصطفیٰ ہیں، امام المتقین، راس الزاہدین، نجیب الطرفین، مولی المؤمنین ہیں۔

آپ کا اسم گرامی اور سلسلہ نسب یہ ہے علی بن ابی طالب عبد مناف بن عبد المطلب شیبہ بن ھاشم عمرو بن عبد مناف القرشی الھاشمی، آپکی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ھاشم القرشیہ الھاشمیہ رضی اللہ عنھا ہیں۔

آپکی کنیتیں ابوالحسن اور ابوتراب ہیں آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچازاد بھائی ہیں، نبوت وبعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے بچپن میں ہی حضور ﷺ کی پرورش میں آئے، دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور آپ کی وفات تک آپ کے ساتھ رہے۔

سوائے چند ایک مستثنیات کے حضر وسفر میں آپ ﷺ کے ساتھی رہے، بچوں میں پہلے اسلام لانے والے آپؓ ہی ہیں، اسلام کے چوتھے خلیفۂ راشد اور بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اسلام کیلئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بڑے بڑے معرکے سر کئے، بہت سارے امتیازات آپؓ ایسے رکھتے ہیں جو کسی اور کو حاصل نہیں۔

یہ مختصر آپ کی سیرت اور کارناموں کی موٹی موٹی جھلکیاں دکھانے سے بھی قاصر ہے یہاں برکت کیلئے صرف دس احادیث ذکر کی جاتی ہیں جنکا تعلق آپؓ کے فضائل سے ہے۔ سوائے آخری کے باقی سب مشکوۃ المصابیح سے لی گئی ہیں۔

فضائلِ علیؓ:

۱۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لایحب علیا منافق و لا یبغضہ مؤمن" (مشکوۃ، ص ۵۶۴) کہ کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھ سکتا اور کوئی مؤمن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خود میرے

بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی "ان لا یحبنی الا مؤمن و لا یبغضنی الا منافق" (ایضا) کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مؤمن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

۳۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا "لا عطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ" (ایضا) کہ کل میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسکے ہاتھ پر اللہ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھنے والا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک اسکا امیدوار تھا کہ جھنڈا اسکو عطا کیا جائے آپؐ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ انکی آنکھیں دکھ رہی ہیں (اسلئے وہ حاضر نہیں ہیں آرام کر رہے ہیں) آپؐ نے فرمایا کہ انکو بلالاؤ چنانچہ آپؓ کو لایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی آنکھوں پر اپنا لعاب مبارک لگایا وہ ایسے ٹھیک ہو گئے کہ گویا انکو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر آپؐ نے جھنڈا انکو عطا فرمایا۔

۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان علیا منی و انا منہ و ھو ولی کل مؤمن" (ایضا) کہ بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مؤمن کے محبوب ہیں۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا دار الحکمۃ و علی بابھا" (ایضا) کہ میں علم وحکمت کا گھر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں۔

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" (ایضا) کہ اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ھارون مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۷۔ حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه" (ایضا) کہ اے اللہ جسکا میں محبوب ہوں علی بھی اسکے محبوب ہیں اے اللہ جو ان سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

۸۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فيك مثل من عيسى أبغضته اليهود حتى بهتوا أمه و أحبته النصارى حتى أنزلوه بالمنزلة التي ليست له ثم قال: يهلك في رجلان محب مفرط يقرظني بما ليس فيّ و مبغض يحمله شنآني على ان يبهتني" (ایضا) کہ اے علی تم میں ایک گونہ عیسیٰؑ کی مشابہت ہے کہ یہود نے ان سے اتنا بغض کیا کہ انکی والدہ پر بہتان لگا دیا اور نصاری نے ان سے اتنی محبت کی کہ انکو اس مرتبے پر پہنچا دیا جو انکا نہ تھا پھر حضرت علی نے فرمایا کہ میری وجہ سے دو آدمی ہلاک ہوں گے ایک محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا جو میری ایسی تعریفیں کرے گا جو مجھ میں نہیں اور ایک بغض رکھنے والا جسکو میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر برانگیختہ کرے گی۔

۹۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمالیا تو حضرت علی روتے ہوئے آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے دیگر اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا ہے اور میرے ساتھ کسی کا بھائی چارہ قائم نہیں فرمایا تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انت اخی فی الدنیا والآخرۃ" کہ اے علی! دنیا، آخرت میں تو میرا بھائی ہے۔ (ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب علیؓ، رقم ۳۶۵۴)

۱۰۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اشقى الناس رجلان احيمر ثمود الذى عقر الناقة والذى يضربك يا على على هذه يعنى قرنه حتى تبل منه هذه يعنى لحيته" (مسند احمد، مسند الکوفیین، مسند عمار بن یاسر، رقم ۱۷۶۰۲) کہ اے علی دنیا میں سب سے بڑے بد بخت دو ہیں ایک قوم ثمود کا احیمر جس نے اللہ کی اونٹنی کو ہلاک کیا اور

دوسرا وہ جو تیری کھوپڑی پر وار کرے گا اور اس سے تیری داڑھی رنگین ہو جائے گی۔

خلافت:

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مہاجرین وانصار کے اتفاق سے خلافت کا بار گراں آپ کے کندھوں پر آپڑا جس کو آپ نے بادل نخواستہ ہی قبول کیا، اسکے باوجود آپ کا دور خلافت آپ کیلئے بہت مشکل ثابت ہوا، ایک طرف جنگ جمل وصفین کی صورت میں اپنوں کی طرف سے مشکلات، دوسری طرف نہروان کی شکل میں خوارج کی ریشہ دوانیاں، تیسری طرف کوفی شیعان علی کی بے وفائیاں ان تمام چیزوں نے حضرت علی کو ہمیشہ پریشان رکھا، آپؓ کا پورا عرصہ خلافت انہی اندرونی شورشوں اور خانہ جنگیوں کی نذر ہو گیا انکے علاوہ مصر، کرمان اور فارس کی بغاوتیں بھی آپکو پریشان کیے رہیں۔ انہی شورشوں سے نمٹتے نمٹتے آپؓ اپنی خلافت کے پانچویں سال شہید کر دیئے گئے۔

شہادت:

دسویں حدیث میں بیان کردہ سچوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ عبدالرحمن بن ملجم خارجی ملعون نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کے ساتھ آپؓ پر حملہ کر دیا جبکہ آپؓ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور اسی کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ آفتاب رشد وہدایت ۲۰ رمضان ۴۰ھ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا آپؓ کی نماز جنازہ جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

رضی اللہ عنہ وارضاہ واعطانا حبہ وحب من یحبہ واعاذنا من بغضہ و حب من یبغضہ۔

(۲) حضرت عمار رضی اللہ عنہ۔

ابوالیقظان عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس العنسی مشہور صحابی ہیں۔ حضرت عمار، انکے والد حضرت یاسر اور انکی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم [illegible] اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اسلئے کفار کیطرف سے سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور تینوں کو شہادت کی موت نصیب

ہوئی۔ انکی والدہ حضرت سمیہؓ کو اسلام کی پہلی شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جنکو ابوجہل ملعون نے بڑی سفاکی، درندگی اور بے شرمی سے شہید کیا آپ ﷺ کو انکے ساتھ بہت پیار تھا اور ان پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ آپکے فضائل میں صرف پانچ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن سے آپکی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

فضائل عمارؓ:

۱۔ حضرت عمرو بن شرحبیل ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ملئی عمار ایمانا الی مشاشه" (نسائی، کتاب الایمان وشرائعہ، باب تفاضل اہل الایمان، رقم ۴۹۲۱) کہ عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے لبریز ہے۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ عمار آپ سے خصوصی ملاقات کی اجازت طلب کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ائذنو اله مرحبا بالطیب المطیب" (ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عمار بن یاسر، رقم ۳۷۳۳) کہ انکو اندر آنے کی اجازت دو، پاکیزہ اور خوشبودار عمار کو خوش آمدید۔

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماخیر عمار بین امرین الا اختار ارشدھما" (ترمذی ایضا ۳۷۳۴) کہ عمار کو اگر دو چیزوں میں اختیار دیا جائے تو وہ زیادہ بھلائی والی چیز کو اختیار کرتے ہیں۔

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا "انی لا ادری ماقدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار الی ابی بکر و عمر واھتدوا بھدی عمار" (ترمذی ایضا، رقم ۳۷۳۵) کہ میں نہیں جانتا کہ میں تم میں کتنا رہونگا پس تم میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا اور آپ نے ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ کیا اور عمار کی سیرت کو اپنانا۔

۵۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابشر عمار تقتلك الفئة الباغية" (ترمذی ایضا، رقم ۳۷۳۶) کہ اے عمار تجھے خوشخبری ہو کہ تو باغی گروہ کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشینگوئی کے مطابق جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں لڑتے ہوئے ۳۷ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

رضی الله عنه وارضاه و جزاه الله عنه وعن سائر المسلمين

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔

نام سلمان، کنیت ابوعبداللہ، لقب سلمان الخیر، ولدیت میں مجوسی والد کا نام لینے کی بجائے اسلام کا نام لیتے تھے۔ آپ فارس (ایران) کے صوبہ اصفہان کے ضلع رام ھرمز کی بستی جی کے رہنے والے تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا ایمان افروز واقعہ۔

انکا والد اپنے علاقے کا بڑا زمین دار اور سردار تھا اور ان سے بہت محبت رکھتا تھا، مذہباً مجوسی تھا، مجوسیت کے ساتھ اتنا لگاؤ تھا کہ اپنے اس پیارے اور لاڈلے بیٹے کو آتش کدہ کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا تھا، حضرت سلمانؓ نے بھی مجوسیت میں اتنی ترقی کی کہ آتش کدہ کے نگران بن گئے، والد بھی ان سے دیگر کوئی کام نہ لیتا تھا، ایک مرتبہ اسے کوئی کام درپیش ہوا جسکی وجہ سے زمینوں کی خبر گیری کیلئے وہ خود نہ جاسکا اور انکو اس کام کیلئے بھیجا، راستے میں انکو عیسائیوں کا عبادت خانہ نظر پڑا، یہ تحقیق احوال کیلئے اس میں چلے گئے، انکا طریقہ نماز وعبادت انہیں پسند آیا، اور دل میں یقین کرلیا کہ ہمارے مذہب سے یہ مذہب اچھا ہے، اور اس وقت دین برحق تھا بھی وہی، تو جس کام کیلئے گئے تھے اسکو چھوڑ کر ان سے عیسائیت کے بارے میں معلومات لینے لگ گئے، ان سے پوچھا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے شام کا بتلایا اسکے بعد یہ گھر واپس آگئے، والد نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو سارا واقعہ سچائی کے ساتھ بیان کر دیا، باپ نے بڑے پیار سے سمجھایا کہ ہمارا اور ہمارے آباء واجداد کا دین اس دین سے بہتر ہے

لیکن انکی رائے میں کوئی فرق نہ آیا اور انہوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ دین عیسائیت ہمارے دین سے بہت بہتر ہے، اس پر والد نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر گھر میں قید کر دیا، لیکن یہ سختی بھی انکی رائے میں کوئی تبدیلی نہ لاسکی انہوں نے عیسائیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ اگر شام جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے ضرور خبر دینا، کچھ دنوں بعد انہوں نے اس کی خبر دی تو یہ بیڑیاں توڑ کر انکے ساتھ شام کیطرف روانہ ہو گئے، شام پہنچ کر معلوم کیا کہ یہاں عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے ایک پادری کا بتلایا تو یہ اسکی خدمت میں پہنچ گئے اور اس سے دین سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور خدمت میں رہنے کا شرف بخشنے کی درخواست کی جو اس نے قبول کر لی، یہ اب اسکے ساتھ رہنے لگے، فرماتے ہیں کہ یہ پادری کچھ اچھا نہ نکلا، لوگوں کو فقراء و مساکین کیلئے صدقات کا حکم اور ترغیب دیتا جب وہ اسکے پاس جمع کراتے تو یہ خورد برد کر جاتا یہانتک کہ اس نے سونے چاندی کے سات مٹکے اپنے لئے بھر رکھے تھے، جب یہ مر گیا تو لوگ اپنے اس پادری کی تجہیز و تکفین کے لئے اکٹھے ہوئے تو اِنہوں نے اُنکو اُس کی ساری کارگزاریوں اور کارستانیوں کی تفصیل سنا دی اور سونے چاندی کے مٹکے بطور ثبوت برآمد کرا دیئے، پھر تو لوگوں کا اشتعال دیدنی تھا انہوں نے اسکو دفن کرنے کی بجائے سولی پر لٹکا کر اسکی لاش کو سنگسار کر دیا، اسکے بعد ایک اور پادری کو اسکا جانشین مقرر کیا، آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک اچھا آدمی تھا، دنیا سے بے رغبتی، آخرت سے رغبت رکھنے والا بڑا عابد و زاھد تھا، دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتا اس لئے مجھے اس سے بہت محبت ہوگئی اور میں اس کا عقیدت مند بن گیا، جب انکی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے بڑے پیار سے کہا بھائی لوگوں میں تبدیلیاں آگئی ہیں اور دین کے اندر بھی تحریفیں کر دی گئی ہیں اس وقت میرے علم میں صرف ایک آدمی ہے جو موصل میں رہتا ہے وہ صحیح معنوں میں اس دین پر قائم ہے تم اسکے پاس چلے جانا،۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ انکی وفات کے بعد میں نے موصل کا راستہ لیا اور اس عالم کے پاس پہنچ کر گزشتہ سارا قصہ سنایا تو انہوں نے بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرا لیا، یہ بھی واقعۃً دین دار اور بہترین عالم تھے لیکن زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ انکی بھی قضا آگئی، میں نے ان سے بھی اسی طرح کی درخواست کی تو انہوں نے مجھے نصیبین جانے کا مشورہ دیا، میں وہاں پہنچا، مذکورہ عالم سے ملاقات ہوئی اور ٹھہرنے کی بھی اجازت مل گئی مگر یہاں بھی ملک الموت نے زیادہ استفادے کا

موقع نہ دیا اور انکی بھی اخیر آ گئی تو ان سے بھی میں نے وہی سوال کیا تو انہوں نے اپنے بعد عموریہ جانے کا مشورہ دیا، آپؓ فرماتے ہیں کہ انکی وفات کے بعد میں عموریہ پہنچا وہ بھی نیک صالح آدمی تھے یہاں میں نے کچھ کاروبار بھی شروع کر لیا جس سے چند گائیں اور بکریاں میرے پاس جمع ہو گئیں، جب انکا اخیر وقت ہوا تو میں نے ان سے پھر وہی سوال کیا جو پہلوں سے کرتا آرہا تھا اب اس عالم نے یہ جواب دیا کہ اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی تسلی بخش آدمی نہیں ہے جسکے پاس میں تمہیں بھیجوں، البتہ نبی آخر الزمان کا زمانہ بالکل آچکا ہے، وہ دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہونگے اور سرزمین عرب سے ہجرت کر کے ایسی جگہ پہنچیں گے جہاں کھجوروں کے باغات کی کثرت ہوگی اور انکی چند علامات ایسی ہیں جو کسی پر مخفی رہنے والی نہیں۔

کتب سابقہ میں نبی آخر الزمان ﷺ کی تین علامات۔

ایک یہ کہ وہ ھدیہ کا مال استعمال میں لائینگے، دوسرے یہ کہ وہ صدقے کا مال کام میں نہیں لائینگے، تیسرے یہ کہ انکے دونوں شانوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر ہوگی، تو اگر تم ملک عرب میں جا سکو تو ادھر چلے جانا پھر وہ بزرگ اللہ کو پیارے ہو گئے اور میں کچھ عرصہ مزید بھی عموریہ میں رہا یہاں تک کہ قبیلہ کلب کے کچھ تاجروں کا یہاں سے گزر ہوا تو میں نے انکو کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ ملک عرب لے چلو تو یہ چند گائیں اور بکریاں میں اسکے معاوضے میں تمہیں دینے کیلئے تیار ہوں، آپؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اسکو قبول کر لیا اور مجھے ملک عرب میں لے آئے لیکن یہاں آکر انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے غلام ظاہر کر کے فروخت کر دیا، جس آدمی نے مجھے خریدا وہ یہودی تھا، میں اسکے پاس بطور غلام رہنے لگا کچھ عرصہ بعد مدینہ سے اس کا ایک چچازاد بھائی آیا جسکا تعلق بنی قریظہ سے تھا اور وہ اس سے مجھے خرید کر اپنے ساتھ مدینہ لے آیا، آپؓ فرماتے ہیں یہاں پہنچ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جسکا ذکر میرے بزرگ (آخری پادری) نے مجھ سے کیا تھا، اب میں یہاں رہنے لگا جبکہ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے لیکن مجھے اپنی غلامی کی مشغولیت کی وجہ سے کوئی خبر نہ ہو سکی، ایک دن میں اپنے آقا کے کام کاج میں مشغول تھا کھجور کے درخت پر چڑھ کر شاخوں اور خوشوں کو درست کر رہا تھا اور میرا آقا بھی نیچے موجود تھا جو کام کی دیکھ بھال کر رہا تھا کہ اتنے میں اسکا چچازاد آیا اور

اس نے اسکو یہ خبر دی کہ اللہ بنو قیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے وہ ایک آدمی کے پاس قبا میں جمع ہیں جو آج انکے پاس مکہ سے آیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہے، جب میں نے یہ بات سنی تو جیسے مجھے ایک شدید جھٹکا لگا قریب تھا کہ میں کھجور کے درخت سے اپنے آقا کے اوپر گر پڑتا، میں جلدی جلدی درخت سے نیچے اترا اور اپنے آقا کے چچازاد سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ تم کیا کہہ رہے تھے؟ اس پر میرے آقا نے غصے میں آکر مجھے ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ تجھے اس سے کیا غرض چل اپنا کام کر۔

حضرت سلمان فارسی کی طرف سے نبوت کا امتحان۔

آپؓ فرماتے ہیں جب شام ہوئی اور میں اپنے کام کاج سے فارغ ہوا تو میں کچھ چیزیں لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا جبکہ آپؐ قبا میں تشریف فرما تھے میں نے جا کر کہا میں نے سنا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھ کچھ حاجت مند پردیسی لوگ بھی ہیں میرے پاس یہ تھوڑا سا صدقے کا مال تھا مجھے تم سے زیادہ کوئی اسکا مستحق نظر نہیں آیا پس اسکو میری طرف سے قبول کیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ لے لو اور کھاؤ لیکن آپؐ نے خود اس میں سے کچھ نہ کھایا میں نے دل میں کہا کہ ایک بات تو پوری ہوگئی، پھر میں واپس آگیا اور چند دن کے بعد دوبارہ کچھ لیکر حاضر خدمت ہوا اس وقت آپ مدینہ میں فروکش ہو چکے تھے میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اسلئے اب آپکے لئے کچھ ھدیہ لایا ہوں تو آپ نے اسکو قبول فرمایا، خود بھی کھایا اور دوستوں کو بھی کھلایا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ دو باتیں پوری ہوگئیں، پھر چند دن بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپؐ ایک جنازے کے ساتھ بقیع الغرقد میں تشریف لائے ہوئے تھے، آپؐ نے دو چادریں زیب تن فرما رکھی تھیں اور آپؐ کے اصحاب نے آپ کے گرد حلقہ بنا رکھا تھا میں نے آپؐ پر سلام کیا اور پھر پیچھے کی جانب گھوم کر آپ کی پیٹھ کی طرف دیکھنے لگا تا کہ اس مہر کو دیکھ سکوں جو مجھے میرے استاد نے بتلائی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش کو بھانپ گئے اور اپنی پیٹھ پر سے چادر کو سرکا دیا، تو میں نے وہ مہر بھی دیکھ لی، بس پھر تو میں آپؐ پر گر گیا، آپ کو بوسے دینے لگا اور زار و قطار رونے لگا اور اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ کا ورد کرنے لگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بلایا اور میں نے آپ کو اپنا سارا قصہ

سنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بڑی پسندیدگی سے سماعت فرمایا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے آزاد ہونے کا ایمان افروز واقعہ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد گاہے بگاہے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ،غلامی کی وجہ سے مکمل آپ کی خدمت میں رہنے کا موقع نہ ملتا یہی وجہ ہے کہ آپؓ باوجود آغاز ہجرت میں مسلمان ہوجانے کے بدر واحد میں شریک نہ ہوسکے،آپؓ اپنی آزادی کا قصہ کچھ یوں سناتے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے سلمان تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو یعنی مال کی کچھ مقدار دیکر آزادی حاصل کرلو، میں نے تعمیل ارشاد میں اپنے آقا سے بات کی تو اس نے اسکے لئے دو چیزوں کی شرط لگائی،ایک یہ کہ میں اسکے لئے کھجور کا ایک باغ لگاؤں جسمیں تین سو کھجور کے درخت ہوں اور ایک روایت میں پانچ سو درختوں کا ذکر ہے اور انکی دیکھ بھال کروں یہانتک کہ وہ پھل دینے لگیں اور دوسری شرط یہ لگائی کہ چالیس اوقیہ چاندی بصورت نقدی بھی ادا کروں (ایک اوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے اور ایک درھم ساڑھے تین ماشہ کا اس طرح یہ چار سو سڑسٹھ (۴۶۷) تولے چاندی کی مقدار بنی) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا تو آپ نے اسکو قبول فرمالیا اور اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو تو کسی نے تیس، کسی نے بیس، کسی نے پندرہ اور کسی نے دس کھجور کے بچوں (پودوں) کے ساتھ میری مدد کی یہانتک کہ میرے پاس تین سو بچے پورے ہوگئے تو آپؐ نے فرمایا سلمان جاؤ گڑھے کھودو اور جب گڑھے مکمل کھودلو تو پھر میرے پاس آجانا درخت میں خود لگاؤں گا، میں جا کر گڑھے کھودنے میں لگ گیا اور کچھ ساتھیوں نے اس کام میں بھی میری مدد کی جب گڑھے تیار ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے ہم آپکو پودے پکڑاتے گئے اور آپ اپنے دست مبارک سے لگاتے گئے، اس ذات پاک کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں سلمان کی جان ہے کہ انمیں سے کوئی ایک پودا بھی خشک نہیں ہوا اور اسی سال سب نے پھل بھی دے دیا بعض روایات میں ہے کہ پورا باغ پھلا مگر ایک درخت پر پھل نہ لگا دراصل وہ درخت خود انہوں نے یا بعض روایات کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اسکو کھود کر نکالو پھر آپ نے دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا تو اس نے اسی وقت پھل دیا سبحان اللہ، اس طرح ایک شرط پوری ہوگئی۔

اب چاندی میرے ذمہ تھی اور ایک دن مال غنیمت میں مرغی کے انڈے کے برابر چاندی آپؐ کے پاس پہنچی آپؐ نے پوچھا وہ فارسی غلام کدھر ہے میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ لے اور اپنی چاندی کی ادائیگی کر، میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہاں کافی ہوسکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا جا اللہ تعالی اسی سے تیری ادائیگی مکمل کرادے گا، میں نے اسکو لیا اور تول کر انکو دیا، تو اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں سلمان کی جان ہے کہ چالیس اوقیہ چاندی اسی سے پوری ہوگئی اور اس طرح دوسری شرط بھی پوری ہوگئی اور میں آزاد ہوگیا۔ سبحان اللہ۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ خندق سب سے پہلی جنگ ہے جسمیں میں آپؐ کے ساتھ شریک ہوا اور اسکے بعد کوئی غزوہ مجھ سے فوت نہیں ہوا۔

(مسند احمد، باقی مسند الانصار، حدیث سلمان الفارسیؓ، رقم ۲۲۶۲۰)

جنگ خندق میں خندق کی کھدائی آپؓ کے مشورے سے ہی عمل میں لائی گئی ورنہ عرب میں اسکا اسوقت تک کوئی رواج نہ تھا اور بھی کئی محاذوں پر آپؓ کی رائے پر عمل کیا گیا۔ آپؓ نے ساری زندگی دین حق کی تلاش میں گزار دی اور حق کو پالینے کے بعد باقی ماندہ پوری زندگی اسی میں کھپا دی، آپؓ نے ۳۳ھ میں مدائن میں وفات پائی جبکہ آپؓ کی عمر اڑھائی سو سال تھی بعض نے اس سے کم و بیش بھی بتائی ہے مگر راجح قول یہی ہے۔

فائدہ:

ان تین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجمالی تذکرہ سے اتنی بات واضح ہوتی ہے کہ ان تینوں قدسی نفوس نے اسلام کیلئے بہت مشقتیں برداشت کی ہیں، طرح طرح کے غم جھیلے ہیں اور طویل آزمائشوں میں مبتلا ہوئے ہیں یہی وجہ انکی طرف جنت کے اشتیاق کا باعث بنی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

﴿۲۱﴾

حشر تین طریقوں پر

(۱) پیدل (۲) سوار ہو کر (۳) چہروں کے بل

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ: صِنْفًا مُشَاةً، وَصِنْفًا رُکْبَانًا، وَصِنْفًا عَلٰی وُجُوْهِهِمْ۔ قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَکَیْفَ یَمْشُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ؟ قَالَ: اِنَّ الَّذِیْ اَمْشَاهُمْ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّمْشِیَهُمْ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ،اَمَا اِنَّهُمْ یَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ کُلَّ حَدَبٍ وَّ شَوْكٍ۔

(جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، رقم الحدیث ۳۰۶۷)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کا حشر تین طریقے پر ہوگا۔(۱) کچھ لوگ پیدل ہونگے (۲) کچھ لوگ سوار ہونگے (۳) اور کچھ لوگ چہروں کے بل چلیں گے۔عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول!وہ اپنے چہروں کے بل کس طرح چلیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک وہ ذات جس نے انکو قدموں پر چلایا ہے اس پر بھی قادر ہے کہ انکو چہروں کے بل چلائے آگاہ رہو کہ وہ ہر اونچ نیچ اور کانٹے سے بچاؤ بھی اپنے چہروں کے ساتھ کرینگے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حشر کی تین کیفیات کا ذکر ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کچھ لوگ حشر کا راستہ پیدل طے کریں گے۔

یہ لوگ عامۃ المؤمنین ہونگے جو ملے جلے اعمال نیک و بد لیکر حاضر ہونگے۔

(۲) کچھ سواری پر سوار ہو کر۔

یہ خواص مؤمنین ہونگے جو دنیا میں گناہوں سے دور رہے ہونگے اور نیکی کی طرف سبقت کرنے والے۔ انکو حشر تک کا سفر طے کرنے کیلئے عمدہ اونٹنیاں فراہم کی جائینگی۔

(۳) کچھ چہروں کے بل چل کر۔

یہ کفار ہونگے، چونکہ انہوں نے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے الٹ زندگی گزاری تھی اس لئے سزا کے طور پر انکو الٹا کر کے چلایا جائیگا یعنی انکے پاؤں اوپر اور سر نیچے ہوں گے اور اس حالت میں انکو چلنے پر مجبور کر دیا جائیگا۔ جس طرح دنیا میں سزا دینے کیلئے کان پکڑوائے جاتے ہیں یا الٹا لٹکایا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے " نحشرهم يوم القيمة على وجوههم عميا و بكما و صما " (بنی اسرائیل:۹۷) کہ ہم ان (کفار) کو قیامت کے دن چہروں کے بل محشر میں لائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہونگے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا و نحشره يوم القيمة اعمى ○ قال رب لم حشرتنى اعمى وقد كنت بصيرا○ قال كذالك اتتك اياتنا فنسيتها و كذالك اليوم تنسى ○ (طہ:۱۲۴،۱۲۵،۱۲۶) کہ جو میرے قرآن سے اعراض کرے گا تو اسکی (دنیوی) زندگی تنگ ہو جائے گی اور ہم قیامت کے دن اسکو اندھا کر کے اٹھائینگے وہ کہے گا اے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو (دنیا میں) بینا تھا اللہ تعالیٰ فرمائینگے اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات پہنچی تھیں اور تو نے انکو بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائیگا۔ اعاذنا الله منه

﴿۲۲﴾

تین چیزوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پناہ مانگنا

(۱) بدبختی کے مسلط ہونے سے (۲) دشمنوں کے خوش ہونے سے

(۳) بری تقدیر یا آزمائش کی شدت سے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْ هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ: مِنْ دَرَکِ الشَّقَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَجَهْدِ الْبَلَاءِ۔

(سنن نسائی: کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من سوء القضاء، رقم ۵۳۹۶)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تین چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے (۱) بدبختی کے مسلط ہونے سے (۲) دشمنوں کے خوش ہونے سے (۳) بری تقدیر سے (۴) آزمائش کی مشقت سے۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگا کرتے تھے تاکہ ان تین چیزوں سے پناہ مانگنا سنت بن جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان چیزوں سے پناہ مانگے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) بدبختی کا مسلط ہونا۔

بدبختی کا تعلق دینی امور سے بھی ہوسکتا ہے کہ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت اور دیگر عبادات و طاعات کے ساتھ دل نہ لگے، نیکیوں سے وحشت اور برائیوں میں رغبت ہو جسکا انجام اور انتہاء ایمان پر خاتمہ نہ ہونا بھی ہوسکتا ہے اور اسکا تعلق دنیوی امور سے بھی ہوسکتا ہے کہ کام کاج کے ساتھ دل نہ لگے آوارگی کی طرف میلان زیادہ ہو اور محنت و جفاکشی کے تصور سے بھی جان نکلتی ہو جسکا لازمی انجام بے کاری، مفلسی اور بدحالی ہوتا ہے۔

(۲) دشمنوں کا خوش ہونا۔

کوئی بھی مصیبت جب تک اس کا دشمن کو پتہ نہیں ہے تب تک وہ ایک مصیبت ہے اور جب دشمن کو اسکا علم ہو جائے اور وہ اس پر بغلیں بجانے لگے تو پھر وہ مصیبت ڈبل ہو جاتی ہے اور مزید ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔

(۳) (الف) بری تقدیر۔

یعنی تقدیر میں برے احوال لکھے گئے ہیں ان سے بھی حفاظت کی دعا کرنا اور اسکا اور کوئی فائدہ نہ ہو تو یہ تو ہے ہی کہ دعا جو عبادت کا مغز ہے اسکی اسکو توفیق ہوگئی جس پر اجر تو کہیں نہیں گیا۔

اور اللہ تعالی دعا کی برکت سے تقدیر کے لکھے کو مٹا دے اور برے کی جگہ اچھا لکھ دے تو اسکے لئے کیا مشکل ہے اور اسکے آگے کونسی رکاوٹ ہے۔ تقدیر معلق میں تو ہوتا ہی یہ ہے کہ مثلاً اسکو فلاں تکلیف پہنچے گی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اگر اس نے دعا مانگ لی، یا کوئی صدقہ خیرات کر دیا تو یہ تکلیف اس سے ہٹالی جائے گی۔ لہذا یہ سوچ بے جا ہے کہ اس دعا کا کیا فائدہ؟ کہ تقدیر کا لکھا تو ہو کر ہی رہتا ہے کیونکہ جو بہر صورت ہو کر رہتا ہے وہ تقدیر مبرم میں ہوتا ہے تقدیر معلق کا حال اس سے جدا ہے۔

(۳) (ب) آزمائش کی شدت۔

اس سے مراد ایسا برا حال ہے جسکو ٹالا بھی نہ جاسکے اور اسکو برداشت بھی نہ کیا جاسکے اور

اسکے مقابلے میں آدمی موت کو ترجیح دے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال کا کم ہونا اور عیال کا زیادہ ہونا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک کی روشنی میں تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کو برے احوال سے پناہ مانگنی چاہیے اور ان سے بچنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے، البتہ چند زھاد صوفیاء کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی کوئی خواہش نہیں رکھنی چاہیے، بس جس حال میں اللہ رکھے اسی حال پر راضی رہنا چاہیے وہ اچھا ہو یا برا، لیکن بظاہر حدیث مبارک ان حضرات کی تائید نہیں کرتی۔ میرے خیال میں ہر انسان کو اچھے احوال کی کوشش بھی کرنی چاہیے اور دعا بھی مانگنی چاہیے لیکن اگر اسکو باوجود دعا مانگنے اور کوشش کرنے کے وہ حاصل نہ ہو سکے تو پھر اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔

فائدہ:

راوی نے یہاں چار چیزیں ذکر کردی ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا تھا یہ اصل میں راوی سے خلط ہوگیا کہ وہ تین چیزیں کونسی تھیں جبکہ اسکو یہ یقین ہے کہ وہ تین چیزیں ان چار چیزوں میں یقیناً موجود ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ راوی کی طرف سے جو چیز اضافی شامل ہوئی ہے وہ شماتۃ الاعداء یعنی دشمنوں کی خوشی ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

﴿۲۳﴾
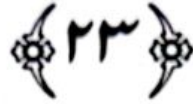
نماز میں تین ممنوع کام

(۱) کوے کی سی ٹھونگ مارنا (۲) درندے کیطرح بازو پھیلانا (۳) نماز کیلئے خاص جگہ مقرر کر لینا

حدیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ شِبْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ ثَلٰثٍ: عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ، وَاَنْ يُّوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَقَامَ لِلصَّلٰوةِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيْرُ۔

(سنن نسائی: کتاب التطبیق، باب النهی عن نقرة الغراب، رقم الحدیث ۱۱۰۰)

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے منع فرمایا (۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے سے (۲) درندے کی طرح بازو پھیلانے سے (۳) اور اس سے کہ آدمی نماز کیلئے کوئی ایک جگہ ایسی مقرر کرے جیسے اونٹ جگہ مقرر کر لیتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں نماز کے ممنوعات میں سے تین چیزوں کا ذکر ہے۔

(۱) کوے کی سی ٹھونگ مارنا۔

بعض لوگ جلدی میں سجدہ کرتے ہیں کہ بس ناک زمین پر لگاتے ہیں اور فوراً اٹھاتے ہیں اسی کو کوے کی سی ٹھونگیں مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ کوا بھی کوئی چیز اٹھانے کیلئے اڑتے ہوئے جلدی میں چونچ زمین پر مار کر مطلوبہ چیز کو اچک کر فوراً اڑا چلا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سجدہ اطمینان

اور سکون سے کرنا چاہئے اس میں زیادہ جلدی مناسب نہیں ہے۔

(۲) درندے کیطرح بازو پھیلانا۔

یہ بھی سجدے کی ایک غیر مسنون کیفیت کا بیان ہے۔

سجدے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ پیٹ، رانوں سے، بازو پہلوؤں سے اور بانہیں اور کہنیاں زمین سے الگ رہنی چاہئیں۔ اور کتا، بلا، چیتا اور شیر وغیرہ جتنے درندے ہیں یہ جب بیٹھتے ہیں تو اپنی بانہیں زمین پر بچھا کر اور پھیلا کر بیٹھتے ہیں جبکہ سجدے میں بانہیں اور کہنیاں زمین سے اوپر اٹھی ہوئی ہونی چاہئیں اسلئے فرمایا کہ درندے کیطرح بازو پھیلانا منع ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ سجدے میں کہنیاں زمین کیساتھ ملی ہوئی نہ ہوں جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ زمین سے اوپر اٹھی ہوئی ہوں جیسا کہ اس کا مسنون طریقہ ہے۔

(۳) نماز کیلئے مسجد میں کوئی خاص جگہ مقرر کر لینا۔

پوری مسجد اللہ کا گھر ہے اور اسکے ہر حصے میں مسجد کی فضیلت موجود ہے پس جس جگہ جگہ مل جائے وہیں نماز پڑھ لینی چاہئے مسجد کی کسی جگہ کو اپنے لئے یوں مخصوص کر لینا کہ اسکے علاوہ کسی اور جگہ نماز نہ پڑھنا اور اس جگہ کوئی اور بیٹھ جائے تو اس سے بحث وتکرار کرنا شرعاً واخلاقاً ناپسندیدہ فعل ہے ۔اسی سے بچنے کی تلقین کی جارہی ہے۔

بعض لوگوں، خصوصاً مسجد کے پرانے بابوں کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے انکو سمجھایا جارہا ہے کہ تم ایسا ہرگز نہ کرو کیونکہ یہ تو اونٹ کی عادت ہے کہ وہ اپنی مخصوص جگہ میں بیٹھتا ہے اور اسکے علاوہ کسی اور جگہ نہیں بیٹھتا تم بھی مسجد میں اپنے لئے یوں جگہ مقرر نہ کرلو کہ اسکے علاوہ میں گویا تمہاری نماز ہوتی ہی نہ ہو۔

﴿۲۴﴾
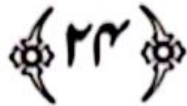
تین شخص مرفوع القلم

(۱) سویا ہوا (۲) بچہ (۳) مجنون

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ، وَعَنِ الصَّغِیْرِ حَتّٰی یَکْبُرَ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یَعْقِلَ اَوْ یُفِیْقَ۔

(سنن نسائی: کتاب الطلاق، باب من لایقع طلاقہ، رقم الحدیث ۳۳۷۸)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں (۱) سویا ہوا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے (۲) بچہ یہاں تک کہ بڑا ہو جائے (۳) مجنون یہاں تک کہ عقل حاصل کر لے یا جنون سے افاقہ پالے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین شخصوں کا ذکر ہے جو مرفوع القلم ہیں یعنی احکام شرعیہ کے مکلف نہیں فرشتے انکے گناہ وغیرہ نہیں لکھتے اور ان کے معاملات وغیرہ کا بھی کوئی اعتبار نہیں وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ سویا اور مرا برابر ہوتے ہیں کیونکہ سوتے میں آدمی کا شعور مستور ہو جاتا ہے اور

اسکو دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہتی چنانچہ کئی مرتبہ وہ سوتے میں کئی باتیں کررہا ہوتا ہے جو سنی بھی جارہی ہوتی ہیں اور سمجھی بھی جارہی ہوتی ہیں لیکن اسکو مطلق خبر نہیں ہوتی پس اس حالت میں وہ شرعاً مرفوع القلم ہوتا ہے۔ خدانخواستہ اگر اسکے منہ سے کوئی کلمہ کفر نکل رہا ہے، یا وہ اپنی بیوی کو طلاقیں دے رہا ہے، یا اپنی جائیداد کسی کے نام کررہا ہے تو ان میں سے کسی چیز کا اعتبار نہ ہوگا بیداری تک اسکا یہی حکم ہے۔

اگر اس سے سوتے میں کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو اسکی ذمہ داری سے شریعت اسکو بری نہیں کرتی۔ مثلاً سوتے میں ساتھ لیٹے بچے پر چڑھ جائے اور وہ بوجھ تلے دب کر مر جائے تو اسکا اخروی حکم یعنی گناہ تو اسکے ذمہ نہیں ہوگا لیکن دنیوی حکم یعنی کفارہ اور دیت اس پر لازم ہونگے۔

(۲) بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

بچہ ناسمجھ اور ناداں ہوتا ہے اس میں سمجھ اور دانائی آہستہ آہستہ ارتقائی منزلیں طے کرتی ہیں جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ پختہ کار نہ سہی لیکن کافی حد تک نفع نقصان کو سمجھ لیتا ہے اس لئے شریعت نے اسکو بلوغ تک مرفوع القلم رکھا ہے یعنی اگر اس سے کوئی گناہ کی بات سرزد ہو جائے تو اسکی ناسمجھی کیوجہ سے اس پر اسکا مؤاخذہ نہیں کیا جائیگا۔

اسی طرح بلوغ سے پہلے شریعت نے اسکے تصرفات کو بھی چاہے وہ خرید و فروخت سے تعلق رکھتے ہوں یا نکاح وغیرہ سے سب کو ولی کی اجازت کیساتھ مشروط رکھا ہے تاکہ وہ کسی بھی قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔ یہ معاملہ اسکے ساتھ اسوقت تک رہتا ہے جب تک کہ یہ بالغ نہیں ہو جاتا۔

تاہم اگر بچہ بھی کسی کے جان و مال کو نقصان پہنچائے تو اسکا تاوان اس سے لیا جائے گا کیونکہ اقوال کو غیر مؤثر بنایا جاسکتا ہے افعال کو غیر مؤثر نہیں بنایا جاسکتا۔

(۳) مجنون یہاں تک کہ جنون سے افاقہ پالے۔

مجنون مسلوب العقل ہوتا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے، اسلئے اسکے نفع نقصان کو اسکے تصرفات سے الگ کر دیا گیا تاکہ وہ بلا قصد و ارادہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ پس اسکے بھی جملہ تصرفات از قبیل اقوال یعنی خرید و فروخت، ھبہ، اقرار وغیرہ سب کالعدم ہیں انکا کوئی

اعتبار نہیں۔ہاں البتہ اسکے بھی وہ تصرفات جو از قبیل افعال ہیں مثلاً کسی کو ہلاک کر دیا، کسی کا عضو تلف کر دیا، یا کسی کا مال ضائع کر دیا تو اسکی تلافی اسکے ذمے واجب الاداء ہوگی اگر چہ اخروی گناہ نہ ہوگا ۔اسکے لئے بھی یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ جنون و پاگل پن سے نجات نہیں پالیتا۔

اگر کسی کو کسی وقت جنون ہوتا ہے اور کسی وقت وہ ٹھیک ہوتا ہے تو حالت جنون میں اسکے احکام مجنون والے ہوں گے اور حالت افاقہ میں عقلمند والے۔

﴿۲۵﴾

اللہ کیطرف جانے والے تین وفد

(۱) جہاد کیلئے جانے والا (۲) حج پر جانے والا (۳) عمرے پر جانے والا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَفْدُ اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ: اَلْغَازِیْ، وَالْحَاجُّ، وَالْمُعْتَمِرُ۔

(سنن نسائی: کتاب المناسک، باب فضل الحج، رقم الحدیث ۲۵۷۸)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین اللہ کی طرف جانے والے وفد ہیں (۱) جہاد کیلئے جانے والا (۲) حج پر جانے والا (۳) عمرہ پر جانے والا۔

تشریح:

کسی بڑے کی ملاقات کیلئے جانے والے لوگوں کو وفد سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے علماء کا ایک وفد وزیر اعظم سے ملا، تاجروں کے ایک وفد نے صدر سے ملاقات کی وغیرہ۔

یہاں ایسے تین وفدوں کا ذکر ہے جو سب بڑوں سے بڑے، دونوں جہانوں کے رب، کائنات کے مالک، اللہ رب العزت سے ملاقات کیلئے اسکے پاس جاتے ہیں، وہ تین وفد یہ ہیں۔

(۱) جہاد پر جانے والا۔

جہاد پر جانے والا اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کیلئے جاتا ہے، اور اپنی جان کو اللہ کے حوالے کرتا ہے، اسکا مقصود رب تعالی کی خوشنودی، اور اسکی منزل فتح یا شہادت ہوتی ہے، تو اللہ تعالی بھی اسکو اپنا

معزز مہمان سمجھ کر اسکے ساتھ اعزاز واکرام والا معاملہ فرماتا ہے، چنانچہ اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور اسکی سفارش سے درجنوں افراد کو جہنم سے بچا کر جنت عطا فرما دیتا ہے۔

(۲) حج پر جانے والا۔

حج پر جانے والا دور دراز کا سفر کر کے اللہ کے گھر خانہ کعبہ تک پہنچتا ہے، پھر کبھی بیت اللہ کے گرد پروانہ وار چکر لگاتا ہے، کبھی حجر اسود کو بوسے دیتا ہے، پھر اللہ ہی کے حکم کیوجہ سے اسکے گھر کو چھوڑ کر منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں خیمہ زن ہو کر اپنی زندگی کے گناہوں کو یاد کر کے اور رو رو کر بخشش طلب کرتا ہے، کبھی اپنے مال کی قربانی پیش کرتا ہے کبھی نفس کی قربانی دیتا ہے۔

غرضیکہ محبت وعشق کے اس سفر میں ہر تکلیف کو خندہ پیشانی کیساتھ قبول کرتا ہے اور مقصد صرف ایک ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے تو اللہ تعالی اسے تمغۂ رضا عطا فرما کر اسکو اپنا مہمان بنالیتا ہے اور اسکی ہر بات کو مانتا چلا جاتا ہے۔

(۳) عمرے پر جانے والا۔

یہ بھی اللہ کیطرف سفر کر کے اسکے گھر پہنچ کر طواف بیت اللہ، سعی بین الصفا والمروہ اور حلق و قصر کر کے اللہ کے معزز مہمانوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

فائدہ:

انکو وفد بنانے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسے بڑے لوگوں کو وفد اس وقت تک نہیں مل سکتے جبتک وہ خود انکو ملاقات کیلئے ٹائم دیکر نہ بلالیں اسی طرح یہ تین لوگ بھی ایسے ہیں کہ گویا اللہ تعالی انکو پہلے ہی ملاقات کیلئے قبول فرمالیتا ہے تب ہی یہ اسکی طرف سفر کرتے ہیں۔

﴿۲۶﴾

قیامت کے دن تین آدمیوں کا فیصلہ سب سے پہلے

(۱) شہید (۲) عالم (۳) سخی

حدیث:

عَنْ سُلَيْمٰنَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ: اَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنِیْ حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَوَّلُ النَّاسِ يُقْضٰی لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ: رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ: فُلَانٌ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِيْلَ: ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ عِلْمًا وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ: قَارِیٌٔ فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ اَفْهَمْ تُحِبُّ كَمَا اَرَدْتُ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنْ لِيُقَالَ اِنَّهٗ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔

(سنن نسائی: کتاب الجہاد، باب من قاتل لیقال انہ جریئ، رقم ۳۰۸۶)

ترجمہ:

سلیمان بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس سے منتشر ہوئے تو ایک شامی نے کہا اے شیخ آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو آپؓ نے فرمایا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین آدمیوں کا فیصلہ کیا جائے گا (۱) شہید کا کہ اسکو لایا جائے گا اور اللہ تعالی اس سے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمائے گا جنکا وہ اقرار کرے گا۔ تو اللہ تعالی فرمائے گا تو نے انکا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ تعالی فرمائیگا تو نے جھوٹ بولا تو نے اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں بڑا بہادر ہے سو وہ کہا جا چکا پھر اس کے بارے میں حکم جاری کیا جائیگا جسکے نتیجے میں اسکو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا (۲) اس عالم کا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن کا قاری بنا کہ اسکو لایا جائیگا اور اللہ تعالی اس کو اپنی نعمتیں یاد کرائے گا جنکا وہ اقرار کرے گا تو اللہ تعالی فرمائیگا پھر تو نے انکا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا، آگے سکھایا اور تیری رضا کیلئے قرآن پڑھا اللہ تعالی فرمائیگا تو نے جھوٹ بولا تو نے اسلئے علم حاصل کیا تا کہ تجھکو عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ کہا جا چکا پھر اسکے بارے میں بھی حکم صادر ہو گا اور اسکو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ (۳) اس آدمی کا جسکو اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی تھی اور اسکو طرح طرح کے اموال عطا کئے تھے پس اسکو بھی لایا جائیگا اور اللہ تعالی اسکو بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا جنکا وہ اقرار کرے گا تب اللہ فرمائے گا کہ پھر تو نے انکا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا مگر میں نے اس میں تیری

رضا کیلئے خرچ کیا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو نے یہ سب کچھ اسلئے کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں بڑا سخی ہے پس وہ کہا جا چکا پھر اسکے بارے میں بھی حکم ہوگا اور اسکو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

تشریح:

یہ حدیث مبارک رونگٹے کھڑے کر دینے والی اور دل دہلا دینے والی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو روتے روتے انکی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں، کئی کئی مرتبہ غش کھا کر گر جاتے تھے، بڑی مشکل سے اس حدیث کو بیان کر پاتے تھے، کیونکہ اس حدیث مبارک میں ایسے تین اشخاص کے انجام بد کا ذکر ہے جنکا مرتبہ ظاہری نظروں میں بہت اونچا اور سب سے نمایاں ہے، اور عمومی آیات واحادیث کی روشنی میں یہ تینوں اشخاص نہ صرف یہ کہ خود جنتی ہیں بلکہ انکی سفارش کیوجہ سے کئی اور لوگ بھی جہنم سے رہائی پا کر جنت کے مستحق ٹھہریں گے۔ لیکن اس حدیث میں یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ جہنم میں جائیں گے بلکہ جہنم میں داخلے کا آغاز بھی انہی سے کیا جائیگا، جہنم کو دہکانے اور بھڑکانے کیلئے پہلا ایندھن انہی کو بنایا جائیگا، باقی تمام مجرمین ابھی باہر ہونگے اور یہ جہنم میں پہنچ چکے ہونگے کیونکہ اللہ تعالی نے انکو مراتب و درجات بہت بلند عطا فرمائے ہیں اور یہ ظاہری بات ہے کہ جو شخص جتنا بلندی پر ہوتا ہے گرنے کی صورت میں کچومر بھی اسی کا سب سے زیادہ نکلتا ہے وہ تین بدنصیب اشخاص یہ ہیں۔

(۱) شہید۔

(۲) عالم۔

(۳) سخی۔

ان تینوں کی ہلاکت کی وجہ ایک ہی ہے اور وہ ہے ریا کاری۔ اللہ تعالی اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

حقیقت یہ ہے کہ ریا کاری ایسی بلا ہے کہ اللہ تعالی اپنے فضل کیساتھ اس سے حفاظت

فرمائے تو اور بات ہے ورنہ اس سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔خصوصاً ان تین میدانوں میں جنکے شہسواروں کے گرنے کا ذکر اسی حدیث مبارک میں آیا ہے۔

اللہ تعالی صرف اسی عمل کو پسند فرماتے ہیں جو خالص انہی کی رضا کیلئے کیا گیا ہو جہاں معمولی سی بھی غیر اللہ کی آمیزش ہو جائے اللہ تعالی اسکو اپنی ذات سے بے تعلق کر دیتے ہیں۔حدیث قدسی ہے۔ انا اغنى الشركاء عن الشرك (مسلم: کتاب الزهد والرقاق، رقم ۵۳۰۰) کہ میں اپنے تمام نام نہاد شریکوں میں سب سے غنی ہوں مجھے ایسی کسی عبادت کی ضرورت نہیں جس میں معمولی حصہ بھی میرے علاوہ کسی اور کا ہو۔ایک حدیث مبارک میں فرمایا ان يسير الرياء شرك (ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، رقم ۳۹۷۹) کہ معمولی سا ریا بھی شرک ہے۔

ایک حدیث میں ہے اذا جمع الله الاولين والآخرين يوم القيمة ليوم لا ريب فيه نادى مناد من كان اشرك فى عمل عمله لله فليطلب ثوابه من عند غير الله (ابن ماجہ: کتاب الزهد، باب الرياء والسمعۃ، رقم ۴۱۹۳) کہ جب اللہ تعالی قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع کرے گا اس دن ایک منادی اعلان کرے گا کہ جس نے اللہ کیلئے کئے گئے عمل میں کسی اور کو شریک کیا تھا آج وہ اسکا ثواب اسی سے جا کر لے۔

اور ظاہر ہے کہ جب عمل کیا کسی اور کو دکھانے کیلئے ہے تو اجر و ثواب اللہ سے پانے کا استحقاق کیسے بنتا ہے؟

﴿۲۷﴾

تین شخص رحمت الٰہی سے محروم

(۱) والدین کا نافرمان (۲) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت (۳) دیوث

حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْاَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالدَّيُّوْثُ......

(سنن نسائی: کتاب الزکوۃ، باب المنان بما اعطی، رقم الحدیث ۲۵۱۵)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالی نظر کرم نہیں فرمائے گا (۱) اپنے والدین کا نافرمان (۲) وہ عورت جو مردوں کی طرح بننے والی اور مردوں سے مشابہت پیدا کرنے والی ہو (۳) دیوث......

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین بدنصیبوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو قیامت کے دن رحیم وکریم رب کی نظر کرم سے محروم ہونگے۔ وہ تین بدنصیب یہ ہیں،

(۱) والدین کا نافرمان۔

اللہ و رسولؐ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کافر ہوں تو بھی انکی بے اکرامی کی اجازت نہیں بلکہ انکی خدمت واحترام ضروری ہے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں والدین

کے یہ حقوق بیان فرمائے ہیں

۱۔ انکے ساتھ حسن سلوک کرو

۲۔ اگر وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انکی غیر معقول باتوں پر اف تک نہ کہو

۳۔ انکو جھڑکو مت

۴۔ ان سے نرم گفتگو کرو

۵۔ انکے سامنے عاجزی وانکساری کو شیوہ بناؤ

۶۔ ان سب مذکورہ باتوں کا اہتمام کرنے کے باوجود بھی یہ سمجھو کہ تم انکا حق ادا نہیں کر سکتے اسلئے اللہ تعالی سے انکے لئے ان الفاظ میں دعا کرو"رب ارحمهما كما ربياني صغيرًا" اے پروردگار! تو ان پر ایسے رحمت فرما جیسے انہوں نے میرے بچپن میں رحمت کیساتھ مجھے پالا۔

اس پر مزید حدیث نمبر۴ صفحہ نمبر ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔

ایسی عورتوں پر رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں۔یعنی شکل وصورت اور وضع قطع انکی طرح بناتی ہیں جیسا کہ موجودہ زمانے میں اسکا عام مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح بال کٹوانے لگی ہیں،اوڑھنیاں دوپٹے سروں سے اتار پھینکے ہیں بازاروں میں ننگے سر گھومنا پھرنا معمول بن گیا ہے،کلائیاں اور بازو ننگے ہو گئے ہیں،شلواریں ٹخنوں سے اوپر چڑھ چکی ہیں،اور بے پردہ گھومنا پھرنا عام رواج بن گیا ہے۔

دوسری طرف مردوں نے عورتوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے چنانچہ زنانہ کپڑے پہننا،زنانہ آواز میں بات کرنا،زنانہ حرکات وسکنات اختیار کرنا منچلوں کا فیشن بن گیا ہے۔نیز شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی ہیں اور کلین شیو کے رواج بد کے بعد تو صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ کئی مرتبہ بڑی مشکل سے ہی امتیاز ہو پاتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت؟ جبکہ ان دونوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔

"لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء ،والمتشبهات من النساء با لرجال " (صحیح بخاری: کتاب اللباس، رقم الحدیث ۵۴۳۵) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کیساتھ مشابہت

اختیار کرنے والے مردوں، اور مردوں کیساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۳) دیوث۔

دیوث اس شخص کو کہتے ہیں جو بے غیرت ہو کہ اپنے اہل خانہ بیوی، بیٹی وغیرہ پر اسکو غیرت نہ آتی ہو چاہے انکے پاس کوئی بھی آتا جاتا رہے آجکل یہ لعنت بھی عام ہوگئی ہے۔لڑکیاں کالج یونیورسٹی کے مخلوط ماحول میں تعلیم حاصل کرتی ہیں، بغیر محرم کے تنہا ہاسٹلوں میں رہتی ہیں، اپنے کلاس فیلوز کیساتھ انکے آزادانہ تعلقات ہوتے ہیں اور ماں باپ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اسکو گوارا کرتے ہیں۔ بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کلاس فیلوز لڑکے اپنی کلاس فیلوز لڑکیوں کو ملنے انکے گھر آپہنچتے ہیں، گھر کے ڈرائینگ روم میں تنہا انکی ملاقاتیں ہوتی ہیں، فری ماحول میں ملتے، بیٹھتے ہیں، آزادانہ ''گپ شپ'' لگاتے ہیں اور والدین کی رگ غیرت پھر بھی نہیں پھڑکتی بلکہ بے غیرتی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ یہ ''صاحب'' کون ہیں؟ تو والد صاحب بڑی سنجیدگی اور فخر سے بتاتے ہیں کہ میری بچی جو فلاں یونیورسٹی میں ایم اے کر رہی ہے یہ اسکے فرینڈ ہیں۔تف ہے ایسی تعلیم پر جو ایسی بے غیرتی کو ساتھ لے آئے۔اور لعنت ہے ایسی تہذیب پر جو دیوثی کو جنم دے۔یہ بے غیرتی اور دیوثی والی تہذیب صریحاً کافرانہ تہذیب ہے جس پر ہم یورپ کی تقلید میں اندھے ہوکر سرپٹ دوڑے چلے جارہے ہیں اور اسلامی اقدار اور پاکیزہ اطوار کو دیس نکالا دے رہے ہیں۔

کاش ہم لوگ سورۂ نور کا مطالعہ کرتے اور اسکی پاکیزہ تعلیمات کو مشعل راہ بناتے۔

﴿۲۸﴾

تین شخص جنت سے محروم

(۱)والدین کا نافرمان (۲) شراب نوش (۳) دے کر احسان جتلانے والا

حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ......ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ عَلَى الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ بِمَا اَعْطٰى۔

(سنن نسائی: کتاب الزکوۃ، باب المنان بما اعطی، رقم الحدیث ۲۵۱۵)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہونگے (۱) اپنے والدین کا نافرمان (۲) شراب خور (۳) دے کر احسان جتلانے والا۔

تشریح:

یہ درحقیقت سابقہ حدیث کا حصہ ہے جسے مضمون کے الگ ہونے کیوجہ سے الگ عنوان دے دیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں ایسے تین بدبختوں کا ذکر ہے جو جنت کے داخلے سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ وہ تین بدبخت یہ ہیں۔

(۱) والدین کا نافرمان۔

سابقہ حدیث اور حدیث نمبر ۴ میں اس پر تفصیل سے گزر چکا ہے وہیں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں

(۲) شراب نوش۔

شراب اور ہر نشہ ایک لعنت ہے جو انسان کی صحت، مال، عقل وشعور اور زندگی کا دشمن ہے، اس سے آدمی عقل وفہم سے محروم ہو جاتا ہے، اسکی فکری صلاحیتیں ہمیشہ کیلئے سو جاتی ہیں، اسے نفع نقصان کی کوئی تمیز نہیں رہتی، دنیا ومافیھا سے غافل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے بیوی بچوں تک کا خیال نہیں رہتا۔ نشہ کی حالت میں ماں، بہن اور بیوی کا امتیاز اٹھ جاتا ہے اور اس سے اس حالت میں ایسے بھیانک کام ہو جاتے ہیں کہ جن پر پھر وہ پوری زندگی پچھتا تا رہتا ہے۔

اس لئے رحیم وکریم رب نے اسے اپنے بندوں پر حرام کر دیا ہے اور اسکو قرآن مجید سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۰ میں گندگی اور شیطانی کام سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسکے ذریعے شیطان تمہارے درمیان بغض وعداوت کی آگ بھڑکاتا ہے اور یاد خدا اور نماز سے تمہیں محروم کرتا ہے اسلئے اس سے باز رہو۔

رؤف ورحیم نبی ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسکی تباہ کاریوں سے بچانے کیلئے کئی ارشادات فرمائے ہیں ان میں سے صرف دو ارشادات عالیہ آپکی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

(۱) عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال: لعن الله الخمر و لعن شاربها و ساقيها وعاصرها و معتصرها و بائعها ومبتاعها و حاملها والمحمولة اليها واكل ثمنها۔

(مسند احمد: مسند المكثرين من الصحابة، رقم الحديث ۵۴۵۸)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کی لعنت ہے شراب پر اور اسکی لعنت ہے اسکے پینے والے پر، اسکے پلانے والے پر، اسکے بنانے والے پر، اسکے بنوانے والے پر، اسکے بیچنے والے پر، اسکے خریدنے والے پر، اسکے لانے والے پر، اسکے منگوانے والے پر اور اسکی کمائی کھانے والے پر۔

(۲) عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من شرب الخمر لم يقبل الله صلوة اربعين صباحا، فان تاب تاب الله عليه، فان عاد لم يقبل الله صلوة اربعين صباحا، فان تاب تاب الله عليه، فان عاد لم يقبل الله صلوة اربعين صباحا، فان تاب تاب الله عليه،

فان عاد فی الرابعة لم یقبل الله صلوة اربعین صباحا ،فان تاب الله لم یتب الله علیه و سقاه من نهر الخبال ۔ (ترمذی: کتاب الاشربۃ، باب ما جاء فی شارب الخمر، رقم الحدیث ۱۷۸۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک مرتبہ شراب پیتا ہے اللہ تعالی اسکی وجہ سے اسکی چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالی اسکی توبہ قبول کرتا ہے، اگر دوبارہ پی لے پھر اسکی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا، پھر اگر وہ توبہ کر لے تو بھی اللہ تعالی اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے، اگر تیسری بار پی لے تو پھر اسکی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا، اور اب بھی اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالی اب بھی اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اگر چوتھی مرتبہ پی لے تو پھر اسکی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرماتا اور اب اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اسکی توبہ قبول نہیں کرتا اور اسکی سزا میں اسکو ضرور جہنمیوں کے پسینے اور پیپ وغیرہ کی نہر سے پلائے گا۔

(۳) دے کر احسان جتلانے والا۔

کسی کو دے کر احسان جتلانا، ممنون رکھنا اور موقع بے موقع اسکا اظہار کر کے اسکو رسوا اور تنگ کرنا ایک کمینہ صفت ہے جس سے دینے کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے اسلئے جو شخص اپنے صدقہ خیرات یا کسی کی مالی امداد وغیرہ سے ثواب آخرت کا طلب گار ہے تو اسے اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے یا ایها الذین ا منوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذی ، (البقرہ:۲۶۴) کہ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر برباد نہ کرو۔ نیز فرمایا الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منا و لا اذی لهم اجرهم عند ربهم و لا خوف علیهم و لا هم یحزنون ، (البقرہ:۲۶۲) کہ جو لوگ اپنے اموال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے پیچھے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی اذیت پہنچاتے ہیں تو انہی کیلئے انکا اجر محفوظ ہے انکے رب کے ہاں اور انپر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

﴿۲۹﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین دعائیں

(۱) میرے فیصلے موفق بالصواب ہوں (۲) ایسی بادشاہت عطا فرما جو اور کسی کو نہ ملے (۳) جو مسجد اقصی میں نماز پڑھے اسکے تمام گناہ معاف ہو جائیں

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ سُلَیْمٰنَ بْنَ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَنٰی بَیْتَ الْمَقْدِسِ سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلٰثَةً: سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حُکْمًا یُصَادِفُ حُکْمَهٗ فَاُوْتِیَهٗ، وَسَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ فَاُوْتِیَهٗ، وَ سَاَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ اَنْ لَّا یَاْتِیَهٗ اَحَدٌ لَا یَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ فِیْهِ اَنْ یُّخْرِجَهٗ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

(سنن نسائی: کتاب المساجد، باب فضل المسجد الاقصی، رقم الحدیث ۶۸۶)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جب بیت المقدس کو تعمیر فرمایا تو اللہ عزوجل سے تین چیزیں مانگیں (۱) اللہ عزوجل سے ایسا فیصلہ مانگا جو اس (اللہ) کے فیصلے کے موافق ہو پس یہ چیز آپ کو دے دی گئی (۲) اللہ عزوجل سے ایسی بادشاہت مانگی جو انکے بعد کسی اور کو میسر نہ ہو پس آپ کو یہ چیز بھی دیدی گئی (۳) جب وہ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ

عز و جل سے یہ دعا مانگی کہ جو شخص اس میں آئے جسکو صرف اس میں نماز پڑھنا ہی لایا ہو تو اسکو گناہوں سے ایسے نکال دے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضرت سلیمانؑ کی تین دعاؤں کا ذکر ہے جو انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر کے بعد مانگیں جن میں سے دو تو یقیناً مقبول ہوئیں تیسری کے بارے میں بھی حضور ﷺ کو امید قبولیت کی ہے۔ وہ تین دعائیں یہ ہیں۔

(۱) میرے فیصلے تیرے فیصلے کے مطابق ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ میرے فیصلے موفق بالصواب ہوں کہ ہر معاملے میں جو فیصلہ تو چاہتا ہے مجھے اسی تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی یہ دعا قبول فرمائی اسی وجہ سے انکے فیصلے عدل و حکمت کے شاہکار ہیں۔ قرآن مجید میں بھی انکے ایک فیصلے کا ذکر ہے۔ جسکا پہلے داود علیہ السلام فیصلہ کر چکے تھے اور حضرت سلیمانؑ نے انکے بعد ایک اور فیصلہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے علم و فیصلے کو اپنی عطا سے تعبیر فرمایا لیکن حضرت سلیمانؑ کے فیصلے کی تصدیق و تحسین فرمائی۔ ففھمناھا سلیمان و کلا اتینا حکماً و علماً (الانبیاء:۷۹) کہ ہم نے اس فیصلے کی صحیح حقیقت سلیمانؑ کو سمجھائی۔ اور انکے کئی فیصلے دیگر کتابوں میں موجود ہیں جو انکی دانائی اور حقیقت تک رسائی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور در حقیقت اسی دعا کی قبولیت کا ثمرہ ہیں۔

(۲) مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ نے انکی یہ دعا بھی قبول فرمائی اس طرح کہ انکو تمام روئے زمین کی حکومت عطا فرمائی۔ پھر انکی حکومت صرف انسانوں پر نہ تھی بلکہ جنات پر بھی تھی کہ بڑے بڑے دیو انکے حکم کی تعمیل پر مجبور تھے، اور پرندے بھی انکے زیر حکم تھے، اور آپکو انکی بولیوں کی سمجھ عطا فرمائی گئی تھی آپ ان سے مخبری وغیرہ کے کام لیا کرتے تھے و حشر لسلیمان جنوده من الجن والانس والطیر (النمل

:۱۷) نیز وسیع وعریض سلطنت کوسنبھالنے کیلئے ہواؤں کوانکے لئے مسخر کردیا گیا تھا سخرنا له الريح تجري بامره رخاء حيث اصاب (ص:۳۶) کہ ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کردیا تھا وہ ہوا کو جدھر کا حکم دیتے ہوا اسی جانب انکے تخت کو اٹھا کرلے چلتی۔

(۳) جو مسجد اقصی میں نماز پڑھے اس کی بخشش فرمادے۔

یعنی اسکو گناہوں سے بالکل پاک کردے مسند احمد حدیث نمبر۶۳۵۷ میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ انکی یہ دعا بھی قبول ہوگی۔یعنی جیسے انکی پہلی دو دعائیں قبول ہوئیں ایسے ہی تیسری دعا کے بارے میں بھی یہی امید ہے کہ وہ بھی قبول ہوگی۔آپ ﷺ کا یہ امید ظاہر کرنا بھی فضیلت کیلئے کافی ہے۔

مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جو مسلمانوں کی شامتِ اعمال سے اس وقت یہود کے قبضے میں ہے اللہ تعالی اسکو واگزار کرانے کا درد، ہمت، جذبہ اور ارادہ امت مسلمہ کے دل میں پیدا فرمائے۔آمین۔

﴿۳۰﴾

تین قسم کے خواب

(۱) اللہ تعالی کی طرف سے بشارت (۲) اپنے نفس کے خیالات (۳) شیطان کی طرف سے ڈراوا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلرُّؤْیَا ثَلَاثٌ: فَبُشْرٰی مِنَ اللّٰهِ، وَحَدِیْثُ النَّفْسِ، وَتَخْوِیْفٌ مِنَ الشَّیْطَانِ، فَاِنْ رَاٰی اَحَدُكُمْ رُؤْیَا تُعْجِبُهٗ فَلْیَقُصَّ اِنْ شَاءَ وَاِنْ رَاٰی شَیْئًا یَكْرَهُهٗ فَلَا یَقُصَّهٗ عَلٰی اَحَدٍ وَلْیَقُمْ یُصَلِّیْ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب الرؤیا ثلث، رقم الحدیث ۳۸۹۶)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) اللہ تعالی کی طرف سے بشارت (۲) اپنے نفس کے خیالات (۳) شیطان کی طرف سے ڈراوا۔ پس اگر تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو اگر اسکا دل چاہے تو کسی کو بیان کردے اور اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ کسی کو بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھ لے۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں خواب کی تین قسمیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کیطرف سے بشارت۔

مثلاً کوئی اچھا کام کیا اور خواب میں اللہ تعالیٰ نے اسکے اجر وثواب کا نظارہ کرا دیا یا آنحضرت ﷺ یا دیگر کسی نبی یا ولی یا کسی متبرک مقام کی زیارت نصیب فرمادی تو یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے بشارت وخوشخبری ہے کہ تمہارا یہ نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔

(۲) نفسانی خیالات۔

یعنی بسا اوقات دن میں جو بات فکر پر سوار رہتی ہے رات کو وہی بات خیال میں نقش ہو کر خواب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔اس میں نہ کوئی بشارت ہوتی ہے نہ ڈراوا، نہ ہی اسکی کوئی تعبیر ہی ہوتی ہے۔اسی کو قرآن میں " اضغاث احلام" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳) شیطان کیطرف سے ڈراوا۔

مثلاً کوئی اچھا کام کیا جس سے شیطان کو تکلیف پہنچی تو اس نے نیند کی حالت میں لاشعور پر تسلط پا کر کوئی ڈراؤنا اور بھیانک منظر آنکھوں کے سامنے کر دیا تا کہ یہ آدمی ڈر جائے اور آئندہ یہ نیک کام نہ کرے۔تو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ وہی کرنا چاہئے جو اس حدیث مبارک میں ارشاد فرمایا گیا کہ برا خواب کسی کو بتلائے نہیں بلکہ بیدار ہونے پر وضو کر کے فرض یا نفل نماز پڑھ لے۔اگر اتنا نہ کر سکے تو اٹھ کر بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور یہ دعا پڑھ لے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا "اس سے انشاء اللہ اس خواب بد کے مضر اثرات سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ:

اچھا خواب دیکھے تو وہ بھی ہر ایک کو بیان نہ کرے بلکہ کسی مخلص، سمجھدار اور نیک آدمی کو بتلائے تا کہ کسی قسم کے فتنے میں مبتلا نہ ہو۔

﴿۳۱﴾

تین چیزوں میں برکت

(۱)ادھار پر بیچنا(۲)مضاربت(۳)کھانے کیلئے گندم میں جو ملا لینا

حدیث:

عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ فِيْهِنَّ الْبَرَكَةُ: اَلْبَيْعُ اِلٰى اَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَاَخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيْرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب التجارات، باب الشرکۃ والمضاربۃ، رقم الحدیث ۲۲۸۰)

ترجمہ:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہوتی ہے(۱)ادھار پر بیچنا(۲)ایک دوسرے کو قرضہ دینا(۳)گندم کو جَو سے ملا لینا گھر کے استعمال کیلئے نہ کہ بیچنے کیلئے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے برکت ڈال دی جاتی ہے۔

برکت ایک باطنی چیز ہے جو بظاہر آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اسکے اثرات کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے ہوتا ہے مثلاً بہت معمولی سی چیز بہتوں کو کافی ہو جاتی ہے، اور بہت تھوڑا سا مال بہت زیادہ ضروریات کو پورا ہو جاتا ہے وغیرہ۔ جیسے حدیث شریف میں ہی یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضورﷺ اور چند اکابر صحابہؓ کی دعوت کی اور بکری کا بچہ ایک ہنڈیا میں تیار کروایا آپﷺ چودہ سو صحابہ

کرامؓ کو جو کئی دن سے بھوکے تھے اپنے ساتھ لے گئے پھر سب نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا ابھی بھی بچا ہوا تھا۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہوتی ہے جو کسی نیکی کے صلہ اور بشارت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس حدیث مبارک میں ایسی ہی تین چیزوں کا ذکر ہے جو برکت کا باعث بنتی ہیں۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) سودا ادھار پر بیچنا۔

ہر دکاندار اپنا سودا نقد پر بیچنے کا خواہشمند ہوتا ہے اور ادھار پر بیچنے کو دل سے پسند نہیں کرتا۔ تو جو دکاندار ادھار پر سودا دے دیتا ہے وہ درحقیقت گاہک کیساتھ مہربانی اور ہمدردی کا سلوک کرتا ہے کہ پیسہ نہ ہونے کے باوجود اسکی ضرورت پوری کرتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر یہ انعام رکھ دیا گیا ہے کہ اسکے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔

(۲) مضاربت۔

مضاربت میں بھی خیر خواہی اور مہربانی والا معاملہ ہوتا ہے کہ کسی حاجت مند کو جو محنتی تو ہے لیکن سرمایہ نہیں رکھتا کچھ رقم دی جاتی ہے کہ تم اس سے کاروبار کرو اور اسکا نفع ہمارے درمیان مشترک ہوگا، تو یہ سرمایہ دار اگر خود کاروبار کرتا تو سارا نفع خود کماتا لیکن یہ دوسرے کو دیکر نفع میں اسکو شریک کر لیتا ہے تو اس خیر خواہی پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام رکھ دیا گیا ہے کہ اس آدھے نفع میں اللہ برکت ڈال دیتا ہے۔

(۳) کھانے کیلئے گندم میں جو ملانا۔

یہ غالباً اسی زمانے کے حساب سے فرمایا جب گندم مہنگی اور جو سستے ہوتے تھے جیسے آپ ﷺ کے دور مبارک میں گندم کی قیمت جو سے دوگنی تھی جیسا کہ صدقۂ فطر کی مقدار سے ظاہر ہے کہ گندم نصف صاع اور جو ایک صاع ہے۔ تو اگر کھانے کیلئے گندم میں کچھ حصہ جو کا شامل ہو جائیگا تو وہ گندم زیادہ دن چل جائے گی اور اگر جو نہ ملائے بلکہ خالص گندم استعمال کی تو وہ جلد ختم ہو جائیگی اسی کو مجازاً برکت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی باطنی تاثیر اس میں کارفرما ہو کہ جب کھانے کیلئے گندم میں کچھ جو شامل کر لئے جائیں تو اس میں اللہ کیطرف سے برکت ڈال دی جاتی ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ طبی اعتبار سے اس کو بابرکت کہا گیا ہو۔ کیونکہ گندم کی تاثیر گرم اور جو کی تاثیر ٹھنڈی ہے جب گندم میں جو ملا لئے جائیں تو وہ معتدل غذا بن جاتی ہے جو معدے کیلئے انتہائی خوشگوار اور جسمانی صحت کیلئے بابرکت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فائدہ: حدیث مبارک میں اپنے کھانے کی گندم میں جو ملانے کا ذکر کیا گیا ہے اور خرید و فروخت کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کیونکہ خرید و فروخت میں کسی بھی چیز میں اپنی طرف سے ملاوٹ کرنا بد دیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔

﴿۳۲﴾

تین چیزیں ناقابل منع

(۱) پانی (۲) گھاس (۳) آگ

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ لَا یُمْنَعْنَ: اَلْمَاءُ، وَالْکَلَاُ، وَالنَّارُ۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب الاحکام، باب المسلمون شرکاء فی ثلث، رقم ۲۴۶۴)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ممنوع نہ رکھی جائیں (۱) پانی (۲) خودرو گھاس (۳) آگ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کو ذکر کیا گیا ہے جن سے کسی کو محروم کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ چیزیں جہاں انسانوں اور حیوانوں کی بنیادی ضرورت ہیں وہیں بے قیمت بھی ہیں کہ ان پر کوئی پیسہ خرچ نہیں ہوتا تو ان سے کسی کو روکنا اور محروم کرنا بے رحمی اور کمینگی کی دلیل ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) پانی۔

اس سے مراد دریا، نہر، ندی، نالے اور قدرتی تالاب کا پانی ہے کہ اس سے کسی کو نہ روکا جائے کیونکہ وہ کسی ایک فرد یا قوم کی ملکیت نہیں بلکہ اسمیں تمام جانداروں کا حق برابر ہے۔ تو کسی کو اس

سے روکنا اسکو اسکے حق سے محروم کرنا ہے جسکی اجازت کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ تاہم یہ حق پینے پلانے کی حد تک محدود ہے کہ خود پیئے یا چوپائے کو پلائے تو اسپر کوئی پابندی نہیں۔ باقی رہا ان سے زمینوں کو سیراب کرنا تو اسکے لئے مخصوص اجازت ضروری ہے بغیر اجازت حاصل کئے اس مقصد کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح کسی نے دریا اور نہر وغیرہ سے پانی کا کوئی برتن مثلاً گھڑا وغیرہ بھر لیا تو اس میں چونکہ اسکی محنت شامل ہوگئی ہے اسلئے اب یہ پانی اسکی ملکیت شمار ہوگا تو ایسے پانی کو اسکی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) گھاس۔

اس گھاس سے مراد خود رو گھاس ہے جو بارشوں کی کثرت سے خود بخود اگ آتی ہے یہ چاہے مملوکہ زمین میں اگے یا موقوفہ زمین میں۔ کسی کی ملکیت نہیں اس میں تمام لوگوں کا برابر حق ہے جو بھی کاٹنا چاہے کاٹ سکتا ہے اور جو بھی اپنے مویشی وہاں چرانا چاہے چرا سکتا ہے۔ مالک زمین کو بھی اس سے روکنے کا حق حاصل نہیں۔

باقی وہ گھاس جو باقاعدہ کاشت کی جاتی ہے وہ صرف مالک کی ملکیت ہے اس میں کسی اور کا حق نہیں ہے اور نہ ہی اسکی اجازت کے بغیر کسی کیلئے اسکا استعمال جائز ہے۔

(۳) آگ۔

پہلے زمانے میں آگ کا حصول بڑا مشکل ہوتا تھا، دیا سلائی اور ماچس وجود میں نہ آئی تھی چقماق کے پتھروں سے چنگاریاں نکال کر تنکوں وغیرہ کے ذریعے آگ سلگائی جاتی تھی اس لئے لوگ اسکی بڑی حفاظت کرتے تھے، انگاروں کو دبا کر رکھتے تھے تاکہ بوقت ضرورت تنکے وغیرہ رکھ کر اور پھونک مار کر آگ کو حاصل کیا جائے اسی طرح ایک دوسرے کے گھر سے جلتی آگ کی چنگاری لیکر اپنی آگ روشن کرتے تھے۔

اسلئے حکم دیا گیا کہ کوئی آگ لینے آئے تو اسکو منع نہ کرو کیونکہ آگ کی چنگاری دینے میں تم پر

کوئی بوجھ نہیں پڑے گا لیکن نہ دینے کی صورت میں اسکو بہت تکلیف اٹھانا پڑے گی۔اور کسی مسلمان بھائی کو تکلیف میں مبتلا کرنا جائز نہیں۔

﴿۳۳﴾
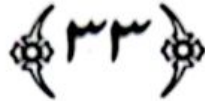
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رات کو رکھے جانے والے تین برتن

(۱) آپ کی طہارت کیلئے (۲) مسواک کیلئے (۳) پینے کیلئے

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَضَعُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اٰنِيَةٍ مِّنَ اللَّيْلِ مُخَمَّرَةً: اِنَاءً لِطَهُوْرِهٖ، وَاِنَاءً لِسِوَاكِهٖ، وَاِنَاءً لِشَرَابِهٖ۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب الطہارۃ وسننھا، باب تغطیۃ الاناء، رقم الحدیث ۳۵۵)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رات کو پانی کے تین برتن بھر کر ڈھانک رکھتی تھی (۱) ایک برتن آپکی طہارت کیلئے (۲) ایک برتن آپکے مسواک کیلئے (۳) اور ایک برتن آپکے پینے کیلئے۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ہمارے آقا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات کے وقت پانی کے تین برتنوں کا ذکر فرما رہی ہیں

(۱) طہارت کیلئے۔

یعنی پانی کا ایک لوٹا جس سے آپ قضائے حاجت کے بعد طہارت فرماتے۔

(۲) مسواک کیلئے۔

یعنی ایک لوٹا جس سے آپ قضائے حاجت کی طہارت کے بعد مسواک اور وضو فرماتے۔

(۳) پینے کیلئے۔

یعنی پانی کا ایک پیالہ جو پینے کے لئے رکھا جاتا اور آپ ضرورت پڑنے پر اسکو پینے کیلئے استعمال فرماتے۔

حضرت عائشہؓ پانی کے ان تینوں برتنوں کو ڈھانک کر رکھتی تھیں تا کہ ان میں کوئی موذی چیز پڑ کر تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے زمانے کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی طرف سے کی جانے والی سہولیات کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ اس زمانے میں اتنی سہولیات عام آدمی کو شاید میسر نہ تھیں مگر آپؓ تکلف فرما کر اس کا اہتمام فرماتی تھیں تا کہ آپ کو ہر ممکن سہولت مل سکے۔ لیکن موجودہ زمانے میں اس سے کہیں زیادہ سہولیات عام آدمی کو میسر ہو گئی ہیں کیونکہ استنجے اور وضو وغیرہ کیلئے بیت الخلاء میں اور بیسن پر بذریعہ پائپ لائن ٹونٹی سے پانی مہیا ہو جاتا ہے جس میں صرف ہاتھ کا اشارہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور تازہ پانی موجود ہو جاتا ہے اور گیزر کے استعمال کے بعد تو پانی کو پرانے طریقوں سے آگ جلا کر گرم کرنے کی زحمت بھی نہیں اٹھانا پڑتی اور پینے کیلئے بھی فریج وغیرہ میں ٹھنڈا پانی ہر وقت موجود رہتا ہے اللہ تعالی یہ نعمتیں ہر مسلمان کو عطا فرمائے اور انکا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تاہم اگر اب بھی کہیں ویسی ہی صورت حال ہے تو اسی طرح پانی کا بندوبست کر کے رکھنا اور اسکو ڈھانک کر رکھنا کا شانۂ نبوی کی صحیح نقل ہوگی۔

﴿۳۴﴾
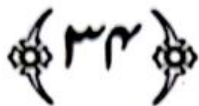
تین چیزیں پیچھے چھوڑ جانے کے قابل

(۱) نیک اولاد (۲) صدقہ جاریہ (۳) علم

حدیث:

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ مَا یُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِہٖ ثَلَاثٌ: وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ، وَصَدَقَۃٌ تَجْرِیْ یَبْلُغُہٗ اَجْرُھَا، وَعِلْمٌ یُعْمَلُ بِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب المقدمہ، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم ۲۳۷)

ترجمہ:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جو چیزیں اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں (۱) نیک اولاد جو اسکے لئے دعا کرتی رہے (۲) کوئی جاری صدقہ جسکا اجر اسکو پہنچتا رہے (۳) ایسا علم جس پر اسکے بعد عمل ہوتا رہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین چیزوں کو اپنے پیچھے چھوڑ جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

انسان ایک عمل کی فیکٹری ہے جس سے اچھے یا برے اعمال نکلتے رہتے ہیں، اور یہ اچھے برے اعمال اسکے اپنے قصد و اختیار سے نکلتے ہیں اور انہی پر آخرت کے ثواب و عذاب یا کامیابی و ناکامی کا مدار ہے۔ عقلمند آدمی ہمیشہ نیک اعمال اختیار کرتا ہے تاکہ اسکو آخرت میں کامیابی ملے اور جنت کی نعمتوں کی سرفرازی ملے اس لئے وہ اپنی چندروزہ زندگی کا ایک پل بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا بلکہ اپنا ایک ایک لمحہ یاد خدا اور اتباع مصطفی ﷺ میں گزارنا چاہتا ہے تاکہ اسکے پاس نیکیوں کا عظیم ذخیرہ ہو جو

اسکو جنت کے بلند ترین درجات تک پہنچائے اور وہ کبھی نیکیوں سے سیر نہیں ہوتا بلکہ حرص کیساتھ آخرت کی کمائی میں لگا رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسی چند روزہ زندگی میں ہی وہ اپنے لئے توشہ اکٹھا کر سکتا ہے مرنے کے بعد وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔آخر وہی گھڑی آپہنچتی ہے جسکا اسکو کھٹکا تھا کہ موت کا پیالہ اسکو پلا دیا جاتا ہے۔اسکے ساتھ ہی اس سے نکلنے والے تمام اعمال خیر موقوف ہو جاتے ہیں اور اسکا اعمال نامہ بند کر دیا جاتا ہے اب یہ کوئی نیک عمل کر کے اپنے نامۂ عمل میں ایک نیکی کا بھی اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ نیکیاں کمانے کا وقت موت سے پہلے پہلے تک ہی ہے۔لیکن قربان جایئے رب تعالی کی رحمتوں اور فیاضیوں کے کہ اس نے کچھ صورتیں ایسی بھی رکھی ہیں کہ انکو اگر کوئی اپنا لے تو مرنے کے بعد بھی اسکا اعمال نامہ بند نہیں ہوتا بلکہ کھلا رہتا ہے اور اس میں مسلسل نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

امت کیساتھ شفیق و مشفق ،رؤف ورحیم نبی ﷺ اپنی اس حدیث مبارک میں انہی میں سے تین صورتوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔

(۱) نیک اولاد۔

اولاد اللہ تعالی کی ایک انمول نعمت ہے جو بچپن میں دل کا بہلاوا اور جوانی میں ماں باپ کا سہارا بنتی ہے ،اولاد ہونے پر اسکا نام اچھا رکھنا ،حیثیت کے مطابق خوراک و پوشاک کا انتظام کرنا ،اچھی تربیت کرنا ،دین و دنیا کی تعلیم دینا والدین کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں ،اگر وہ اس ذمہ داری کو صحیح طور پر نبھاتے ہیں کہ اسکو نیکی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں ،اللہ ورسول کا فرمانبردار بنا دیتے ہیں ،آخرت کا خوف اسکے دل میں بٹھا دیتے ہیں تو یہ اولاد نہ صرف یہ کہ انکے بڑھاپے میں انکا سہارا بنے گی بلکہ انکے مرنے کے بعد انکے لئے ایصال ثواب اور دعاؤں کا اہتمام کر کے انکے لئے ترقی درجات کا باعث بھی بنے گی۔

(۲) صدقہ جاریہ۔

صدقہ جاریہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا کام کر جائے جو اسکے لئے مرنے کے بعد بھی جاری رہے اور خلق خدا اس سے مستفید ہوتی رہے۔مثلاً مسجد بنا دے جب تک لوگ اس میں نماز پڑھتے رہیں گے

اسکا ثواب اسکو مسلسل ملتا رہے گا، اسی طرح کوئی مدرسہ بنادیا جس میں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں یا کوئی پل بنادیا، یا نلکا لگوادیا، یا تنگ راستے کو کشادہ کردیا، یا عیدگاہ یا مسافر خانہ بنادیا جس سے تمام لوگ نفع اٹھاتے ہیں تو یہ تمام صورتیں صدقہ جاریہ کی ہیں جنکا ثواب اسکو مرنے کے بعد بھی برابر ملتا رہے گا۔

(۳) علم جس سے نفع اٹھایا جارہا ہے۔

مثلاً اس نے شاگردوں کو پڑھایا وہ آگے اسکی نشر و اشاعت کررہے ہیں کہ جہاں اُنکو اِسکا ثواب ملے گا وہیں اِسکی نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

یا کوئی رسالہ یا کتاب لکھ دی جس سے بعد والی نسلیں فائدہ اٹھائینگی، یا کوئی تعلیمی ادارہ بنادیا جس میں قوم کے بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں تو یہ تمام صورتیں بھی ایسی ہیں کہ جنکا اجر و ثواب اسکو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔

آنحضرت ﷺ اس حدیث مبارک میں یہی ترغیب دے رہے ہیں کہ اپنے پیچھے ان میں سے کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ جاؤ تاکہ تمھارا اعمال نامہ بند نہ ہو، اور کوئی ایسا کام کر جاؤ کہ تم قبر میں آرام سے پڑے ہو اور تمہاری نیکیوں کا بیلنس مسلسل بڑھا جارہا ہو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۳۵﴾

قیامت کے تین سفارشی

(۱) پہلے انبیاء (۲) پھر علماء (۳) پھر شہداء

حدیث:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ: اَلْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم الحدیث ۴۳۰۴)

ترجمہ:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے (۱) پہلے انبیاء (۲) پھر علماء (۳) پھر شہداء۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں قیامت کے دن کے تین سفارشیوں کا ذکر ہے، قیامت کے دن کی سفارش اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے، اس حدیث مبارک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تین طرح کے لوگ خصوصی طور پر شفیع اور سفارشی بنیں گے۔

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کے اسکی مخلوق کیطرف بھیجے گئے نمائندے اور سفیر ہوتے ہیں، جنکو اللہ تعالی اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے، اور ان تک اپنا پیغام پہنچانے کیلئے پوری انسانیت

میں سے منتخب فرماتا ہے،اور اس انتخاب کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے کھربوں میں سے صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انسانوں کو اس کام کیلئے چنا،حضرت ادم علیہ السلام پہلے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پہلے نبی بھی ہیں اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں،انکے درمیان ہزاروں نبی آئے جن میں سے چند ایک کا ذکر قرآن، حدیث اور تاریخ میں آیا ہے باقیوں کے بارے میں تاریخ بھی کچھ بتانے سے قاصر ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے زمانے میں سب سے زیادہ اللہ تعالی کے فرمانبردار اور مقرب خدا ہوتے ہیں،اور گناہوں سے معصوم اور امت پر گواہ ہوتے ہیں،اللہ تعالی نے انہیں یہ اعزاز بھی بخشا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنی اپنی امت کے سفارشی بنیں گے،اور انکی سفارش کی وجہ سے اللہ تعالی کئی گناہگاروں کے گناہ بخش دے گا اور کئی جہنمیوں کو جنت عطا فرمادے گا۔

سید المرسلین ﷺ کی شفاعت کبریٰ:

پھر ان میں سے ہمارے نبی ﷺ کو سفارش کے بارے میں ایک ایسا اعزاز حاصل ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے، کہ قیامت کے دن جب محشر کی سختی حد سے تجاوز کر جائیگی اور ابھی حساب و کتاب شروع نہ ہو رہا ہوگا تو سب لوگ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائینگے کہ آپ ابوالبشر ہیں، مسجود ملائک ہیں، آپ اللہ تعالی سے سفارش کریں کہ وہ حساب و کتاب شروع کردے تو وہ جلال الٰہی کو دیکھ کر معذرت کردینگے کہ میں تو خود اپنے گناہ پر ڈر رہا ہوں کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا اور میں نے وہ کھالیا تھا کہیں مجھ سے مؤاخذہ نہ ہو جائے، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں،تو لوگ انکی خدمت میں پہنچیں گے اور ان سے بھی یہی درخواست کریں گے،تو وہ بھی غضب الٰہی کو دیکھتے ہوئے معذرت کردینگے کہ میں نے اپنے کافر بیٹے کیلئے دنیا میں سفارش کرلی تھی آج میں اسی سے لرز رہا ہوں کہ کہیں مجھ سے اس بارے سوال نہ کرلیا جائے،تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں،تو سب لوگ انکی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے آپ اللہ کے خلیل ہیں،آپ ہمارے لئے سفارش کر دیں،ہم بہت مصیبت میں ہیں تو وہ بھی قہر الٰہی کو دیکھتے ہوئے معذرت کردینگے کہ میں نے دنیا میں تین

جھوٹ بول لئے تھے آج مجھ پر تو انہی کا خوف سوار ہے کہ کہیں مجھ سے انکے بارے میں باز پرس نہ ہو جائے، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے کلیم ہیں، تو لوگ کسمپرسی کے عالم میں انکے پاس حاضر ہونگے اور اپنی درخواست پیش کرینگے تو وہ بھی معذرت کر دینگے کہ آج رب تعالیٰ اتنے غصے میں ہیں کہ اتنا غصہ نہ پہلے کبھی کیا نہ آئندہ کبھی کرینگے، مجھے تو اپنی فکر لگی ہوئی ہے کہ مجھ سے ایک قتل ہو گیا تھا آج کہیں مجھ سے اسکے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد کرینگے کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، تو لوگ بے کسی و بے بسی کے عالم میں انکے پاس پہنچیں گے اور اپنی عرض پیش کرینگے تو وہ بھی معذرت کر دینگے کہ میری امت نے مجھے پوجنا شروع کر دیا تھا آج میں اپنے اوپر ڈر رہا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارے میں باز پرس نہ کر لے لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے انکی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کر رکھی ہیں، تو یہ تمام لوگ بھی اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی آخری سہارے کے طور پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اپنی عرض پیش کریں گے تو ہمارے نبی ﷺ اسکی ہامی بھر لیں گے اور فرمائینگے ہاں میں ہوں اس کام کیلئے، پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت وجلال میں سجدہ ریز ہو کر ایسی حمد وثنا کرینگے کہ رحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیں گے۔ جب رحمت الٰہی کو جوش آئے گا تو حکم ہوگا ارفع راسك و سل تعط و اشفع تشفع وقل يسمع لقولك (ترمذی) کہ اے محبوب سر اٹھایئے اور جو مانگنا ہے مانگئے آپکو عطا کیا جائے گا، اور جو سفارش کرنی ہے کیجئے آپکی سفارش کو قبول کیا جائیگا، اور جو کہنا ہے کہہ گزریئے آپکی بات کو سنا جائیگا۔ اس وقت آپ سفارش فرمائینگے اور آپکی سفارش کو قبول کر کے حساب وکتاب شروع کر دیا جائے گا۔ اس طرح تمام اولین وآخرین آپکی شان رحمۃ للعالمینی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرینگے اور پوری انسانیت آپ ﷺ کے فیض سے فیض یاب ہوگی، اسکو شفاعت کبریٰ اور مقام محمود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں آپ ﷺ کا کوئی ہمسر نہیں۔

شفاعت کی کئی صورتیں:

اس بڑی اور عمومی شفاعت کے علاوہ آپ ﷺ اور بھی سفارشیں فرمائینگے مثلاً بعض لوگوں کیلئے بلا حساب وکتاب جنت میں داخلے کیلئے، بعض کیلئے حساب وکتاب میں سہولت کیلئے، بعض جنت

سے محروموں (نیکیوں اور گناہوں کے برابر ہونے کی وجہ سے) کو جنت میں بھیجنے کیلئے ،بعض مستحقین جہنم کو(گناہوں کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے) جہنم سے بچانے کیلئے ،بعض جہنم کا ایندھن بن جانے والوں کوجہنم سے نکالنے کیلئے ،بعض کفار کیلئے جہنم میں تخفیف عذاب کیلئے اور بعض ابرار کے بہشت میں درجات کی بلندی کیلئے آپ ﷺ سفارش فرمائینگے اور سب کے حق میں آپکی سفارش کو قبول کیا جائے گا ۔اللہ تعالی ہم گناہگاروں کو بھی یہ نعمت عظمٰی عطا فرمائے اور بلا استحقاق پہلی یا آخری قسم میں شامل فرمائے ۔اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی بعد میں اپنی اپنی امتوں کے بارے میں درجہ بدرجہ سفارشیں فرمائینگے اور اللہ تعالی اپنے فضل سے انکی سفارشوں کو بھی قبول فرمائیگا۔

فائدہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حق میں جن تین جھوٹوں کا ذکر کیا ہے انکی تفصیل بخاری شریف ودیگر کتب حدیث میں اس طرح ہے

۱۔ جب قوم نے ایک شرکیہ میلے میں شرکت کی دعوت دی تو آپ علیہ السلام نے انـــی سـقیم کہہ کر عذر کردیا کہ میں بیمار ہوں تمہارے میلے میں شریک نہیں ہوسکتا حالانکہ آپ اس وقت بیمار نہ تھے۔

۲۔ جب بتوں کو پاش پاش کردیا تو کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور جب سوال ہوا کہ اے ابراہیم ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حشر تم نے کیا ہے تو جواب دیا بـل فـعـلـه کـبـیـرھـم ھذا کہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے حالانکہ کیا خود تھا۔

۳۔ ایک ظالم حاکم کا یہ اصول تھا کہ جب کسی خوبرو عورت کو دیکھتا تو اگر اسکے ساتھ اسکا بھائی ہوتا تو اس سے تعرض نہ کرتا اور اگر خاوند ساتھ ہوتا تو اس سے عورت چھین کر زبردستی عصمت دری کرتا ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس پر سے گزر ہوا جبکہ آپ کی بیوی حضرت سارہ سلام اللہ علیھا بھی آپکے ساتھ تھیں اور تھیں بھی بہت حسین تو اس نے پوچھا کہ یہ تمہاری کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا اختی کہ یہ میری بہن ہے ،حالانکہ وہ بیوی تھیں۔

آپ علیہ السلام نے یہ تینوں جھوٹ اللہ کیلئے بولے تھے کیونکہ پہلے جھوٹ سے آپکا مقصد اپنے آپ کو مشرکانہ رسوم میں شرکت سے بچانا، دوسرے میں مشرکوں پر بتوں کی بے بسی کو واضح کرنا اور تیسرے میں حضرت سارہؓ کی عصمت کا تحفظ کرنا تھا لیکن پھر بھی چونکہ ظاہراً جھوٹ ہی تھے اسلئے خوف دامن گیر ہو گیا کہ کہیں اس پر گرفت نہ ہو جائے۔ اسکی مزید تفصیل کیلئے بندہ کی کتاب عادلانہ دفاع کا مطالعہ کیجئے۔

(۲) علماء۔

دوسرے نمبر پر علماء ربانیین کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ وہ بھی شفیع بن کر کئی گناہگاروں کو جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچانے والے بنیں گے، علماء کرام چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں اسلئے انکے بعد انہی کو اس مقام رفیع پر فائز کیا جائیگا۔

یہ اللہ تعالی کی طرف سے اہل علم کی عزت افزائی ہوگی کہ انہوں نے میرے دین کیلئے اپنے آپکو بے قدر کر دیا تھا اور دنیوی گریڈوں سے بے پرواہ ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو میرے دین کی بقاء، احیاء اور فروغ کیلئے وقف کر دیا تھا تو آج میں ان کو یہ اعزاز دے رہا ہوں کہ وہ جسکی سفارش کر دیں میں اسکو معاف کر دونگا اور آخرت کی ابدی زندگی میں اُسکو اِنکا ممنونِ احسان بنا دونگا۔

اللہ تعالی نے دنیا میں بھی اہل علم کو اپنے کلام مقدس میں کئی طرح سے اعزاز بخشا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون (الزمر:۹) کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ اس میں بتلایا کہ ان دو طبقوں میں کوئی برابری نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة و او لو العلم (آل عمران:۱۸) کہ اللہ، فرشتے اور اہل علم اس بات کے گواہ ہیں کہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس میں اللہ تعالی نے اہل علم کو اپنی ذات اور فرشتوں کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔

ایک جگہ ارشاد ہے قل كفى بالله شهيدا بينى وبينكم ومن عنده علم الكتاب (الرعد:۴۳) کہ اے محبوب آپ فرما دیجئے اے کافرو! میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے اللہ اور وہ جسکے پاس کتاب کا علم ہے۔

ایک جگہ یوں عزت افزائی فرمائی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (فاطر:۲۷) کہ اللہ کے بندوں میں سے اس سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طبقہ کی شان بہت بلند فرمائی۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب (ترمذی: کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، رقم ۲۶۰۶) کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی دیگر ستاروں پر۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم (ایضا: رقم ۲۶۰۹) کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر۔

ایک جگہ یوں فضیلت بیان فرمائی کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ایضا: رقم ۲۶۰۵) کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علماء کرام کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) شھداء۔

تیسرے نمبر پر شھداء کو یہ اعزاز دیا جائیگا کہ وہ بھی سفارشی بن کر کئی لوگوں کو جنت میں بھجوادیں گے جن پر انکی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

انکو یہ اعزاز اس وجہ سے ملے گا کہ وہ دشمنانِ اسلام کی یلغار کو روکنے کیلئے اسلام کے آگے ڈھال بن گئے تھے اور اپنا سب کچھ یہانتک کہ پیاری جان بھی اسلام کیلئے اور اللہ کی رضا کیلئے قربان کردی تھی تو آج انکو یہ اعزاز ملے گا کہ انکی سفارش کیوجہ سے درجنوں، سینکڑوں لوگوں کو جنت نصیب ہوگی۔ شھداء کے فضائل بھی قرآن وحدیث میں بکثرت آئے ہیں صرف ایک آیت شریفہ اور ایک حدیث مبارک آپکی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

ارشاد ربانی ہے:

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

(آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے:

يشفع الشهيد في سبعين من اهل بيته۔ (ابوداود: کتاب الجهاد، باب في الشهيد يشفع، رقم ۲۱۶۰)

ترجمہ: شہید کی اس کے خاندان کے ستر افراد کے بارے میں سفارش قبول کی جائے گی۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علماء کا مرتبہ شھداء سے بھی زیادہ ہے تب ہی تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد پہلے علماء کو پھر شھداء کو یہ اعزاز حاصل ہوگا۔

امام زندوسی رحمہ اللہ نے الروضۃ الزندوسیۃ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔

يوزن يوم القيمة مداد العلماء مع دم الشهداء فيترجح مداد العلماء على دم الشهداء ۔ (بحوالہ فتاویٰ تاتارخانیۃ ج۱،ص۷۳)

کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو شھداء کے خون کے ساتھ تولا جائیگا اور علماء کی سیاہی شھداء کے خون سے وزن میں بھاری ثابت ہوگی۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں شفاعت کی بابت ان تین قسم کے لوگوں کا ذکر ایک خاص شان کی شفاعت کے طور پر ہے ورنہ انکے علاوہ ملائکہ، حفاظ کرام اور عامۃ المؤمنین میں سے نیک لوگ بھی شفاعت کا رتبہ پائیں گے اور درجہ بدرجہ انکی شفاعت بھی قبول کی جائیگی۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو آخرت کی کامیابی چاہتا ہے اسے

انبیاء کرام علیہم السلام سے اگر ممکن ہو تو ورنہ علماء کرام اور مجاہدین عظام سے محبت وعقیدت کا تعلق رکھنا چاہیے، تاکہ خدانخواستہ اپنی کارگردگی فیل ہو جائے تو بھی کامیابی کی امید باقی رہے۔

﴿۳۶﴾

اللہ تعالیٰ تین بندوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے

(۱) نماز کی صف میں کھڑے آدمی کو (۲) رات کے پیٹ میں نماز پڑھنے والے کو (۳) لشکر کے پیچھے لڑنے والے کو

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:اِنَّ اللّٰهَ لَیَضْحَكُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ: لِلصَّفِّ فِی الصَّلٰوةِ، وَلِلرَّجُلِ یُصَلِّیْ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ، وَلِلرَّجُلِ یُقَاتِلُ اُرَاهُ قَالَ: خَلْفَ الْکَتِیْبَةِ۔

(سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، رقم الحدیث ۱۹۶)

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دیکھ کر اللہ ہنستا ہے یعنی خوش ہوتا ہے (۱) نماز میں کھڑے آدمی کو (۲) رات کے پیٹ میں نماز پڑھنے والے کو (۳) لشکر کے پیچھے لڑنے والے کو۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین آدمیوں کا ذکر ہے جنکو دیکھ کر اللہ خوش ہوتا ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں۔

(۱) نماز کی صف میں کھڑا آدمی۔

نماز تمام عبادات میں ایک ایسا مقام رکھتی ہے جو اور کسی عبادت کو حاصل نہیں کیونکہ روزہ سال کے بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہے، زکوۃ پورے سال میں صرف ایک مرتبہ ہے اور حج زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، پھر زکوۃ اور حج کی فرضیت صرف مالداروں کیلئے ہے جبکہ نماز ہر مسلمان پر چاہے وہ امیر ہے یا غریب، مرد ہے یا عورت، بیمار ہے یا تندرست، سال کے بارہ مہینوں میں، ہر ماہ کے چاروں ہفتوں میں، ہر ہفتے کے ساتوں دنوں میں اور ہر دن کے پانچ وقتوں میں فرض ہے۔ اللہ تعالی اپنے بندے کو سب سے زیادہ محبوبیت کے ساتھ اس وقت دیکھتا ہے جب وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے۔

پھر خصوصاً جماعت کی نماز کی بہت شان ہے کہ اس میں مختلف خاندانوں، مختلف رنگوں مختلف طبیعتوں اور مختلف حیثیتوں کے لوگ بالکل برابر ہو کر سب کے سامنے رب تعالی کی بندگی کا اقرار اور اپنی عاجزی اور نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تو اللہ تعالی اپنے بندوں کی اس حالت اور ادا پر بہت خوش ہوتے ہیں۔

(۲) رات کے پیٹ میں نماز پڑھنے والا۔

رات کا وقت غفلت، نیند اور آرام کا وقت ہوتا ہے تو جو شخص اپنے رب کی رضا کے حصول کیلئے اپنے آرام اور میٹھی نیند کو قربان کرتا ہے اور اپنے رب کے حضور قیام، رکوع اور سجود میں مشغول ہو کر اسکی رضا کا طلبگار رہتا ہے تو اللہ تعالی اپنے اس حق شناس بندے سے بھی بہت خوش ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی جو پہلی پہلی زیارت مجھے نصیب ہوئی اس میں میں نے آپ سے یہ حدیث مبارک سنی

یا ایھا الناس افشو السلام، واطعموا الطعام، وصلو ا الارحام، وصلوا باللیل والناس نیام تد خلوا الجنة بسلام (ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب اطعام الطعام، رقم ۳۲۴۲)

کہ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں یعنی تہجد تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔

(۳) لشکر کے پیچھے لڑنے والا۔

یعنی جو راہ خدا میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شمع اسلام پر پروانہ وار قربان ہونے کیلئے بڑھا چلا جا رہا ہے، اللہ تعالی اسکو بھی بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندے کو اپنی جان کی کوئی فکر نہیں ہے اگر فکر ہے تو میرے دین کو سر بلند کرنے کی، اعداء دین کو مٹانے کی، اسلام کا بول بالا کرنے کی اور کفر کا منہ کالا کرنے کی۔

﴿۳۷﴾
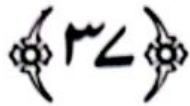
امتِ محمدیہ کے لیے اللہ کے تین وعدے

(۱) قحط نہیں گھیرے گا (۲) دشمن استیصال نہیں کر سکے گا (۳) گمراہی پر جمع نہیں کرے گا

حدیث:

عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ اَدْرَكَ بِيَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَ لِيَ اخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنِّيْ قَائِلٌ قَوْلًا غَيْرَ فَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰى صَفِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَمَعِيَ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِيْ فِيْ اُمَّتِيْ وَاَجَارَهُمْ مِنْ ثَلٰثٍ: لَا يَعُمُّهُمْ بِسَنَةٍ، وَلَا يَسْتَأْصِلُهُمْ عَدُوٌّ، وَلَا يَجْمَعُهُمْ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔

(سنن دارمی: المقدمہ، باب ما اعطی النبی من الفضل، رقم الحدیث ۵۴)

ترجمہ:

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے ساتھ رحم والے زمانے کو جوڑا اور میرے لیے منزل کو بہت قریب کر دیا چنانچہ ہم دنیا میں سب سے آخر میں آئے ہیں اور قیامت کے دن جنت میں سب سے پہلے جائیں گے، اور میں یہ بات بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ ابراہیم اللہ کے خلیل یعنی دوست تھے، موسیٰ اللہ کے صفی یعنی چنے ہوئے تھے اور میں اللہ کا حبیب یعنی محبوب ہوں اور قیامت کے دن میرے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا اور بالیقین اللہ عز وجل

نے مجھ سے میری امت کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے اور انکو تین چیزوں سے
پناہ عطا فرما دی ہے (۱) ان پر قحطِ عام مسلط نہیں فرمائے گا (۲) دشمن انکو اول تا
آخر ختم نہیں کر سکے گا (۳) اللہ تعالی ان سب کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

تشریح:

یہ حدیث مبارک جہاں ہمارے نبی پاک ﷺ اور آپ کی وساطت سے پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی فضیلتوں کو نمایاں کرتی ہے وہیں اس میں آپ کی دعاؤں کی برکت سے آپؐ سے امت محمدیہ کیلئے اللہ تعالی کے تین وعدوں کا ذکر بھی ہے۔ وہ تین وعدے یہ ہیں۔

(۱) قحط انکو نہیں گھیرے گا۔

خشک سالی اور قحط تمام جانداروں کیلئے موت کا پیغام ہوتا ہے جس سے انسان کیا تمام چرند ، پرند ، درند لقمۂ اجل بنتے ہیں، دنیا میں کئی مرتبہ ایسے قحط آئے کہ غذائی ضروریات بالکل ناپید ہو گئیں جنکے نتیجے میں ایک ایک وقت میں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

اللہ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے اپنی امت کی بقاء و دوام کیلئے یہ دعا فرمائی کہ وہ کم از کم کسی ایسے قحط کا ہرگز شکار نہ ہو جو دنیا سے انکے وجود تک کو ختم کر دے اور انکے نام و نشان تک کو مٹا دے اور اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی اور وعدہ فرمایا کہ ایسا قحط ان پر مسلط نہیں کیا جائیگا۔

آج اسی کی برکت ہے کہ پندرھویں صدی گزر رہی ہے اور الحمد للہ دشمنان اسلام کے نہ چاہتے ہوئے بھی امت محمدیہ دنیا کے سینے پر موجود ہے۔

(۲) دشمن انکا استیصال نہ کر سکے گا۔

وجود آدمؑ کے تھوڑے ہی عرصے بعد خود انکے صلبی بیٹے قابیل کے ہاتھوں خود انسان نے انسان کو ختم کرنے اور مٹانے کا آغاز کر دیا تھا پھر جوں جوں نسل انسانی بڑھتی چلی گئی توں توں قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم ہوتا چلا گیا اور تاریخ انسانی اسپر شاہد ہے کہ جتنا انسانی جانوں کا ضیاع خود

انسانوں کے ہاتھوں ہوا اتنا تاریخ کے کسی بدترین زلزلے، سونامی، سیلاب اور طوفان وغیرہ سے نہیں ہوا۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی رقت آمیز دعاہائے شبانہ کی برکت سے یہ بھی وعدہ فرمادیا کہ آپکی امت پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کرونگا جو انکو جڑ سے اکھاڑ دے اور انکی نسل کشی کر کے انکے بیج کو ہی ختم کر دے۔

یہ اسی وعدے کا ثمر ہے کہ آج امت محمدیہ بچی ہوئی ہے ورنہ اس پر جو فتنے ٹوٹے اور دشمن مسلط ہوئے کوئی اور امت ہوتی تو اسکا نام ونشان بھی نہ ملتا۔

(۳) اللہ تعالی انکو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

کئی مرتبہ ایسی سازشیں تیار ہوئیں کہ امت مسلمہ کو راہ راست سے ہٹا دیا جائے اس میں ترغیب وتحریص سے بھی کام لیا گیا، ظلم وجبر کا راستہ بھی اپنایا گیا، جھوٹی نبوتیں بھی گھڑی گئیں لیکن آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے پہلے وعدہ فرمادیا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی فتنہ گر پوری امت کو اپنے پیچھے لگالے اور سب کو جہنم کا ایندھن بنادے۔ جب بھی کسی اکبر نے خودساختہ دین کی تخم ریزی کی تو اللہ تعالی نے شیخ احمد سرہندیؒ جیسے سرفروشوں کو انکی بیخ کنی کیلئے کھڑا کردیا یوں الحمد للہ آج تک دین برحق موجود ہے اور اسکے محافظ علماء حق بھی موجود ہیں جو انتہائی نامساعد حالات میں بھی دین ہدایت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے سینہ سپر ہیں اور اپنی جانوں پر کھیل کر بھی یہ پیغام دے جاتے ہیں کہ

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔

﴿۳۸﴾

تین چیزوں میں مغلوبیت قابل قبول نہیں

(۱)امر بالمعروف (۲)نہی عن المنکر (۳)تعلیم سنت

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَغْلِبُوْنَا عَلٰی ثَلٰثٍ: اَنْ نَّأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَنَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ، وَنُعَلِّمَ النَّاسَ السُّنَنَ۔

(سنن دارمی: المقدمہ، باب البلاغ عن رسول اللہ وتعلیم السنن، رقم ۲۰۴۸)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ سلاطین ہم پر تین چیزوں میں غالب نہ ہو پائیں (۱) امر بالمعروف کرنے میں (۲) نہی عن المنکر کرنے میں (۳) لوگوں کو سنتوں کی تعلیم دینے میں۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارک میں ان تین باتوں کا ذکر ہے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ اگرچہ حکمرانوں کی تابعداری کرنا اور انکی مخالفت نہ کرنا ضروری ہے تاہم ان تین باتوں میں وہ تم پر غالب نہ آنے پائیں یعنی ان باتوں میں انکی اطاعت بھی نہ کرنا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں۔

(۱) امر بالمعروف۔

یعنی اگر حکمران تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم نیکی کا حکم کرنا اور اسکو رواج دینا چھوڑ دو تو اس

بارے انکی اطاعت نہ کرنا اور وہ اس پر جبر کریں تو انکے جبر کا بھی مقابلہ کرنا اور اس معاملے میں انکو اپنے اوپر غالب نہ آنے دینا بلکہ اتنا ڈٹ کر انکا مقابلہ کرنا کہ وہ خود پسپائی پر مجبور ہو جائیں۔

(۲) نہی عن المنکر۔

یعنی اگر حکمران یہ چاہتے ہیں کہ تم برائی کو برائی نہ کہو بلکہ اسکو اچھائی کہو یا کم از کم اسکو برائی کہنے سے خاموش رہو تو اس بارے بھی انکی اطاعت نہ کرنا اور اس میں وہ اگر طاقت کا استعمال کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو بھی انکے مقابلے میں ڈٹ جانا اور ان سے مغلوب ہو کر پسپائی اختیار نہ کرنا بلکہ انکو پسپا ہونے پر مجبور کر دینا۔

(۳) تعلیم سنت۔

یعنی اگر زمام اقتدار سنبھالنے والے نبی ﷺ کی سنتوں کو مٹانے کے درپے ہو جائیں اور نصاب تعلیم سے سنتوں کے علم تک کو مٹانے کی مذموم کوشش کریں تو اس بارے بھی پوری توانائی کے ساتھ انکا مقابلہ کرنا اور اس مقصد میں انکو ہرگز کامیاب نہ ہونے دینا اگر وہ اپنے سرکاری تعلیمی اداروں سے اسکو نکال دیں اور خدانخواستہ دینی مدارس پر پابندی لگا دیں تو بھی سنتوں کے علم کو ضائع نہ ہونے دینا بلکہ اسے ہر قیمت پر زندہ رکھنا۔

الحمدللہ ہمارے پاک و ہند کے علماء کا ان تینوں باتوں پر اہتمام قابل صد افتخار ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں انہوں نے کسی ظالم و جابر قوت کے سامنے بھی کبھی ان تین باتوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ دینی مدارس کو ختم کرنے یا ان کے کردار کو محدود کرنے کی کتنی خطرناک سازشیں کی گئیں لیکن الحمدللہ علماء کرام سد سکندری بن کر ڈٹ گئے اور بے دین حکمرانوں کو اس گھناؤنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بفضلہ تعالی اب بھی مدارس دینیہ پوری آزادی کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی کو عام کرنے میں دن رات مصروف ہیں۔ سچی بات ہے کہ اگر علماء کرام اس میں پسپائی اختیار کر لیتے تو اسلام کے نام پر حاصل کیا جانے والا یہ ملک بھی چند سالوں میں یورپ کا نقشہ پیش کر رہا ہوتا۔ اللہ تعالی انکی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

﴿۳۹﴾

مسجد میں بیٹھنے والا تین فائدوں سے خالی نہیں

(۱) اس سے کچھ سیکھا جا رہا ہے (۲) وہ کچھ سیکھ رہا ہے (۳) رحمت خداوندی کا منتظر ہے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: جَلِیْسُ الْمَسْجِدِ عَلٰی ثَلٰثِ خِصَالٍ: اَخٍ مُسْتَفَادٍ، اَوْ کَلِمَۃٍ مُحْکَمَۃٍ، اَوْ رَحْمَۃٍ مُنْتَظَرَۃٍ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، باقی المسند السابق، رقم الحدیث ۹۰۵۷)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسجد میں بیٹھنے والا تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ضرور ہوتا ہے (۱) یا تو اس سے استفادہ کیا جا رہا ہوتا ہے (۲) یا وہ دین کی کوئی محکم بات سن رہا ہوتا ہے (۳) یا وہ رحمت کا منتظر ہوتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث شریف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسجد میں بیٹھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔

(۱) اخٍ مستفاد۔

یعنی یا تو اس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہوگا کہ وہ لوگوں کو دین کی باتیں سکھا رہا ہوگا، یا دین کے مذاکرے کرا رہا ہوگا جیسے جمعہ کا خطاب کرنے والا خطیب اور درس قرآن یا درس حدیث دینے والا امام۔

(۲) کلمۃ محکمۃ۔

یعنی اگر سکھانے والا نہیں ہے تو دین کی باتیں سیکھ رہا ہوگا جیسے جمعہ کا خطاب سننے والا، درس قرآن، یا درس حدیث میں شریک ہونے والا، یا تبلیغی جماعت کے بیان وغیرہ میں بیٹھنے والا۔

(۳) رحمۃ منتظرۃ۔

یعنی اگر نہ سکھانے کے عمل میں ہے، نہ سیکھنے کے عمل میں، بلکہ آداب مسجد کا خیال رکھتے ہوئے خاموشی کے ساتھ بیٹھا ہے، تو وہ بھی خیر سے محروم نہیں ہے، بلکہ اب بھی وہ رحمت الٰہیہ کی نظر میں ہے اور اس پر رب تعالیٰ کی رحمتیں متواتر برس رہی ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث سے یہ پیغام دینا بھی مقصد ہے کہ آدمی کو مسجد میں ان تین احوال میں سے کسی ایک حال پر ضرور ہونا چاہئے اور ان کے علاوہ کسی حال پر نہیں ہونا چاہئے، مثلاً مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، شور و شغب کرنا یا مسجد کے آداب کے منافی کوئی بھی حرکت کرنا نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہے۔

﴿۴۰﴾

تین چیزوں کے نہ کرنے کا حکم

(۱) غیر اللہ کی قسم نہ اٹھاؤ (۲) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرو
(۳) کھانے کی چیزوں یا نجس چیزوں کے ساتھ استنجا نہ کرو

حدیث:

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ قَالَ: اَنْتَ رَسُوْلِيْ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ قُلْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَنِيْ يَقْرَءُ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَيَاْمُرُكُمْ بِثَلَاثٍ: لَاتَحْلِفُوْا بِغَيْرِ اللّٰهِ، وَاِذَا تَخَلَّيْتُمْ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا، وَلَا تَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ وَلَا بِبَعْرَةٍ۔

(مسند احمد: مسند المکیین، حدیث سھل بن حنیفؓ، رقم الحدیث ۱۵۴۱۵)

ترجمہ:

حضرت سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کو بھیجا اور فرمایا تو مکہ والوں کی طرف میرا قاصد ہے ان کو جا کر کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا ہے آپ ﷺ تمہیں سلام دے رہے تھے اور تین باتوں کا حکم دے رہے تھے (۱) یہ کہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ (۲) یہ کہ جب قضائے حاجت کرو تو نہ قبلہ کی طرف رخ کرو اور نہ پیٹھ کرو (۳) یہ کہ ہڈی اور لید کے ساتھ استنجا نہ کرو۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے اپنے قاصد کے ذریعے اہل مکہ کو تین احکام بھیجے جو باقی امت کیلئے بھی ہیں۔

(۱) غیر اللہ کی قسم نہ اٹھاؤ۔

زندگی کے معاملات میں کبھی قسم اٹھانا مجبوری بن جاتی ہے مثلاً کسی پر کوئی الزام لگ جائے جس سے وہ بری ہو لیکن مدعی اس کی بات پر اعتبار کرنے کو تیار نہ ہو تو پھر اپنی صفائی دینے کیلئے اس پر قسم اٹھانا لازم ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مدعی پر گواہ لازم ہیں اور منکر یعنی مدعی علیہ پر قسم۔

تو اس حدیث مبارک میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قسم صرف اور صرف اللہ کی کھائی جا سکتی ہے، اللہ کے علاوہ کسی فرشتے، نبی اور ولی کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی۔

اس حدیث مبارک سے ان کی غلطی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے جو مولیٰ علی یا غازی عباس کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔

(۲) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرو۔

خانہ کعبہ کو پوری دنیا کیلئے قبلہ بنا دیا گیا ہے کہ چاہے کوئی مشرق کا ہو یا مغرب کا، شمال کا ہو یا جنوب کا بوقت نماز اس پر لازم ہے کہ وہ اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لے ارشاد خداوندی ہے حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (البقرۃ:۱۴۴) کہ تم جہاں بھی ہو نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کرلو۔

تو قبلہ بن جانے کی وجہ سے اس کی تعظیم ضروری ہے، اور یہ بھی تعظیم کا حصہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت اس کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کی جائے، چاہے کھلی جگہ میں ہو جیسے صحرا وغیرہ، یا بند جگہ میں جیسے بیت الخلاء وغیرہ، بلکہ اس حالت میں رخ شمال یا جنوب کی طرف ہونا چاہیے تا کہ بے تعظیمی نہ ہو۔

(۳) ہڈی اور لید کے ساتھ استنجا نہ کرو۔

حدیث پاک میں ہے کہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور لید اور گوبر وغیرہ ان کے جانوروں کی غذا ہے تو استنجے میں ان کے استعمال سے روکا گیا ہے تا کہ جنات اور ان کے جانوروں کی غذا کو خراب کرنے کی وجہ سے کہیں ان کے شر کا نشانہ نہ بن جائے، نیز لید اور گوبر خود پلید ہیں تو ان کے ذریعے طہارت کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟

فائدہ:

قیمتی اشیاء مثلاً کپڑے یا کاغذ سے استنجا کرنا بھی جائز نہیں چاہے کاغذ پر کچھ لکھا ہوا ہو یا وہ صاف ہو البتہ ٹشو پیپر جس کی بناوٹ ہی اسی مقصد کیلئے ہے اور وہ قیمتی بھی نہیں ہے تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تمت الحصة الثانية بفضل الله تعالى وعونه

چهل حدیث

نمبر۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰھم
صلِّ علٰی محمدٍ وعلٰی آلِ محمدٍ
کما صلّیت علٰی ابراہیم وعلٰی آلِ ابراہیم
انّک حمیدٌ مجید
اللّٰھم
بارِک علٰی محمدٍ وعلٰی آلِ محمدٍ
کما بارکت علٰی ابراہیم وعلٰی آلِ ابراہیم
انّک حمیدٌ مجید

﴿۱﴾

مؤمن تین قسم کے

(۱)اپنے اموال دوسروں پر خرچ کرنے والے (۲)دوسرں کے اموال سے بچنے والے (۳)دوسروں کے مال پر لالچ کی نگاہ رکھنے والے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُوْنَ فِی الدُّنْیَا عَلٰی ثَلٰثَةِ اَجْزَاءٍ: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَالَّذِیْ یَاْمَنُهُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ تَرَکَهٗ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۰۶۲۸)

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں اہلِ ایمان کے تین حصے ہیں (۱) وہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کیا (۲) وہ جس سے لوگ اپنے مال اور جان پر بے خوف رہیں (۳) پھر وہ کہ جب اس کو کسی چیز کا حرص ہو جائے تو وہ اللہ کے لئے اس کو چھوڑ دے۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں فضیلت کے اعتبار سے مؤمنین کاملین کو تین درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) اپنے اموال دوسروں پر خرچ کرنے والے۔

پہلا درجہ ان مؤمنین کاملین کیلئے ہے جن کو اللہ تعالی نے صادقون یعنی ایمان میں سچے کا لقب عطا فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مال کی محبت میں اتنے اسیر نہیں کہ راہ خدا میں خرچ نہ کرسکیں، بلکہ جب کبھی موقع آتا ہے یہ لوگ اپنے مال راہ خدا میں لٹاتے ہیں اور صرف مال نہیں بلکہ ضرورت کے وقت جانیں بھی قربان کرتے ہیں بایں وجہ کہ یہ اللہ اور اس کے رسول پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان میں شک اور بے یقینی کو جگہ نہیں دیتے اللہ تعالی کے نزدیک ایسے لوگ سچے مؤمن کے مرتبے پر فائز ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

انماالمؤمنون الذین امنوا بالله ورسوله ثم لم یرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله اولئك هم الصدقون (الحجرات:۱۵) کہ بے شک وہ مؤمن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔

(۲) دوسرں کے اموال سے بچنے والے۔

دوسرا درجہ ان مؤمنین کاملین کا ہے جن کو رسالتمآب ﷺ نے "مؤمن" کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو مال کی محبت کی وجہ سے زیادہ راہ خدا میں خرچ تو نہیں کر سکتے تاہم مال کی محبت میں اتنے مغلوب بھی نہیں کہ لوگوں کے اموال کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگیں اور ان پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیں۔ ارشاد نبوی ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده (ترمذی: کتاب الایمان، باب ماجاء فی

ان المسلم من سلم المسلمون الخ رقم ۲۵۵۱) کہ مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنے خون اور اموال پر بے خوف رہیں۔

(۳) دوسروں کے مال پر لالچ کی نگاہ رکھنے والے۔

تیسرا درجہ ان مؤمنین کاملین کا ہے جو مال کی محبت میں کسی قدر مغلوب ہیں تاہم اس حد تک نہیں پہنچے کہ بالکل بے قابو ہو جائیں اور اپنے اوپر کنٹرول کھو بیٹھیں، یہ لوگ کسی کے پاس کوئی اچھی چیز دیکھتے ہیں تو ان کا دل للچانے لگتا ہے کہ کاش یہ چیز ہماری ملکیت ہوتی لیکن اس خواہش کے باوجود محض اللہ کے ڈر کی وجہ سے اس کو ہتھیانے کیلئے کوئی ناجائز قدم نہیں اٹھاتے بلکہ اپنے نفس کو لگام دے کر اس قابو کر لیتے ہیں اور اس کے خیال سے ہٹا لیتے ہیں اس طرح یہ صبر اور ضبط کر کے اپنا ایمان بچا لیتے ہیں، اگر یہ صبر نہ کر پاتے تو کمال ایمان کے اس آخری درجے سے بھی نیچے جا گرتے۔

﴿۲﴾

تین چیزوں کی ممانعت کے بعد اجازت

(۱) قبروں کی زیارت (۲) قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا (۳) شراب کے برتنوں کا استعمال

حدیث:

عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ حُصَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّ فِيْ زِيَارَتِهَا عِظَةً وَّعِبْرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَكُلُوْا وَادَّخِرُوْا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ فِيْ هٰذِهِ الْاَسْقِيَةِ فَاشْرَبُوْا وَلَا تَشْرَبُوْا حَرَامًا۔

(مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث بریدۃ الاسلمیؓ، رقم الحدیث ۲۱۹۳۷)

ترجمہ:

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا (۱) قبروں کی زیارت سے، پس اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ ان کی زیارت میں نصیحت اور عبرت ہے (۲) میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت استعمال کرنے سے منع کیا تھا، پس اب کھاؤ بھی اور ذخیرہ بھی کرو (۳) میں نے تمہیں ان برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، پس اب تم پی سکتے ہو بس حرام نہ پیو۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین ایسی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر پہلے بعض وجوہ سے پابندی لگائی گئی تھی اور پھر ان کی اجازت دے دی گئی۔

(ا) قبروں کی زیارت۔

قبرستان جانے اور قبروں کی زیارت کرنے سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، مال و دولت کی محبت کم ہوتی ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، تکبر، فخر اور غرور کا خاتمہ ہوتا ہے، فقر و مسکنت سے دلبستگی اور خاک نشینی اور قناعت سے انس پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی تضرع، خشوع اور رقت کے پیدا ہونے کی وجہ سے قبروں سے چمٹنا، ان کو چومنا اور ان کی بے جا تعظیم کرنا بھی پیدا ہوتا ہے۔

اسلام کی آمد سے پہلے دنیا شرک میں مبتلا تھی قبروں کو پوجا جاتا تھا، ان پر چادریں چڑھائی جاتی تھیں، نذرانے دیے جاتے تھے، قبر والوں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں اور ان کے نام کی منتیں مانی جاتی تھیں جبکہ اسلام کی دعوت اس کے برعکس خالص توحید پر مبنی تھی لہذا شرک کے ذرائع سے بچنے کیلئے ابتداء قبروں کی زیارت پر بھی پابندی لگا دی گئی لیکن جب اللہ کے فضل سے اسلام دلوں میں راسخ ہو گیا، توحید جانوں میں رچ بس گئی، ایمان رگ و پے میں سرایت کر گیا اور شرک کا نام و نشان تک دلوں سے محو ہو گیا تو مذکورہ بالا فوائد کو حاصل کرنے کیلئے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔

عورتیں قبرستان جاسکتی ہیں؟

عورتیں بھی قبرستان جاسکتی ہیں بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں

۱۔ مقصد قبر کی زیارت ہو۔

۲۔ بے صبری اور جزع، فزع کا اظہار نہ ہو

۳۔ قبر کو چومنا، اس کی خاک چاٹنا اور اس سے لپٹنا نہ ہو

۴۔ بے پردگی اور بے ہودگی نہ ہو

۵۔تلاوت یاذکراذکار بلند آواز سے نہ کئے جائیں

۶۔قبر والے سے مرادیں نہ مانگی جائیں وغیرذلک۔

(۲) قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا۔

ابتداء اسلام میں عسرت وتنگدستی بہت تھی اس کے خاتمے کیلئے یہ عبوری حکم دیا گیا کہ قربانی کا گوشت اپنے استعمال میں صرف تین دن تک لایا جاسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اوراس سے مقصد یہ تھا کہ قربانی کے فالتو گوشت سے مستحقین کی مدد کی جائے لیکن جب اللہ تعالی نے حالات بدل دیے اور پہلے والی تنگدستی باقی نہ رہی تو قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے کی مطلق اجازت دے دی گئی۔

فائدہ:

اب قربانی کا سارا گوشت بھی اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے اوراس سے قربانی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی تاہم افضل اور بہتر یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ اپنے استعمال میں لایا جائے ،دوسرا حصہ قرابت داروں میں تقسیم کیا جائے اور تیسرا حصہ فقراء ومساکین میں بانٹ دیا جائے۔

(۳) شراب کے برتنوں کا استعمال۔

شراب ابتداء اسلام میں حلال تھی ،بتدریج اس کو حرام کیا گیا پہلے یہ بتلایا گیا کہ اس میں کچھ فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ،لیکن نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں ،پھر نماز کے اوقات میں اس پر پابندی لگائی گئی اور پھر مکمل طور پر اس کو حرام کر دیا گیا۔ارشاد باری تعالی ہے:

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدہ:۹۰) کہ بے شک شراب ،جوا،بت اور قسمت آزمائی کے تیر سب پلید ہیں اور شیطانی کام ہیں پس ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو۔

توشراب کی حرمت کے ساتھ ہی ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام قرار دیا گیا جو شراب سازی یا شراب نوشی میں استعمال ہوتے تھے تا کہ ان کو دیکھ کر شراب کی یاد تازہ نہ ہو جو حکم شکنی کی طرف مائل کر دے، لیکن جب شراب کے خیالات دل سے نکل گئے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی گئی کہ اب ان برتنوں کو پاک کر کے ان میں تمام مشروبات پی سکتے ہو بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہوں۔

﴿۳﴾

تین چیزیں ملائکہ رحمت کیلئے رکاوٹ ہیں

(۱) کتا (۲) تصویر (۳) جنبی

حدیث:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ آتِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّ غَدَاۃٍ فَاِذَا تَنَحْنَحَ دَخَلْتُ وَاِذَا سَکَتَ لَمْ اَدْخُلْ، قَالَ: فَخَرَجَ اِلَیَّ فَقَالَ: حَدَثَ الْبَارِحَۃَ اَمْرٌ: سَمِعْتُ خَشْخَشَۃً فِی الدَّارِ فَاِذَا اَنَا بِجِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَام فَقُلْتُ: مَا مَنَعَکَ مِنْ دُخُوْلِ الْبَیْتِ؟ فَقَالَ: فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ قَالَ فَدَخَلْتُ فَاِذَا جَرْوٌ لِلْحَسَنِ تَحْتَ کُرْسِیٍّ لَنَا قَالَ: فَقَالَ: اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْبَیْتَ اِذَا کَانَ فِیْہِ ثَلَاثٌ: کَلْبٌ، اَوْ صُوْرَۃٌ، اَوْ جُنُبٌ۔

(مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، مسند علیؓ، رقم الحدیث ۸۰۴)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہر صبح حاضر ہوتا تھا، پس جب آپ کھانستے تو میں اندر چلا جاتا اور جب آپ خاموش رہتے تو میں اندر نہ جاتا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ میرے لئے باہر نکلے اور فرمایا گذشتہ رات ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ میں نے گھر میں آہٹ سنی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جبرائیلؑ ہیں، میں نے کہا حجرے کے اندر آنے میں کیا رکاوٹ تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ

حجرے میں ایک کتا تھا۔آپؑ فرماتے ہیں کہ میں اندرداخل
ہواتو کیادیکھتا ہوں کہ حسن کاپلا ہے جوکرسی کے نیچے بیٹھا ہے۔آپؑ فرماتے
ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے جب تک
اسمیں تین چیزیں ہوں(۱) کتا(۲) تصویر(۳) جنبی۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزوں کا ذکر ہے جنکی موجودگی میں رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ملائکہ رحمت مؤمنین کے گھروں میں آکرعبادت کرتے ہیں اورگھر والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں اور رحمت و برکت کی دعائیں کرتے ہیں اور وہ اللہ کے معصوم ومقبول بندے ہیں جنکی دعاؤں کواللہ قبول فرماتا ہے۔پس اس حدیث شریف میں جن تین چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے اس سے اپنے گھروں کو بچانا چاہیے تاکہ ملائکہ رحمت کی دعاؤں اور برکتوں سے محرومی نہ ہو۔وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) کتا۔

جس گھر میں کتا ہوتا ہے اس گھر میں ملائکہ رحمت نہیں آتے ۔کیونکہ اس میں اگرچہ کئی خوبیاں ہیں لیکن اسکی چند برائیاں ایسی ہیں جو اسکی بہت سے خوبیوں پر غالب ہیں مثلاً یہ غیروں کی وفاداری میں اپنی جنس کیساتھ غداری کرنے سے نہیں چوکتا۔دیکھتے نہیں کہ انسانوں کے اشارے پر اپنے ہم جنس کتے کو جان سے مارڈالنے کیلئے اپنی پوری کوشش خرچ کرڈالتا ہے۔دوسرے بے غیرت پرلے درجے کا ہے دیکھتے نہیں کہ کتوں کے غول کے غول ایک ہی کتیا سے باری باری شہوت رانی کرتے ہیں وغیرہ۔اس لئے یہ شریعت کی نظر میں ذلیل ہے۔تاہم یہ واضح رہے کہ اس سے مراد وہ کتا ہے جوشوقیہ طور پر پالا جائے جیسے اہل یورپ اوران کے ذہنی غلام پالتے ہیں،یا وہ جوریچھ اور کتوں وغیرہ سے لڑانے اورانکی لڑائی سے لطف اندوز ہونے کیلئے رکھا جائے جیسے وحشی قسم کے لوگ رکھتے ہیں باقی وہ جوضرورت سے رکھا جائے مثلاً شکار کرنے کیلئے کھیتی باڑی کی حفاظت کیلئے ،مال

مویشی کی رکھوالی کیلئے یا گھر کی چوکیداری کیلئے وہ اس سے مستثنی ہے وہ ملائکہ رحمت سے محرومی کا باعث نہیں۔

(۲) تصویر۔

تصویر یعنی مجسمہ سازی چونکہ شرک اور بت پرستی کی بنیاد ہے اسلئے تصویر سازی کی ممانعت میں بہت زیادہ احادیث آئی ہیں اور اسکو اللہ کیساتھ مقابلہ کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ تصویر ساز کو قیامت کے دن کہا جائیگا کہ اس میں روح پھونکو۔یعنی تم نے ڈھانچہ بنا کر میرا مقابلہ کیا ہے تو روح ڈالنے میں بھی میرا مقابلہ کرو۔تاکہ مقابلہ پورا تو ہو۔اور جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا اور ظاہر ہے کہ وہ کبھی ایسا نہیں کر سکے گا تو اسکو جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

تاہم یہ ایک علمی بحث ہے کہ تصویر کہتے کسے ہیں؟

اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ کسی بھی ذی روح چیز مثلاً انسان یا جانور کی کوئی بھی تصویر چاہے وہ مورتی اور مجسمہ کی شکل میں ہو جسکو پتھر وغیرہ سے تراش کر بنایا گیا ہو یا وہ عکس کی شکل میں ہو جسکو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر چھاپ دیا گیا ہو چاہے ہاتھ سے چاہے کیمرے وغیرہ کی مدد سے وہ شرعاً تصویر ہے،اور تصویر سازی کی حرمت و وعید پر وارد ہونے والی تمام احادیث اس پر لاگو ہیں۔

اور کچھ علماء کی رائے یہ ہے کہ جو تصویر سایہ رکھتی ہے یعنی مورتی اور مجسمہ کے قبیل سے ہے وہ شرعی تصویر ہے اور احادیث میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ ساری اسی کیلئے ہیں باقی وہ تصویر جو سایہ دار نہیں مثلاً کاغذ یا کپڑے پر پرنٹ کی گئی ہے یا برقی شعاعوں کے ذریعے سکرین پر منعکس کی گئی ہے۔وہ از روئے شرع تصویر نہیں اور احادیث میں وارد ہونے والی وعیدیں اس پر لاگو نہیں ہوتیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی رائے یقیناً احتیاط پر مبنی ہے جبکہ دوسری رائے موجودہ زمانے کیساتھ چلنے کی گنجائش پیدا کرتی ہے۔

(۳) جنابت۔

اسلام طہارت پسند دین ہے جو صفائی، ستھرائی اور نظافت و پاکیزگی پر بہت زور دیتا ہے۔ ہر بالغ آدمی کو جنابت (غسل کی حاجت) سے واسطہ پڑتا ہے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ جتنا جلد ممکن ہو غسل کر کے طہارت حاصل کر لی جائے زیادہ دیر جنابت اور ناپاکی کی حالت میں نہ رہے، جنابت کی حالت میں رہنے کی زیادہ سے زیادہ جو اجازت دی گئی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ اگلی نماز کا وقت جنابت میں نہ گزرے۔ مثلاً کوئی شخص رات کو جنبی ہوا تو حالت جنابت میں سو سکتا ہے لیکن نماز فجر کا وقت ہوتے ہی اس پر غسل کرنا لازم ہو جاتا ہے اور اب اس میں تاخیر ناجائز ہو جاتی ہے کیونکہ مزید تاخیر کرنے سے فجر کی نماز قضا ہو سکتی ہے اسی طرح کوئی آدمی دوپہر کو جنبی ہوا تو اسکے لئے وقت ظہر تک تو جنبی رہنے کی گنجائش ہے اسکے بعد مزید تاخیر کی گنجائش نہیں کیونکہ اس صورت میں نماز ظہر کے قضا ہونے کا اندیشہ ہے۔

اس حدیث پاک سے مراد وہی شخص ہے جو نمازوں کے اوقات کا خیال نہیں رکھتا اور نہ ہی حالت جنابت میں کھانے پینے سے کراہت کرتا ہے بلکہ اسکے اکثر اوقات جنابت اور ناپاکی کی حالت میں گزرتے ہیں تو یہ منحوس شخص اپنی بے دینی اور خباثت کیوجہ سے ملائکہ رحمت کی نفرت کا باعث ہے۔

﴿۴﴾

رسول اللہ ﷺ کی حلفیہ تین باتیں

(۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا (۲) درگزر کرنے سے اللہ بلندی دیتا ہے

(۳) بھیک مانگنے پر فقر کا دروازہ کھلتا ہے

حدیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنْ كُنْتُ لَحَالِفًا عَلَيْهِنَّ: لَا يَنْقُصُ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوْا، وَلَا يَعْفُوْ عَبْدٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ يَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا ،وَ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلَى بَنِيْ هَاشِمٍ :اِلَّا زَادَهُ اللهُ بِهَا عِزًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَفْتَحُ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ

(مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، رقم الحدیث ۱۵۸۴)

ترجمہ:

حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے تین چیزوں پر میں قسم دے سکتا ہوں (۱) یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا لہذا صدقہ کرتے رہا کرو (۲) کوئی آدمی کسی ظلم سے درگزر نہیں کرتا کہ جس سے اس کا مقصود اللہ کی رضا ہو مگر اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اسکو بلندی عطا فرماتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی عزت افزائی فرمائے گا (۳) کوئی آدمی سوال (بھیک) کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ

کھول دیتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ ہمیں صدقہ اور درگزر کی ترغیب دیکر انکو اپنانے اور بھیک کے انجام بد سے ڈرا کر اس سے بچانا چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ کی بتائی ہوئی عام اور سادہ سی بات بھی واجب الیقین والاذعان ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ حلف کیساتھ مؤکد ہو۔ یہاں جن تین چیزوں کا ذکر فرمایا ان پر بھی قسم اٹھا کر حلفیہ طور پر ذکر فرمایا ہے اسلئے ان پر یقین کرنا اور اسکے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔

اپنی کمائی کا کچھ حصہ فی سبیل اللہ کسی غریب کو دے دیا جائے تو اس سے مال میں کمی آنا بالکل واضح ہے کیونکہ مثلاً کسی نے ایک لاکھ میں سے ایک سو روپے صدقہ کر دیئے تو پہلے اسکے پاس پورا ایک لاکھ تھا اور اب اس کے پاس ننانوے ہزار نو سو روپے بچ گئے ہیں یعنی ایک سو روپیہ کم ہو گیا ہے۔ لیکن سچے نبی ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس سے مال کم نہیں ہوتا تو اسکا مطلب کیا ہے؟

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر اس سے مال میں کمی آرہی ہے لیکن انجام کے اعتبار سے یہ ایک سو روپے کا صدقہ مال میں بڑھوتری اور برکت کا باعث بنے گا پہلے وہ ایک لاکھ کا مالک تھا تو اب اللہ اسکے کاروبار میں ایسی برکت ڈال دے گا کہ وہ کئی لاکھ کا مالک بن جائے گا۔ اور اگر یہ سو روپے کا صدقہ نہ کرتا تو شاید کوئی ایسی بیماری یا آفت آتی جو اسکے ہزاروں کو پھونک دیتی جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ "صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے" اسلئے آپ ﷺ کی بات پر یقین کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑا بہت صدقہ کرتے رہنا چاہئے کہ اس سے مال بھی کم نہیں ہو گا اور آنے والی آفات سے بچاؤ بھی رہے گا۔

(۲) درگزر کرنے سے بلندی ملتی ہے۔

کسی پر خدانخواستہ ظلم ہو جائے اور وہ اپنے ظلم کا بدلہ لے لے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسکی عزت بچ گئی ہے اور اگر انتقام نہ لے سکے تو یہ سمجھتا ہے کہ اسکی عزت خاک میں مل گئی ہے لیکن سچوں کے سردار نبی ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ظلم کا بدلہ نہ لے بلکہ درگزر سے کام لے لے تو اللہ تعالی اسکو عزت عطا فرمائینگے اور اسکی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ لوگوں کی ہمدردیاں پہلے بھی مظلوم کیساتھ ہوتی ہیں اور اگر وہ خدا کیلئے معاف کر دے تو اس کے ساتھ انکی ہمدردیوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور سب لوگ اسکی وسعت ظرفی کی داد دیتے ہیں تو اس طرح یقیناً وہ پہلے سے زیادہ سربلند ہو جاتا ہے اور ظالم کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

(۳) بھیک مانگنے پر فقر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

کوئی پیشہ ور بھکاری ہے یا پیشہ ور تو نہیں لیکن ویسے لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے کا عادی ہے تاکہ اپنی جمع پونجی کو محفوظ بھی رکھے اور اس میں اضافہ بھی کرے تو اللہ تعالی اس پر اپنی رحمت و برکت کے دروازے بند کر دیتا ہے اور اس پر فقر و افلاس کے دروازے کھول دیتا ہے جسکی وجہ سے کبھی اسکو غنا حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے مانگتا ہی رہتا ہے اور ذلت و فقر اسکا مقدر بنا دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

﴿۵﴾

مسلمان کے تین حقوق

(۱) بیمار کی عیادت (۲) جنازہ کی حاضری (۳) چھینک کا جواب

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ: عِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَشُهُوْدُ الْجِنَازَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ اِذَا حَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

(مسند احمد: مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند ابی ہریرہؓ، رقم ۸۳۲۱)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہر مسلمان پر لازم ہیں (۱) مریض کی عیادت (۲) جنازے میں حاضر ہونا (۳) چھینکنے والا جب الحمد للہ کہے تو اسکو یرحمک اللہ کہنا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں مسلمان کے تین حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔

(۱) بیمار پرسی۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنا، اسکا حال دریافت کرنا، اسکو جا کر ملنا، صحت کی دعا کرنا اور تسلی کی بات کرنا اسلام کی پسندیدہ عادات ہیں کیونکہ اس سے بیمار کا دل خوش ہو جاتا ہے، تنہائی کی وحشت دور ہو جاتی ہے اور بیماری کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ اسکا ضرور خیال رکھا جائے کہ یہی عیادت اسکے

لئے مصیبت نہ بن جائے مثلاً اسکے پاس اتنا لمبا بیٹھ جائے کہ وہ برداشت بھی نہ کر سکے اور شرم کیوجہ سے کچھ کہہ بھی نہ سکے، یا یہ اپنی خاطر تواضع کی امید لیکر جائے جس سے یہ ان پر الٹا بوجھ بن جائے اس سے بالکلیہ پرہیز ضروری ہے۔ بیمار پرسی یا عیادت کا مطلب بیمار کو راحت و آرام پہنچانا ہے نہ کہ تکلیف میں اضافہ کرنا۔

(۲) جنازے کیساتھ جانا۔

جنازے کے ساتھ جانا، اس پر نماز پڑھنا اور تدفین میں شریک ہونا ایک مسلمان بھائی کے آخری حقوق میں سے ہیں اور اس پر بہت اجر و ثواب ہے ایک حدیث پاک میں ہے:

''جو آدمی نماز جنازہ کی ادائیگی تک جنازے کیساتھ جائے اسکے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسکے لئے دو قیراط اجر ہے۔ پوچھا گیا دو قیراط سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا دو بڑے پہاڑ'' (صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز، رقم ۱۲۴۰)

یعنی صرف جنازے میں شریک ہو تو ایک بڑے پہاڑ کے برابر اجر ملے گا اور اسکے ساتھ دفن میں بھی شریک ہو تو دو بڑے پہاڑوں کے برابر اجر ملے گا۔

(۳) چھینک کا جواب۔

چھینک دماغی صحت کی دلیل ہے اس لئے اس پر بطور شکر الحمد لله کہنے کا حکم ہے اور جو چھینک آنے پر الحمد لله کہے تو حاضرین پر ''يَرْحَمُكَ الله'' کہنا ضروری ہو جاتا ہے کہ ''اللہ تم پر رحمت کرے'' یہ اسکے لئے اللہ سے رحمت کی دعا ہے کہ جس طرح ابتک اللہ تعالیٰ نے آپکے دماغ کو اپنی رحمت کیساتھ نقصان سے محفوظ رکھا ہے اسی طرح آئندہ بھی یہ رحمت جاری رہے۔

بعض نے اس میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ چھینک کے وقت آدمی کا چہرہ تھوڑی دیر کیلئے متغیر ہو جاتا ہے اور شکل بگڑ سی جاتی ہے تو جب یہ حالت ختم ہو تو فوری طور پر اسکے شکر میں الحمد للہ کہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے اس حالت کو دائمی نہیں کر دیا۔ اور پاس والا بھی اسکو یہ دعا دے کہ اللہ تجھ پر اپنی رحمت برقرار رکھے اور چہرے کے مسخ و تغیر سے محفوظ رکھے۔

چھینک کے آداب میں سے ہے کہ چھینکنے والا اپنا چہرہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لے اور منہ خالی جانب پھیر لے جدھر آدمی نہ بیٹھے ہوں تا کہ منہ یا ناک سے کوئی چیز نکل کر ان پر نہ جا پڑے۔

﴿٦﴾

تین چیزوں کا انجام ظاہر کے برعکس

(۱) ظلم کو معاف کرنے میں عزت (۲) دینے سے مال میں اضافہ (۳) مانگنے سے قلت

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَکْرٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْجَبُ وَیَتَبَسَّمُ فَلَمَّا اَکْثَرَ رَدَّ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ یَشْتِمُنِیْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ: اِنَّهٗ کَانَ مَعَکَ مَلَکٌ یَرُدُّ عَنْکَ فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَقَعَ الشَّیْطَانُ فَلَمْ اَکُنْ لِاَقْعُدَ مَعَ الشَّیْطَانِ ثُمَّ قَالَ: یَا اَبَابَکْرٍ ثَلَاثٌ کُلُّهُنَّ حَقٌّ: مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلَمَةٍ فَیُغْضِیْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ، وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِیَّةٍ یُرِیْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا کَثْرَةً، وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ یُرِیْدُ بِهَا کَثْرَةً اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا قِلَّةً۔ (مسند احمد: مسند المکثرین، مسند ابی ھریرہؓ، رقم الحدیث ۹۲۵۱)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش بیٹھے مسکراتے رہے جب وہ بڑھنے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسکی کسی گالی کا اسکو جواب دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب

ناک ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے پھر حضرت ابوبکر آپؐ سے ملے تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ شخص مجھے گالیاں دیتا رہا تو آپؐ بیٹھے رہے اور جب میں نے اس کی کسی گالی کا جواب دیا تو آپ غضب ناک ہوکر اٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ بات یہ تھی کہ تیرے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تیری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تو نے اسکی گالی کا جواب دیا تو شیطان بیچ میں پڑ گیا تو میں شیطان کیساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ پھر فرمایا اے ابوبکر تین چیزیں برحق ہیں (۱) کسی بندے پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ اس سے اللہ عزوجل کیلئے چشم پوشی کرتا ہے مگر اللہ تعالی اسکی مضبوط مدد فرماتے ہیں (۲) کوئی آدمی بخشش کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے اسکا مقصد جوڑ ہو مگر اللہ تعالی اسکی فراوانی میں اضافہ فرماتے ہیں (۳) کوئی آدمی سوال (بھیک) کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے اسکا مقصد فراوانی ہو مگر اللہ تعالی اسکی تنگ دستی میں اضافہ فرماتے ہیں۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جو واقعہ مذکور ہے اس میں زیادتی دوسرے آدمی کیطرف سے تھی جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، پھر دو مرتبہ آپؓ نے اسکو معاف کیا اور تیسری بار اسکا جواب دیکر بدلہ لیا جسکا آپ کو پورا پورا حق حاصل تھا اس کے باوجود بھی حضورﷺ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تو اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ انہوں نے کوئی ناجائز کام کیا تھا بلکہ یہ وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت بلند مرتبے یعنی مرتبہ صدیقیت پر فائز تھے جو نبوت کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ اور بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن خواص کیلئے دوسری صورت ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے والذین اذا اصابهم البغی هم ينتصرون ٥ وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله (الشوری:۳۹،۴۰) کہ جب ان (باہمت) کو زیادتی پہنچے تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اس جتنی برائی ہے پس جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اسکا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اور ارشاد خداوندی ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين

(النحل:۱۲۶) کہ اگر تم بدلہ لو تو اتنا لو جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو یہ چیز صبر کرنے والوں کے حق میں بہت بہتر ہے۔

تو ان دونوں آیات میں بدلہ لینے کو اگر چہ جائز فرمایا ہے لیکن معاف کرنے اور صبر کرنے کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے تو خواص کیلئے بہتر پر عمل نہ کرنا بھی لائق گرفت ہو جاتا ہے۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین کہ بسا اوقات عام نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب لوگوں کے گناہ شمار ہوتی ہیں۔

اسکے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دلداری کیلئے ایسی تین باتیں بتائیں جنکا انجام ظاہر کے برعکس ہے۔

(۱) ظلم کے بعد معافی پر عزت۔

کہ بظاہر تو اس میں ذلت ہے لیکن اللہ تعالی اس پر عزت عطا فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ عزت ذلت اس کے اختیار میں ہے۔تعز من تشاء و تذل من تشاء ۔

(۲) مال خرچ کرنے پر بڑھنا۔

بظاہر مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالی اس میں برکت ڈال کر اسکو بڑھا دیتے ہیں۔ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

(۳) مانگنے پر کمی ہونا۔

کہ بظاہر اس سے مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالی اس میں بے برکتی پیدا کر کے اسکو کم کر دیتے ہیں۔

اس حدیث کی مزید کچھ تشریح صفحہ نمبر ۳۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ ۷ ﴾

شریعت سے محرومی کی تین چیزیں

(۱) علم کا اٹھ جانا (۲) ناجائز اولاد کی کثرت (۳) صقارون کا ظہور

حدیث:

عَنْ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزَالُ الْاُمَّةُ عَلَى الشَّرِيْعَةِمَا لَمْ يَظْهَرْ فِيْهَا ثَلَاثٌ:مَا لَمْ يُقْبَضِ الْعِلْمُ مِنْهُمْ، وَيَكْثُرْ فِيْهِمْ وَلَدُ الْحِنْثِ، وَيَظْهَرْ فِيْهِمُ الصَّقَّارُوْنَ قَالَ: وَمَا الصَّقَّارُوْنَ اَوِ الصَّقْلَاوُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بَشَرٌ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ تَحِيَّتُهُمْ بَيْنَهُمُ التَّلَاعُنُ۔

(مسند احمد: مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنیؓ، رقم الحدیث ۱۵۰۷۵)

ترجمہ:

حضرت سہل اپنے والد (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) سے اور وہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ امت شریعت پر چلتی رہے گی جب تک ان میں تین چیزیں ظاہر نہ ہوجائیں (۱) ان سے علم اٹھالیا جائے (۲) ان میں ناجائز اولاد کی کثرت ہو جائے (۳) ان میں صقار ظاہر ہو جائیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صقار کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جنکا آپس میں سلام ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین علامات کا ذکر ہے کہ جنکے ظہور کے بعد آسمانی شریعت سے محرومی ہو جائیگی اور خود ساختہ نظام اسکی جگہ لے لینگے آجکل بھی اکثر تو یہی صورتحال ہے تاہم کہیں

اجتماعی اور کہیں انفرادی، کہیں کلی اور کہیں جزوی شکل میں شریعت اور شرعی نظام کی برکتیں دیکھنے میں آتی ہیں اللہ تعالی انکو اسکے کام بخشے اور مزید پھیلاؤ عطا فرمائے۔لیکن جب یہ تین علامات ظاہر ہو جائینگی تو پھر شریعت سے بالکلیہ محرومی ہو جائے گی اور خواہش پرستی دین بن جائیگی۔وہ تین علامات یہ ہیں۔

(۱) علم کا اٹھ جانا۔

اللہ تعالی نے حاملین شریعت علماء ربانیین کو انبیاء کرام علیھم السلام کا وارث بنایا ہے جو انکی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کرتے ہیں اور اسکی ترویج واشاعت میں اپنی توانائیاں خرچ کرتے ہیں، لوگوں کی شرعی مسائل میں صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور انکو صراط مستقیم پر چلاتے ہیں اور گوہر مقصود رضائے الہی تک پہنچاتے ہیں۔تو اگر یہ علماء اٹھ جائیں تو شریعت کی سمجھ بوجھ کہاں سے حاصل ہوگی؟ اور جب سمجھ نہیں ہوگی تو شریعت پر عمل کیسے ہوگا؟ اور جب شریعت پر عمل نہیں ہوگا تو اس سے محرومی خود بخود نہیں ہو جائے گی؟

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاینتزعہ من العبادولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالمااتخذالناس رؤساجھالا فسئلو افافتوابغیرعلم فضلوا واضلوا۔

(بخاری: باب کیف یقبض العلم، رقم ۹۸)

ترجمہ: بے شک اللہ علم کو یونہی کھینچ کر قبض نہیں کرے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا یہانتک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو بڑا بنالینگے پھر ان سے مسائل پوچھے جائینگے اور وہ بغیر علم کے ان کو فتوے دینگے پس خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔

(۲) ناجائز اولاد کی کثرت۔

یہ شریعت سے دوری کا اثر ہے کیونکہ جب تک شریعت پر عملدرآمد رہے تب تک زنا کو فروغ نہیں مل سکتا کیونکہ شریعت نے زنا کو ہی حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس تک پہنچانے والے اسباب ودواعی کو بھی حرام کیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں "لاتزنوا" نہیں فرمایا کہ "زنا نہ کرو" بلکہ "لا تقربوا الزنی "

فرمایا کہ "زنا کے قریب بھی نہ جاؤ" شریعت اسلامیہ میں پردے کا حکم، غیر محرم مرد و عورت کو ایک دوسرے پر قصدی نظر ڈال کر دیکھنے کی ممانعت اور ارتکاب زنا پر کوڑوں اور سنگساری کی سزائیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

تو جب ناجائز اولاد کی کثرت ہو جائیگی تو اسکا مطلب ہے کہ اس وقت شریعت کا نظام فعال نہیں ہوگا بلکہ شریعت معطل کر دی جائیگی اور خود ساختہ قوانین سے زنا کو قانونی تحفظ حاصل ہو جائیگا نکاح مشکل ہوگا اور زنا آسان ہو جائیگا جیسا کہ یورپ میں یہ چیز مشاہدے میں آچکی ہے تو اس سے شریعت سے محرومی بالکل واضح ہے۔

(۳) صقارون کا ظہور۔

سلام ایک بہترین دعا ہے جو ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو ملتے یا جدا ہوتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر دیتا ہے جس میں وہ اسکے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار بصورت دعا کرتا ہے کہ "تم پر اللہ کیطرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں" اور دوسرا بھی جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر اسکے لئے انہی نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہے۔

تو یہ شریعت اسلامیہ کی تعلیم ہے اب اگر کوئی آپسمیں ملتے وقت بجائے سلامتی اور رحمت و برکتوں کی دعا کے الٹا لعنت بھیجیں تو اس وقت شریعت پر عمل کہاں ہوگا؟

اب تک تو یہ نہیں دیکھا گیا کہ کہیں باقاعدہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے کا معمول ہوتا ہم ہماری سرائیکی پٹی میں بعض بے دین جہلاء میں اس سے ملتے جلتے الفاظ سننے کو ملتے ہیں مثلاً آپسمیں مل رہے ہونگے اور نہ کوئی سلام ہوگا نہ دعا بلکہ زبان پر یہ الفاظ ہونگے آ او پیو کوں کھلئی کتھاں پجے بچھی گیا ہاویں، لخ دی لعنت ہووی، حال سنڑا لعنتیا! وغیرہ۔

ظاہر ہے یہ ساری باتیں شریعت سے محرومی کی ہیں اللہ تعالی محفوظ رکھے آمین۔

﴿۸﴾

تین بڑے جھوٹ

(۱) خواب کا جھوٹ (۲) نبی پر جھوٹ (۳) نسب میں جھوٹ

حدیث:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اَعْظَمَ الْفِرْيَةِ ثَلَاثٌ:اَنْ يَفْتَرِیَ الرَّجُلُ عَلٰی عَيْنَيْهِ يَقُوْلُ: رَاَيْتُ وَلَمْ يَرَ،وَاَنْ يَفْتَرِیَ عَلٰی وَالِدَيْهِ يُدْعٰی اِلٰی غَيْرِ اَبِيْهِ، وَاَنْ يَقُوْلَ: قَدْ سَمِعْتُ وَلَمْ يَسْمَعْ۔

(مسند احمد: مسند الشامیین، حدیث واثلۃ بن الاسقعؓ، رقم الحدیث ۱۵۴۳۴)

ترجمہ:

حضرت واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ سب سے بڑے جھوٹ تین ہیں (۱) یہ کہ آدمی اپنی آنکھوں پر تہمت لگا دے چنانچہ کہے کہ میں نے دیکھا ہے حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو (۲) یہ کہ اپنے والدین پر تہمت گھڑ لے اس طرح کہ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا کہلائے (۳) یہ کہ کہے کہ میں نے سنا حالانکہ اس نے سنا نہ ہو۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں تین بڑے جھوٹوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے بچنا از حد ضروری ہے کیونکہ عام جھوٹ بھی گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹے پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی ہے تو جو بڑا جھوٹ بولنے والا ہو وہ کتنا بڑا گناہگار اور لعنت کا مستحق ہوگا؟ وہ تین جھوٹ یہ ہیں۔

(۱) خواب دیکھے بغیر کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔

عام جھوٹ کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنے کیلئے یا کسی دنیوی نقصان سے بچنے کیلئے بولا جاتا ہے لیکن جھوٹا خواب عموماً اپنا دینی تقدس اجاگر کرنے کیلئے یا کسی کو دینی طور پر مجروح کرنے کیلئے گھڑا جاتا ہے جسکا نقصان ظاہر ہے کہ عام جھوٹ سے کہیں زیادہ ہے۔

دوسرا یہ بھی ہے کہ خواب از روئے حدیث نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے رؤیا المؤمن جزء من ستۃ و اربعین جزءا من النبوۃ (صحیح بخاری: کتاب التعبیر، باب الرؤیا الصالحۃ الخ، رقم ۶۴۷۲) اور نبوت کا تعلق براہ راست اللہ تعالی سے ہوتا ہے کہ وحی اسی کیطرف سے بھیجی جاتی ہے تو جو جھوٹا خواب گھڑتا ہے وہ درحقیقت اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے کہ اس نے مجھے خواب میں یہ چیز دکھائی حالانکہ اس نے دکھائی نہیں اور اللہ تعالی پر جھوٹ ظاہر ہے کہ عام جھوٹوں سے بڑھ کر جھوٹ ہے اس لئے اسکو بڑا جھوٹ ارشاد فرمایا قرآن مجید میں ارشاد باری ہے فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا (الاعراف:۳۷) کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑلے۔ نیز ارشاد ہے ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ (الزمر:۶۰) کہ تم قیامت کے دن اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کو دیکھو گے کہ انکے چہرے سیاہ ہونگے۔

(۲) نبی پر جھوٹ۔

نبی پر جھوٹ بولنا یعنی اپنی کسی بات کی نسبت انکی طرف کرنا بھی بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ نبی کی بات تو شریعت ہوتی ہے اور یہ جھوٹا اپنی بات کو جسکی کوئی حیثیت نہیں نبی کی بات بتا کر اسکو شریعت کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ عام جھوٹ کا تعلق اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور یہ جھوٹ اب شریعت بن کر پوری امت اختیار کرے گی اور کروڑوں مسلمان اسکو بطور دین کے اپنائینگے اس طرح اس جھوٹ کو خوب فروغ حاصل ہوگا اور یہ مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا تو اسکا بڑا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے اسی لئے آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (صحیح بخاری: کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم ۱۰۷) کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ

پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۳) غیر نسب کیطرف منسوب ہونا۔

نسب عموماً تقدس حاصل کرنے کیلئے بدلے جاتے ہیں اسی لئے اکثر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر نسب بدلنے والے ''سید'' ہی بنتے ہیں کیونکہ سادات کرام کی عظمت تمام مسلمانوں کے دل میں رچی بسی ہوئی ہے اور وہ ان سے محبت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اسلئے ہوس جاہ و مال کے پجاری بھی ''سید'' بنکر اپنی جھوٹی خواہش کو تسکین پہنچاتے ہیں کہ تقدس کا لبادہ اوڑھکر لوگوں سے دست بوسی اور قدم بوسی بھی کراتے ہیں اور اپنی حریصانہ نظریں بھی اپنے جاہل عقیدت مند مریدوں کے اموال پر گاڑ کر رکھتے ہیں اور موقع بے موقع انکا پسندیدہ مال ہتھیانے کیلئے کئی قسم کے جھوٹ گھڑ کر انکو بیوقوف بناتے اور انکو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں تو چونکہ یہ جھوٹ کئی جھوٹوں کا پیش خیمہ ہے اس لئے اسکو بڑا جھوٹ ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿۹﴾

جمعہ کے دن تین ضروری کام

(۱) غسل کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا اگر میسر ہو

حدیث:

عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ ثَلٰثٌ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ: اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ،وَالسِّوَاكُ،وَيَمَسُّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ وَجَدَ۔

(مسند احمد: مسند المدنیین، حدیث رجل من الاصحاب، رقم الحدیث ۱۵۸۰۲)

ترجمہ:

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہر مسلمان پر لازم ہیں (۱) جمعہ کے دن غسل کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا اگر میسر ہو۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں جمعۃ المبارک کے تین ضروری کاموں کا ذکر فرمایا، جمعہ سید الایام ہے، اسکی اسلام میں بہت اہمیت وفضیلت ہے اسلئے اللہ تعالی نے اس میں ایک بڑے اجتماع میں جمع ہو کر اسلامی احکام سیکھنے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کو مشروع فرمایا، چنانچہ مسلمان اس دن بڑے اہتمام سے اپنے کام کاج چھوڑ کر جامع مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور علماء دین سے دین کی باتیں سنتے ہیں اور دو رکعت نماز با جماعت ادا کر کے اللہ تعالی سے اپنے گناہوں پر توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

اسلام نے ویسے بھی صفائی ستھرائی پر بہت زیادہ زور دیا ہے یہاں تک کہ اسکو نصف ایمان قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

الطھور شطر الایمان (صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، رقم الحدیث ۳۲۸) تو جمعہ کے دن اسکی اہمیت اور ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ اس میں بہت سے مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں تو اگر وہ صاف ستھرے نہیں ہونگے تو اجتماع میں تعفن اور بدبو کا راج ہوگا، اور آئندہ کسی کا جمعہ کیلئے آنے کو دل نہیں کرے گا، اسلئے جمعہ کے دن کی خصوصی صفائی کیلئے آنحضرت ﷺ نے تین کاموں کا حکم دیا کہ اگر انکا اہتمام کرلیا جائے تو جمعہ کا اجتماع انتہائی روح پرور اور جاں افزا ہوگا اس میں جاکر کسی کو تکلیف نہیں پہنچے گی بلکہ اسکا مزہ اسکو ہفتہ بھر انتظار کرنے پر مجبور کردے گا۔ وہ تین کام یہ ہیں

(۱) غسل۔

جمعہ کیلئے جانے سے پہلے اچھی طرح نہا دھو لے اور کپڑے بھی صاف ستھرے پہن لے تاکہ اسکے میلے کچیلے جسم ولباس سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔

(۲) مسواک۔

مسواک سے منہ کی بدبو زائل ہوتی ہے اور دانتوں کی زردی صاف ہوجاتی ہے تو چونکہ جمعہ اجتماع کا دن ہے جسمیں مسلمان آپس میں ملتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں، حال احوال پوچھتے ہیں تو اگر منہ صاف ہوگا، دانت چمکدار ہونگے تو دوسرے کو راحت پہنچے گی اور اگر بات کرتے ہوئے منہ سے بدبو آرہی ہو اور دانتوں پر میل جما ہو تو بات سننے والے کو نہ صرف یہ کہ تکلیف ہوگی بلکہ اس سے نفرت بھی ہوگی اس لئے مسواک کا بھی حکم دیا۔

(۳) خوشبو۔

اگر خوشبو میسر ہو تو کسی بھی مجلس میں جانے سے پہلے اسکا استعمال اچھا ہے تاکہ دوسروں کو راحت پہنچے اور جمعہ بھی چونکہ اجتماع کا دن ہے اس لئے اس میں بھی خوشبو لگانا پسندیدہ سمجھا گیا۔

واضح رہے کہ یہ تینوں کام سنت یا مستحب ہیں لیکن حدیث بالا میں انکو ضروری کہا گیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایک مسلمان کو سنتوں اور مستحبات پر بھی ضرور عمل کرنا چاہئے انکو غیر ضروری یا غیر اہم سمجھ کر چھوڑنا نہ چاہئے۔

﴿۱۰﴾

تین شخص مستجاب الدعوات

(۱) مسافر (۲) والد (۳) مظلوم

حدیث:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثٌ مُسْتَجَابٌ لَهُمْ دَعْوَتُهُمْ: اَلْمُسَافِرُ، وَالْوَالِدُ، وَالْمَظْلُوْمُ۔

(مسند احمد: مسند الشامیین، حدیث عقبۃ بن عامرؓ، رقم الحدیث ۱۶۷۵۸)

ترجمہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی دعا مقبول ہوتی ہے (۱) مسافر (۲) باپ (۳) مظلوم۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین اشخاص کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جنکی دعا قبول ہوتی ہے قبولیت دعا کا تعلق زیادہ تر اخلاص، توجہ اور طلب صادق سے ہے کہ دعا جتنی حضوری اور دل کے خلوص کیساتھ کی جائے اتنی ہی وہ مقبول ہوتی ہے ان تینوں اشخاص میں یہ چیز بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اس لئے انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں وہ تین اشخاص یہ ہیں۔

(۱) مسافر

آدمی اپنے گھر، شہر اور وطن میں شیر ہوتا ہے لیکن پردیس میں بھیگی بلی بننا پڑتا ہے کیونکہ

پردیس میں اسکے ساتھ نہ اشارہ ابرو کی منتظر فرمانبردار بیوی موجود ہے، نہ راحت و آرام پہنچانے والی نیک بخت اولاد پاس ہے، نہ بچوں کو دیکھ کر غم غلط کرنے کا سامان میسر ہے، نہ عزت و تکریم نچھاور کرنے والے دوست احباب حاضر۔ بلکہ بے آسرا، بے سہارا، بے خانہ وخانماں ہے وقت پر آرام نہیں، طبیعت کے مطابق رہائش نہیں، چاہت کے مطابق کھانا نہیں تو اسوقت آدمی کا دل ٹوٹا ٹوٹا ہوتا ہے، اسکی نظر اللہ پر ہوتی ہے اور اسکے علاوہ کوئی ظاہری سہارا نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں جو دعا ہوتی ہے وہ یقیناً درد دل اور پوری دلجمعی کیساتھ دل سے نکلتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں فوراً شرف قبولیت پاتی ہے۔

(۲) والد۔

والد سے زیادہ اپنی اولاد کیساتھ کوئی مخلص نہیں ہوسکتا۔ نیک والد جہاں دن بھر اپنے بال بچوں کی فکر معاش میں سرگرداں ہوتا ہے وہیں رات کے فرصت کے لمحوں میں وہ اپنے رب سے اپنی اولاد کیلئے رو رو کر خیر کی دعائیں مانگ رہا ہوتا ہے تو وہ دعائے سحر گاہی بھی اس قابل نہیں ہوتی کہ رحمٰن ذات اسکو نظر انداز کردے اسلئے اسے بھی فوری شرف قبولیت ملتا ہے۔

(۳) مظلوم۔

مظلوم جس پر کوئی زیادتی کرے اور اسکو جانی مالی نقصان پہنچائے یا اسکے علاوہ کسی طرح اسکے دل کو ٹھیس پہنچائے تو اسکا دل بھی بہت ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی بھی بڑی قدر ہے اللہ کریم اسکی دلجوئی کیلئے اسکے اور اپنے درمیان سارے پردے اٹھا دیتا ہے اور اسکی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اسی لئے حدیث مبارک میں ارشاد ہے اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه و بين الله حجاب (بخاری: کتاب المظالم والغضب، باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم، رقم ۲۲۶۸) کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

فائدہ:

اس حدیث پاک میں مذکور تینوں اشخاص معاشرے کے کمزور لوگ ہیں۔ مسافر اور مظلوم تو ظاہر ہی ہیں اور والد بھی جب بوڑھا ہو جائے یا اولاد کی محبت میں مغلوب ہو جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر

ایسا ہی ہوتا ہے تو اسکی کمزوری بھی ظاہر ہے تو اللہ تعالی نے انکی دلجوئی کیلئے یہ انعام فرمایا کہ انکو مستجاب الدعوات بنا دیا کہ اپنے لئے یا کسی اور کیلئے کوئی دعا کریں تو اللہ تعالی انکی دعا کو قبول فرماتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے انکے بارے میں باخبر کر کے اس طرف متوجہ فرمایا کہ دوسرے لوگ انکے حق وعظمت کو پہنچانیں اور انکو اذیت نہ پہنچائیں بلکہ راحت پہنچا کر ان سے دعائیں لیں کہ انکی دعائیں اللہ تعالی کے ہاں منظور و مقبول ہیں۔

﴿۱۱﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حلفیہ باتیں

(۱) اللہ عزوجل اسکو جسکا اسلام میں کچھ بھی حصہ ہو اسکے برابر نہیں کرے گا جسکا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہ ہو (۲) اللہ عزوجل جسکو دنیا میں اپنا ولی بنالے قیامت کے دن اسکو غیر کے حوالے نہیں کرے گا

(۳) جو آدمی کسی کیساتھ محبت کرتا ہے اللہ عزوجل اسکو انہی کیساتھ کر دیتا ہے

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثٌ اَحْلِفُ عَلَيْهِنَّ: لَا يَجْعَلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ لَهُ سَهْمٌ فِي الْإِسْلَامِ كَمَنْ لَا سَهْمَ لَهُ۔ فَاَسْهُمُ الْإِسْلَامِ ثَلٰثَةٌ: اَلصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالزَّكَاةُ،وَلَا يَتَوَلَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا فَيُوَلِّيهِ غَيْرَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ،وَلَا يُحِبُّ رَجُلٌ قَوْمًا اِلَّا جَعَلَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَعَهُمْ۔ وَالرَّابِعَةُ لَوْ حَلَفْتُ عَلَيْهَا رَجَوْتُ اَنْ لَّا اٰثَمَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(مسند احمد: باقی مسند الانصار، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم ۲۳۹۶۸)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں (۱) اللہ عزوجل اس شخص کو جس کا اسلام میں کچھ بھی حصہ ہو اسکے برابر نہیں فرمائینگے جس کا اسلام میں کچھ حصہ نہ ہو اور اسلام کے حصے تین ہیں (۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوۃ۔ (۲) ایسا نہیں کہ اللہ عزوجل دنیا میں کسی آدمی کو اپنا ولی بنائے اور قیامت کے دن اسکو غیر

کے حوالے کردے (۳) کوئی آدمی کسی قوم سے محبت نہیں کرتا مگر اللہ عزوجل اسکو انہی کیساتھ کردیتا ہے اور ایک چوتھی بات پر اگر میں قسم کھالوں تو مجھے امید ہے کہ میں گناہگار نہیں ہونگا وہ یہ کہ اللہ عزوجل دنیا میں کسی بندے پر پردہ پوشی فرماتا ہے تو قیامت کے دن بھی ضرور پردہ پوشی فرمائیگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ نے تین باتیں حلف کیساتھ بیان فرمائی ہیں۔آپ ﷺ کی بات تو حلف کے بغیر بھی یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے تو حلف کیساتھ اسکی کتنی اہمیت ہوگی؟ اسکا اندازہ ہر مسلمان خود لگا سکتا ہے۔وہ تین باتیں یہ ہیں۔

(۱) دین پر کچھ بھی عمل کرنے والا بالکل بے عمل کے برابر نہیں۔

یعنی جسطرح ایک مکمل دیندار جو اسلام کے تمام اوامر ونواہی پر عمل پیرا ہے کسی بے دین کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتا افنجعل المسلمین کالمجرمین (القلم:۳۵) اسی طرح جو مکمل دیندار تو نہیں لیکن دین کے کچھ اجزاء کو پابندی کیساتھ اپنائے ہوئے ہے تو یہ بھی بے دین کے برابر نہیں سمجھا جائیگا۔چنانچہ جو مسلمان دین کے تمام ارکان نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کا پابند ہے وہ تو ظاہر ہے کہ کسی ایسے بے عمل مسلمان کے برابر نہیں سمجھا جاسکتا جو ان میں سے کسی چیز کا بھی پابند نہیں۔اسی طرح اگر کوئی مسلمان ان میں سے تین ارکان مثلاً نماز، روزہ اور زکوۃ کا پابند ہے یا دو ارکان مثلاً نماز، روزہ کا پابند ہے یا صرف ایک رکن مثلاً نماز ہی کا پابند ہے تو اللہ تعالی اسے بھی بالکل بے دین کے برابر نہیں کریگا۔ بلکہ دین کے جتنے اجزاء پر وہ عمل پیرا ہوگا اتنے کی جوابدہی سے سبکدوش ہوگا اور اجر وثواب پائے گا اور جتنے اجزاء کا تارک ہوگا اتنے کے بارے میں اس سے باز پرس کی جائیگی۔

فائدہ:

حدیث مبارک کے اس ٹکڑے میں اسلام کے تین حصے بتلائے گئے ہیں نماز، روزہ اور زکوۃ اور حج جو اسلام کا چوتھا رکن ہے وہ یہاں مذکور نہیں شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ زندگی بھر میں اور وہ بھی

صرف اغنیاء پر ایک ہی مرتبہ ہونے کیوجہ سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔

باقی تین میں سے نماز کا ذکر سب سے پہلے فرمایا کیونکہ وہ ہر دن میں پانچ مرتبہ فرض ہونے کیوجہ سے ہر روز کا وظیفہ ہے۔ پھر روزے کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ بارہ مہینوں میں ایک مہینے کا وظیفہ ہے۔ اسکے بعد زکوۃ کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سال میں صرف ایک دن کا وظیفہ ہے اور وہ بھی صرف امراء کیلئے۔

(۲) اللہ اپنے پیارے کو روزِ قیامت کسی اور کے حوالے نہیں کرے گا۔

دوستی میں وفا کی صفت مطلوب ومحبوب ہے جسکی ہر شخص کے ہاں قدر ہے اور بے وفائی ایک مذموم صفت ہے جو کسی کے نزدیک پسندیدہ نہیں تو اللہ تعالی کب بے وفا ہوسکتا ہے جو صفت وفا کا خالق بھی ہے اور اسکو ہر دل میں محبوب بنانے والا بھی، پس وہ سب سے بڑھ کر وفادار ہے، جو اسکے ساتھ تعلق جوڑ لے اور وہ اسکو اپنا پیارا دوست بنالے تو پھر وہ اسکے ساتھ بے وفائی نہیں کرتا کہ مشکل وقت میں وہ اسکو دوسروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دے اور حالات کی ستم ظریفیوں کے حوالے کردے بلکہ وہ آگے پیچھے سے، دائیں بائیں سے اور اوپر نیچے سے اسکی حفاظت فرماتا ہے اور ہر مشکل میں اسکے لئے ڈھال بن جاتا ہے تو قیامت کا دن جو تمام مشکلات سے بڑھ کر مشکل ہے اور تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت ہے اس میں بھی اللہ تعالی اپنے پیارے دوست اور اپنے ولی کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنی رحمت سے اسکو اپنی رحمتگاہ یعنی جنت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔

(۳) آدمی جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالی اسکو انہی کیساتھ کردیگا۔

اس مضمون کی ایک اور حدیث مبارک میں ہے المرء مع من احب (بخاری: کتاب الادب، باب علامۃ حب اللہ عزوجل، رقم ۵۷۰۲) کہ آدمی کا حشر اسی کیساتھ ہوگا جسکے ساتھ اسکی محبت ہوگی۔

یہ حدیث مبارک جہاں ایک سچے مسلمان کیلئے بہت بڑی بشارت ہے کہ وہ چاہے عمل میں کتنا کمزور کیوں نہ ہو لیکن اسکے دل میں اپنے آقا اور رب کے محبوب ﷺ کی سچی محبت ہے تو وہ قیامت کے دن انہی کے لواء الحمد کے نیچے زیر سایہ ہوگا وہیں یہ نام نہاد روشن خیال، فرنگی وامریکی تہذیب کے

دلدادہ مسلمان کیلئے تازیانہ عبرت بھی ہے کہ اگر چہ وہ زبان سے کلمہ نبی کا پڑھتا رہے لیکن جب اسکا دل کافروں کی محبت میں دھڑکتا ہے تو اسکا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

﴿۱۲﴾

قبولیت دعا کی تین صورتیں

(۱) مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے (۲) ذخیرہ آخرت ہو جاتی ہے (۳) آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَۃُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ بِھَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ: اِمَّا اَنْ تُعَجَّلَ لَہٗ دَعْوَتُہٗ، وَاِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَھَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ، وَاِمَّا اَنْ یَصْرِفَ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَھَا۔ قَالُوْا: اِذًا نُکْثِرُ قَالَ: اَللّٰہُ اَکْثَرُ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۰۷۰۹)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان کوئی ایسی دعا نہیں مانگتا جسمیں کوئی گناہ اور قطع رحمی نہ ہو مگر اللہ تعالی اسکی وجہ سے اسکو تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتے ہیں (۱) یا تو اسکی مانگی ہوئی چیز اسکو دے دی جاتی ہے (۲) یا اللہ تعالی اس دعا کو اسکے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیتے ہیں (۳) یا اسکے بقدر اس سے آنے والی مصیبت ہٹا دیتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا پھر تو ہم زیادہ سے زیادہ مانگیں گے، آپؐ نے فرمایا اللہ تعالی اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے۔

☆☆☆

تشریح:

حدیث شریف میں ہے الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی: کتاب الدعوات، رقم الحدیث ۳۲۹۳) کہ دعا عبادت کا مغز ہے کیونکہ اس میں صدق دل سے بندہ اپنی بے بسی اور رب تعالی کی قدرت و بڑائی کا اقرار کرتا ہے اس لئے اس سے اللہ تعالی بہت خوش ہوتے ہیں اور دعائیں مانگنے کا حکم دیتے ہیں ارشاد ربانی ہے قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین (المؤمن:۶۰) کہ تمہارے رب نے یہ کہا ہے کہ تم مجھ سے مانگا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہوں جو لوگ میری عبادت یعنی دعا کرنے سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی (البقرہ:۱۸۶) کہ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو آپ انکو بتادیں کہ میں بالکل نزدیک ہوں کوئی پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اسکی پکار کا جواب دیتا ہوں پس انکو چاہئے کہ وہ مجھ سے مانگا کریں۔ اور پھر اللہ تعالی دعا کی توفیق دیتا ہی اسے ہے جسے وہ کچھ دینا چاہتا ہے۔ تو اس حدیث مبارک میں ہر دعا گو مسلمان کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اسکی ہر دعا اللہ تعالی کے ہاں قبول ہے اور اس کی کوئی دعا بھی رد نہیں کی جاتی بشرطیکہ وہ گناہ کے بارے میں یا قطع رحمی پر مشتمل نہ ہو۔ البتہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) منہ مانگی چیز مل جاتی ہے۔

یعنی جو دعا میں مانگا وہی مل گیا اور جو خواہش کی وہی پوری ہوئی اور ہر انسان کی اصل خواہش یہی ہوتی ہے۔

(۲) ذخیرہ آخرت کر دی جاتی ہے۔

یعنی جو دعا میں مانگا وہ کسی مصلحت سے نہیں ملا لیکن دعا کرنے اور قبولیت دعا کا ثمرہ نہ دیکھنے پر اور اپنی خواہش کے نہ پانے پر صبر کرنے کا اجر و ثواب اسکے لئے لکھ دیا جاتا ہے جو آخرت میں اسکو ملے گا اور وہ اتنا زیادہ ہوگا کہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی۔

(۳) آنے والی مصیبت ٹل جاتی ہے۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک تقدیر مبرم اور ایک تقدیر معلق۔ پہلی اٹل ہوتی ہے جس میں کسی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور دوسری اٹل نہیں ہوتی بلکہ وہ اسباب و شرائط کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہے مثلاً بیمار ہونے پر اگر علاج کرائے گا تو شفا پائے گا ورنہ ہلاک ہوگا، یا والدین کی فرمانبرداری کی صورت میں خوشحال ہوگا ورنہ بدحال ہوگا وغیرہ اس طرح کی تقدیر میں کچھ مصیبتیں اور بلائیں لکھی جاتی ہیں جنکو اللہ تعالی دعاؤں کیوجہ سے ٹال دیتا ہے مثلاً اس نے دعا مانگی ہے کہ مجھے فلاں نعمت مل جائے ادھر ابھی اس پر کوئی مصیبت ٹوٹنے والی ہے اور وہ مصیبت ایسی ہے کہ اگر اسکی دعا کو قبول کرلیا جائے اور وہ نعمت اسکو مل جائے تو بھی یہ مصیبت اس سے کہیں بھاری ہے تو اللہ تعالی اپنے فضل سے اس تھوڑے فائدے سے محروم رکھ کر اسکو بڑی آفت سے بچالیتا ہے اور اس ناگہانی آفت سے بچنا اسی دعا کی برکت سے ہوتا ہے تو یہ بھی قبولیت دعا کی ایک صورت ہے۔

حاصل اس حدیث مبارک کا یہ ہے کہ اللہ تعالی سے دعائیں بکثرت مانگتے رہو کیونکہ تمہارا مانگنا کبھی بھی بیکار نہیں جاتا ضرور اس پر کوئی نہ کوئی فائدہ ملتا ہے۔

﴿۱۳﴾

سوال آخرت سے مستثنیٰ تین چیزیں

(۱) چیتھڑا جس سے ستر ڈھانپا جائے (۲) روٹی کا ٹکڑا جس سے بھوک کو بند کیا جائے
(۳) کٹیا جس سے گرمی سردی سے بچاؤ کرے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ عَسِیْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلًا فَمَرَّ بِیْ فَدَعَانِیْ اِلَیْہِ فَخَرَجْتُ ثُمَّ بِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَدَعَاہُ فَخَرَجَ اِلَیْہِ ثُمَّ مَرَّ بِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَدَعَاہُ فَخَرَجَ اِلَیْہِ فَانْطَلَقَ حَتّٰی دَخَلَ حَائِطًا لِبَعْضِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لِصَاحِبِ الْحَائِطِ: اَطْعِمْنَا بُسْرًا فَجَاءَ بِعِذْقٍ فَوَضَعَہُ فَاَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ بَارِدٍ فَشَرِبَ فَقَالَ: لَتُسْئَلُنَّ عَنْ ھٰذَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ: فَاَخَذَ عُمَرُ الْعِذْقَ فَضَرَبَ بِہِ الْاَرْضَ حَتّٰی تَنَاثَرَ الْبُسْرُ قِبَلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ءَ اِنَّا لَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ ھٰذَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ؟ قَالَ: نَعَمْ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ: خِرْقَۃٍ کَفَّ بِھَا الرَّجُلُ عَوْرَتَہٗ، اَوْ کِسْرَۃٍ سَدَّ بِھَا جَوْعَتَہٗ، اَوْ حَجَرٍ یَتَدَخَّلُ فِیْہِ مِنَ الْحَرِّ وَالْقَرِّ۔

(مسند احمد: اول مسند البصریین، حدیث ابی عسیبؓ، رقم الحدیث ۱۹۸۴۰)

ترجمہ:

حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو باہر نکلے اور آپ کا گزر مجھ پر ہوا تو آپؐ نے مجھے اپنی طرف بلایا

میں آپؐ کے ساتھ ہولیا پھر ابو بکرؓ کے پاس سے گزرے اور انکو بلایا وہ بھی آپؐ کے ساتھ ہو گئے پھر عمرؓ کے پاس سے گزرے اور انکو بلایا تو وہ بھی آپؐ کے ساتھ ہو گئے پھر آپؐ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہو گئے آپؐ نے باغ والے سے فرمایا ہمیں نیم پختہ کھجور کھلاؤ تو وہ ایک خوشہ لے آئے اور آپؐ کے سامنے رکھ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے ساتھیوں نے وہ کھایا پھر آپؐ نے ٹھنڈا پانی منگوایا اور نوش فرمایا اسکے بعد فرمایا قیامت کے دن تم سے اسکے متعلق بھی سوال ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خوشہ پکڑ کر زمین پر جھاڑا جس سے رسول اللہؐ کے سامنے کھجوریں بکھر گئیں پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ہم سے اسکے بارے میں بھی باز پرس ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں مگر تین چیزوں سے (۱) ایک چیتھڑا جسکے ساتھ آدمی اپنے ستر کو چھپا لے (۲) روٹی کا ایک ٹکڑا جس کے ساتھ بھوک بند کرے (۳) وہ کٹیا جس میں سردی گرمی سے بچاؤ کرے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے دن چھوٹی بڑی تمام نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا کہ ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا اور کتنا حق ادا کیا؟ قرآن مجید میں بھی ہے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (التکاثر:۸) کہ تم سے قیامت کے دن نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھا جائیگا۔ البتہ تین چیزیں اس سے مستثنیٰ ہونگی۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) معمولی کپڑا۔

یعنی اتنا معمولی کپڑا جس سے ستر کو ڈھانپا جا سکے قطع نظر اس سے کہ سردی گرمی سے بچاؤ ہو یا نہ ہو یہ انسان کی بنیادی دینی ضرورت ہے یہ مل جائے تو اس پر بھی شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ اتنا بھی لباس نہ ملتا اور ننگے رہنا پڑتا لیکن اگر اس قدر ملنے پر کوئی شکر ادا نہ کرے تو اس سے باز

پرس نہ ہوگی اور یہ اللہ تعالی کیطرف سے محض رعایت ہے۔ باقی لباس کا کامل وکمل ہونا، سردی گرمی کے تقاضوں کے مطابق ہونا، آسائش و آرائش سے ہم آہنگ ہونا اور شخصیت کا آئینہ دار ہونا یہ بنیادی ضرورت سے زائد چیزیں ہیں انکے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی کہ اتنے خوبصورت، دیدہ زیب اور آرام دہ لباس استعمال کرنے پر تم نے کتنا شکر ادا کیا؟

(۲) روٹی کا ٹکڑا۔

یعنی روٹی کا اتنا سا ٹکڑا جس سے جان بچی رہے اور سانسیں جاری رہیں اتنا تو بنیادی ضرورت ہے اور اتنا بھی مل جائے تو اس پر بھی شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ ایسا بھی تو ہوسکتا تھا کہ اتنی روزی بھی نہ ملتی اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاکت مقدر بنتی لیکن اگر کوئی اس پر شکر ادا نہ کرے تو رعایتی طور پر اس سے بھی باز پرس نہ ہوگی۔ مگر اس سے اوپر یعنی کھانے کا وافر ملنا، حسب منشا ہونا، ذائقہ دار وخوشگوار ہونا، کئی اقسام کے کھانے دستر خوان پر سجنا، کئی انواع کے پھل فروٹ سے لذت کام ودہن کا میسر آنا مزید برآں ٹھنڈے، میٹھے اور ہاضم مشروبات کا مہیا ہونا یہ سب ضرورت سے زائد چیزیں ہیں اسکے بارے میں ضرور سوال ہوگا کہ اس قدر فراوانی کیساتھ ملنے پر کیا شکر گزاری کی؟

(۳) کٹیا۔

یعنی اتنا معمولی مکان جس میں سر چھپا سکے اور سردی گرمی سے بچاؤ کر سکے یہ تو بنیادی ضرورت ہے جسکے بغیر چارہ نہیں لیکن اتنی ضرورت تو خیمہ سے بھی پوری ہوسکتی ہے، کسی چھپر نما مکان یا تنکوں سے بنی جھونپڑی سے بھی پوری ہوسکتی ہے پس اگر کسی کو اتنا مکان مل جائے تو یہ بھی اللہ تعالی کی نعمت ہے جس پر شکر کی ادائیگی ضروری ہونی چاہئے کیونکہ ایسا بھی تو ممکن تھا کہ اتنا مکان بھی نہ ملتا اور سردی سے ٹھٹھر کر یا گرمی سے جھلس کر موت مقدر ہوتی لیکن اگر کوئی اسپر شکر ادا نہ کرے تو اللہ تعالی اس پر بھی رعایت فرماتے ہوئے باز پرس نہیں فرمائینگے۔

باقی ایسا وسیع وکشادہ مکان جو تمام ضروریات وسہولیات سے آراستہ ہو، آرائش وزیبائش سے پیراستہ ہو، بہترین محل وقوع پر واقع ہو، اس میں وسیع لان ہوں جن میں قلب ونظر کو تازگی بخشنے والا

سبزہ اور بصیرت و بصارت کو فرحت بخشنے والے خوبصورت پھل اور پھول بھی ہوں وہ یقیناً ضرورت سے زائد پر مشتمل ہے اور کئی انعامات کا مجموعہ ہے پس اسکے بارے میں قیامت کے دن ضرور سوال کیا جائیگا کہ پیہم اتنے انعامات کے باوجود تم نے کتنا کچھ شکر ادا کیا؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم:۷) کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمتوں میں اور اضافہ کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت داوٗد کو فرماتے ہیں اعملوا ال داود شکرا وقلیل من عبادی الشکور (سبا:۱۳) کہ اے داوٗد تم شکر ادا کیا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت تھوڑے ہیں۔

آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی تھوڑے بندوں میں شامل فرمالے (آمین)

﴿۱۴﴾

اللہ کی تین پسندیدہ چیزیں

(۱) اللہ کی عبادت کرنا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانا (۲) اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرنا (۳) اپنے حکمرانوں کا خیر خواہ رہنا

حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلٰثًا وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلٰثًا :يَرْضٰى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا، وَأَنْ تُنَاصِحُوْا مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ أَمْرَكُمْ، وَيَسْخَطُ لَكُمْ قِيْلَ وَ قَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین: مسند ابی ہریرہؓ، رقم الحدیث ۸۴۴۴)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی تمہارے لئے تین چیزیں پسند فرماتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے پس وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے (۱) کہ تم اسکی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ (۲) یہ کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو (۳) یہ کہ تم ان کے خیر خواہ رہو جن کو اللہ نے تمہارے امور کا متولی بنایا ہے۔ اور تمہارے لئے ناپسند فرماتا ہے (۱) قیل وقال کو (۲) اضاعت مال کو (۳) کثرت سوال کو۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کی تین پسندیدہ اور تین ناپسندیدہ باتوں کا ذکر ہے۔ تین ناپسندیدہ باتوں کی تشریح صفحہ نمبر ۱۲۶ پر گزر چکی ہے، تین پسندیدہ باتوں کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اسکی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

اللہ تعالیٰ ہی پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہی پوری کائنات کی تدبیر وانتظام سنبھالے ہوئے ہے، کائنات کے کسی ایک ذرہ کے بنانے میں بھی اس نے کسی سے کچھ مدد نہیں لی اور نہ ہی اسکی کوئی مدد کرسکتا تھا تو اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہر چیز کو بنانے والا میں ہوں اسی طرح یہ چیزیں منسوب بھی میری ہی طرف ہوں کسی اور کی طرف انکی نسبت اللہ تعالیٰ کو بالکل گوارا نہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، حیوانات اور نباتات کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ھذا خلق الله فارونی ماذا خلق الذین من دونہ (لقمٰن:۱۱) کہ یہ سب کچھ تو اللہ کا پیدا کردہ ہے اب مجھے یہ بتلاؤ اسکے علاوہ دیگر خداؤں نے کیا پیدا کیا؟ نیز ارشاد فرمایا۔ ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه (الحج:۷۳) کہ اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سارے مل کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اس سے بڑھ کر اگر کوئی مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ سارے مل کر اس سے اسکو واپس نہیں لے سکتے۔ تو جو اتنے بے بس ہوں بھلا وہ خدا جیسی قادر مقتدر ذات کے ساجھی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں

پھر جب خدائے برحق وہی ہے کیونکہ ہماری جانوں کا پیدا کرنے والا وہی ہے ہمیں زندہ رہنے کیلئے جو ضروریات درکار ہیں ان سب کا مہیا کرنے والا بھی وہی ہے تو پھر عبادت و بندگی کسی اور کی کیونکر ہو سکتی ہے؟

پس جو رب تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ حقدار کو اسکا حق دیتا ہے اسلئے رب تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے اور جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا وہ حق اور سچ کی گواہی دیتا ہے اسلئے وہ بھی اللہ کو

پسند ہے۔

(۲) سب اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے کیوں کہ ترمذی کی حدیث میں ہے کتاب اللہ حبل محدود من السماء الی الارض (ترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبیؐ، رقم ۳۷۲۰) کہ قرآن اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے اور اسکو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا مطلب ہے کہ اپنی خواہشات پر نہ چلا جائے بلکہ اسکے احکام پر چلا جائے اسکے حلال کو حلال جانا جائے، حرام کو حرام جانا جائے اسکے اوامر کو بجالایا جائے اور نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

یعنی اپنی پسند و ناپسند کو قرآن کے تابع کر دیا جائے اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم تفرقہ بازی سے بچے رہو گے اور اگر قرآن کو اپنا منشور و دستور نہ بنایا تو ایسی صورت میں خواہش پرست فرقوں کا شکار ہو جاؤ گے اور امت کے سواد اعظم سے کٹ جاؤ گے اور قرآن کی رسی جو جنت تک پہنچانے والی ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے چھوٹ جائے گی اور گمراہی وضلالت کی پیچ در پیچ پگڈنڈیوں سے گزرتے گزرتے جہنم میں جا پہنچو گے۔ قرآن مجید میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا (آل عمران:۱۰۳) کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

(۳) اپنے ولاۃ امور کی خیر خواہی کرتے ہو۔

یعنی اپنے سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ رہو چاہے وہ سربراہِ مملکت ہوں اور تم انکی رعیت ہو یا سربراہِ ادارہ ہوں اور تم انکے ماتحت ملازم ہو دونوں صورتوں میں انکے ساتھ خیر خواہی کرو انکی بدخواہی کی اجازت نہیں ہے اسی طرح انکی اطاعت بھی ضروری ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ میں نہ ہو۔

باقی رہے گناہ کے احکام تو انمیں انکی خیر خواہی یہ ہے کہ انکو انکی غلطی پر ٹوکا جائے اور ظلم کرنے میں انکا مددگار بننے کی بجائے انکے ہاتھوں کو پکڑا جائے اور انکو ظلم کرنے سے باز رکھا جائے تاکہ کل قیامت کے دن وہ ظالموں کی صف میں نہ کھڑے کر دیئے جائیں۔

﴿۱۵﴾

غار میں پھنس جانے والے تین افراد

(۱) مزدور کی اجرت کو تجارت میں لگانے والا (۲) اسباب کے باوجود محض خوفِ خدا کیوجہ سے زنا سے بچنے والا (۳) والدین کی خدمت کرنے والا

حدیث:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الرَّقِيْمَ فَقَالَ: إِنَّ ثَلَاثَةً كَانُوْا فِيْ كَهْفٍ فَوَقَعَ الْجَبَلُ عَلَى بَابِ الْكَهْفِ فَأُوْصِدَ عَلَيْهِمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ: تَذَاكَرُوْا أَيُّكُمْ عَمِلَ حَسَنَةً لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِرَحْمَتِهٖ يَرْحَمُنَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: قَدْ عَمِلْتُ حَسَنَةً مَرَّةً كَانَ لِيْ أُجَرَاءُ يَعْمَلُوْنَ فَجَاءَنِيْ عُمَّالٌ لِيْ فَاسْتَأْجَرْتُ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ بِأَجْرٍ مَعْلُوْمٍ فَجَاءَنِيْ رَجُلٌ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَطَ النَّهَارِ فَاسْتَأْجَرْتُهُ بِشَطْرِ أَصْحَابِهٖ فَعَمِلَ فِيْ بَقِيَّةِ نَهَارِهٖ كَمَا عَمِلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فِيْ نَهَارِهٖ كُلِّهٖ فَرَأَيْتُ عَلَيَّ فِي الزِّمَامِ أَنْ لَّا أُنْقِصَهُ مِمَّا اسْتَأْجَرْتُ بِهٖ أَصْحَابَهُ لِمَا جَهِدَ فِيْ عَمَلِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ: أَتُعْطِيْ هٰذَا مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَنِيْ وَلَمْ يَعْمَلْ إِلَّا نِصْفَ نَهَارٍ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَمْ أَبْخَسْكَ شَيْئًا مِّنْ شَرْطِكَ وَإِنَّمَا هُوَ مَالِيْ أَحْكُمُ فِيْهِ مَا شِئْتُ قَالَ فَغَضِبَ وَذَهَبَ وَتَرَكَ أَجْرَهُ قَالَ: فَوَضَعْتُ حَقَّهُ فِيْ جَانِبٍ مِّنَ الْبَيْتِ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ مَرَّتْ بِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ بَقَرٌ فَاشْتَرَيْتُ بِهٖ فَصِيْلَةً مِّنَ الْبَقَرِ فَبَلَغَتْ مَاشَاءَ اللّٰهُ فَمَرَّ بِيْ بَعْدَ حِيْنٍ شَيْخًا ضَعِيْفًا لَا أَعْرِفُهُ فَقَالَ إِنَّ لِيْ عِنْدَكَ حَقًّا فَذَكَّرَنِيْهِ حَتّٰى عَرَفْتُهُ فَقُلْتُ: إِيَّاكَ أَبْغِيْ هٰذَا حَقُّكَ فَعَرَضْتُهَا عَلَيْهِ جَمِيْعَهَا فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْخَرْ بِيْ إِنْ لَّمْ

تَصَدَّقْ عَلَيَّ فَاَعْطِنِيْ حَقِّيْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَسْخَرُ بِكَ اِنَّهَا لَحَقُّكَ مَالِيْ مِنْهَا شَيْءٌ فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهِ جَمِيْعًا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِوَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا قَالَ: فَانْصَدَعَ الْجَبَلُ حَتّٰى رَاَوْا مِنْهُ وَاَبْصَرُوْا، قَالَ الْاٰخَرُ: قَدْ عَمِلْتُ حَسَنَةً مَرَّةً كَانَ لِيْ فَضْلٌ فَاَصَابَتِ النَّاسَ شِدَّةٌ فَجَاءَتْنِيْ امْرَاَةٌ تَطْلُبُ مِنِّيْ مَعْرُوْفًا قَالَ: فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا هُوَ دُوْنَ نَفْسِكِ فَاَبَتْ عَلَيَّ فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَذَكَّرَتْنِيْ بِاللّٰهِ فَاَبَيْتُ عَلَيْهَا وَقُلْتُ :لَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ دُوْنَ نَفْسِكِ فَاَبَتْ عَلَيَّ وَذَهَبَتْ فَذَكَرَتْ لِزَوْجِهَا فَقَالَ لَهَا: اَعْطِيْهِ نَفْسَكِ وَاَغْنِيْ عِيَالَكِ فَرَجَعَتْ اِلَيَّ فَنَاشَدَتْنِيْ بِاللّٰهِ فَاَبَيْتُ عَلَيْهَا وَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ دُوْنَ نَفْسِكِ فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ اَسْلَمَتْ اِلَيَّ نَفْسَهَا فَلَمَّا تَكَشَّفْتُهَا وَهَمَمْتُ بِهَا ارْتَعَدَتْ مِنْ تَحْتِيْ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَاْنُكِ قَالَتْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ قُلْتُ لَهَا خِفْتِيْهِ فِي الشِّدَّةِ وَلَمْ اَخَفْهُ فِي الرَّخَاءِ فَتَرَكْتُهَا وَاَعْطَيْتُهَا مَا يَحِقُّ عَلَيَّ بِمَا تَكَشَّفْتُهَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِوَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا قَالَ: فَانْصَدَعَ حَتّٰى عَرَفُوْا وَتَبَيَّنَ لَهُمْ، قَالَ الْاٰخَرُ: قَدْ عَمِلْتُ حَسَنَةً مَرَّةً كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكَانَتْ لِيْ غَنَمٌ فَكُنْتُ اُطْعِمُ اَبَوَيَّ وَاَسْقِيْهِمَا ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى غَنَمِيْ قَالَ فَاَصَابَنِيْ يَوْمًا غَيْثٌ حَبَسَنِيْ فَلَمْ اَبْرَحْ حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَاَتَيْتُ اَهْلِيْ وَاَخَذْتُ مِحْلَبِيْ فَحَلَبْتُ وَغَنَمِيْ قَائِمَةٌ فَمَضَيْتُ اِلٰى اَبَوَيَّ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَشَقَّ عَلَيَّ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَشَقَّ عَلَيَّ اَنْ اَتْرُكَ غَنَمِيْ فَمَا بَرِحْتُ جَالِسًا وَمِحْلَبِيْ عَلٰى يَدِيْ حَتّٰى اَيْقَظَهُمَا الصُّبْحُ فَسَقَيْتُهُمَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِوَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا قَالَ النُّعْمَانُ: لَكَاَنِّيْ اَسْمَعُ هٰذِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَبَلُ طَاقَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا۔

(مسند احمد: اول مسند الکوفیین، حدیث النعمان بن بشیرؓ، رقم الحدیث -۱۷۶۹۱)

ترجمہ:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک غار کا تذکرہ سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایک غار میں تھے کہ پہاڑ کی ایک چٹان غار کے دہانے پر گرگئی اوران کے نکلنے کا راستہ بند کر دیا توان میں سے ایک نے کہا کہ یاد کرو کہ تم نے کوئی نیکی کی ہو شاید اللہ عزوجل اس کی رحمت سے ہم پر رحم فرمائے، توان میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے ایک مرتبہ ایک نیکی کی کہ میرے لئے کچھ مزدور کام کرتے تھے تومیرے پاس چند مزدور آئے جن میں سے ہرایک کو میں نے ایک مقرر اجرت پر مزدوری پر رکھ لیا، پھرایک دن ایک آدمی دوپہر کے وقت آیا تو میں نے اس کو آدھی اجرت پر مزدور رکھ لیا، اس نے آدھے دن میں اتنا کام کیا جتنا باقی ہرایک نے پورے دن میں کیا تو میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ اس کو پورے دن کی اجرت دوں گا کیونکہ اس نے محنت سے کام کیا ہے تو پہلوں میں سے ایک آدمی نے کہا کیا تو اس کو میرے برابر اجرت دے گا جب کہ اس نے آدھا دن کام کیا ہے؟ تو میں نے کہا اللہ کا بندہ! میں نے تیری مزدوری میں تو کوئی کمی نہیں کی، باقی رہا اس کو زیادہ دینا تو میں اپنے مال میں جو چاہوں فیصلہ کروں، اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور اپنی اجرت بھی چھوڑ گیا تو میں نے اس کا حق کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیا اور جب تک اللہ کو منظور تھا وہ وہیں پڑا رہا، پھر اس کے بعد میرے پاس سے کچھ گائیں گزریں تو میں نے اس اجرت سے ایک بچھڑی خریدلی وہ پھلتی پھولتی وہاں جا پہنچی جہاں اللہ کو منظور تھا، پس ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد وہ میرے پاس آیا جب کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا کہ

میں اس کو پہچان بھی نہ سکا اور کہا میرا تیرے پاس کچھ حق ہے اور پھر اس نے مجھے یاد دلایا یہانتک کہ میں اس کو پہچان گیا تو میں نے کہا تیری ہی تو مجھے تلاش تھی، یہ تیرا حق ہے اور میں نے تمام گائیں اس کے سپرد کر دیں، اس نے کہا اللہ کا بندہ! میرے ساتھ مذاق نہ کر، اگر میرے ساتھ اور بھلا نہیں کر سکتا تو میرا حق تو مجھے دیدے، میں نے کہا اللہ کی قسم میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا یہ سب تیرا حق ہے اور اس میں سے کوئی ایک چیز بھی میری نہیں ہے اور سب کچھ میں نے اس کے حوالے کر دیا، اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہے تو تو ہمارا راستہ کھول دے، راوی کہتا ہے کہ چٹان کچھ سرک گئی اور غار کے اندر روشنی ہوگئی اور باہر کی چیزیں نظر آنے لگیں۔

دوسرے نے کہا میں نے ایک مرتبہ یہ نیکی کی کہ میرے پاس خوب فراوانی تھی جبکہ اور لوگ قحط میں مبتلا تھے تو میرے پاس ایک عورت احسان کی طلبگار بن کر آئی میں نے کہا اللہ کی قسم یہ احسان تیری ذات سے کم میں نہیں ہو سکتا تو وہ انکار کر کے چلی گئی پھر دوبارہ آئی اور مجھے اللہ کا واسطہ دیا تب بھی میں نے انکار کیا اور کہا نہیں اللہ کی قسم یہ احسان تیری ذات سے کم میں نہیں ہو سکتا اب بھی وہ انکار کر کے چلی گئی اور خاوند سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے اِس کو کہا تو اپنی ذات اس کے حوالے کر اور اپنے بچوں کے لئے گزارے کا بندوبست کر، تو پھر وہ میرے پاس لوٹی اور مجھے اللہ کا واسطہ دیا تو اب بھی میں نے انکار کیا اور کہا نہیں اللہ کی قسم یہ کام تیری ذات سے کم میں نہیں ہو سکتا، جب اس نے جان لیا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں تو اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا، جب میں نے اس کو برہنہ کر دیا اور بدکاری کا ارادہ کیا تو وہ تھر تھر کانپنے لگی میں نے کہا کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگ رہا ہے، تو میں نے کہا تجھے تنگی میں اس

کا ڈر ہو اور مجھے فراخی میں ڈر نہ ہو اور میں نے اس کو چھوڑ دیا، اور اس کو برہنہ کرنے کی وجہ سے جو مجھ پر لازم بنتا تھا میں نے اس کو دے دیا، اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو تو ہمارا راستہ کھول دے تو وہ چٹان کچھ اور سرک گئی یہانتک کہ وہ ایک دوسرے کو پہچاننے لگے اور خوب روشنی ہوگئی۔

تیسرے نے کہا میں نے ایک مرتبہ نیکی کی کہ میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے اور میری کچھ بکریاں تھیں میں اپنے ماں باپ کو کھانا کھلاتا، پانی پلاتا اور پھر اپنی بکریوں میں واپس آ جاتا، ایک دن بارش آگئی جس نے مجھے روک دیا اور میں نہ آسکا یہانتک کہ شام ہوگئی، پس میں گھر آیا، بکریوں کو یونہی چھوڑا، دودھ کا برتن اٹھایا، دودھ دوہا اور اپنے ماں باپ کے پاس پہنچا لیکن ان کو دیکھا کہ وہ سو چکے ہیں تو مجھ پر یہ بات گراں گزری کہ میں ان کو نیند سے جگاؤں اور یہ بھی گراں لگا کہ بکریوں کو کھلا چھوڑ دوں لیکن میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا یہانتک کہ صبح نے ان کو جگایا اور میں نے ان کو دودھ پلایا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو تو ہمارا راستہ کشادہ فرما، حضرت نعمانؓ فرماتے ہیں گویا یہ بات میں اللہ کے رسول ﷺ سے ابھی سن رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چٹان بالکل ہٹ گئی اور اللہ نے ان کے لئے کشادگی فرمادی اور وہ باہر نکل آئے۔

تشریح:

یہ حدیث مبارک غار میں پھنس جانے والے تین اشخاص کے ذکر پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی اور اللہ تعالی نے انکی دعا کو قبول فرما کر انکو اس سے خلاصی عطا فرمائی وہ تین اشخاص یہ ہیں۔

(۱)مزدور کی اجرت کو تجارت میں لگانے والا۔

(۲)اللہ کے ڈر کیوجہ سے زنا کو چھوڑنے والا۔

(۳)والدین کی خدمت کرنے والا۔

حدیث مفصل ہونے کی وجہ سے بالکل واضح ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں تاہم اس حدیث سے جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نیکی آدمی کو اس جہاں میں بھی فائدہ پہنچاتی ہے دوسرا یہ کہ نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ اقرب الی الاجابت ہے۔

وسیلہ نیک عمل کا ہو یا نیک ذات کا وہ ذات خواہ زندہ ہو یا مردہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک یہ تمام صورتیں وسیلہ کی جائز ہیں۔

﴿۱۶﴾

اللہ کے تین مبغوض شخص

(۱) بوڑھا زانی (۲) متکبر فقیر (۳) کنجوس مالدار

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ ......یُبْغِضُ ثَلٰثَۃً: یُبْغِضُ الشَّیْخَ الزَّانِیَ، وَالْفَقِیْرَ الْمُخْتَالَ، وَالْمُکْثِرَ الْبَخِیْلَ............

(مسند احمد: مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاریؓ، رقم الحدیث ۲۰۳۹۴)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل............ تین شخصوں کو مبغوض رکھتا ہے (۱) بوڑھے زانی کو (۲) متکبر فقیر کو (۳) مالدار بخیل کو............

تشریح:

اس حدیث مبارک میں اللہ تعالی کے تین مبغوض شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ بدنصیب شخص یہ ہیں۔

(۱) بوڑھا زانی۔

زنا بہرحال حرام ہے چاہے اسکا ارتکاب بوڑھا کرے یا جوان لیکن بوڑھے کے حق میں زیادہ برائی اسوجہ سے ہے کہ جوان آدمی اگر زنا کرے تو ٹھیک ہے کہ وہ اللہ ورسول کا مجرم ہے کہ حدود اللہ کو توڑنے والا ہے لیکن کسی قدر اسکو معذور بھی سمجھا جاسکتا ہے اسلئے کہ وہ عہد شباب میں ہے، جوانی

کی مستی میں ہے، اس پر طاقت کا خمار ہے، قوت شہوانیہ اس پر غالب ہے تو جذبات سے مغلوب ہوکر وہ گناہ کر بیٹھتا ہے لیکن اس بوڑھے کو کیونکر معذور سمجھا جائے اور اسکو کیسے رعایت دی جائے جواب ضعف و پیری کی عمر کو پہنچ چکا ہے، اعضاء اسکے جواب دینے لگے ہیں، موت اسکے سر پر ہے اور پاؤں اسکے قبر میں ہیں پھر بھی وہ اپنی طبعی کمینگی کی وجہ سے اس بے حیائی سے باز نہیں آتا حالانکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا اب یہ سابقہ گناہوں سے توبہ کرتا اور پچھلی خطائیں بخشواتا لیکن وہ تو اس بڑھاپے کی عمر میں بھی مزید گناہوں کے انبار اکٹھے کرر ہا ہے تو یہ شخص بغض ونفرت کا مستحق نہیں ہے تو کیا محبت کا مستحق ہے؟۔

(۲) متکبر فقیر۔

تکبر بھی علی الاطلاق حرام ہے چاہے امیر کرے یا فقیر۔ پھر فقیر کے حق میں زیادہ سختی کیوں ہے؟ اسکی وجہ بھی وہی ہے کہ اگر امیر تکبر کرتا ہے تو ٹھیک ہے کہ وہ گناہگار ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو اسکے پاس بظاہر تفوق تکبر اور بڑائی کے اسباب تو ہیں کہ وہ رہن سہن میں، عزت ووقار میں، جاہ ودبدبہ میں، مال ودولت میں اور سیاست وریاست میں دوسروں سے ممتاز تو ہے لیکن اس متکبر کو دیکھو جس کے پاس سوائے تکبر کے اور کچھ نہیں ہے مفلس وکنگال ہے غربت سے بدحال ہے پھر بھی تکبر کرتا ہے۔ اسلئے یہ امیر متکبر سے زیادہ غصے کا مستحق ہے۔

(۳) مالدار بخیل۔

اسی طرح بخل اور کنجوسی بھی کوئی اچھی چیز نہیں، یہ چیز اللہ تعالی کو ناپسند ہے پھر اگر کوئی فقیر مفلس کنجوسی کرتا ہے کہ مثلاً دس روپے کی جگہ پانچ روپے لگاتا ہے تو اسکے بخل کیوجہ کچھ سمجھ بھی آتی ہے کہ اس کے پاس وسائل کم ہیں اور اسکے مسائل زیادہ ہیں وہ اپنے واجبی اخراجات میں کمی اسلئے کرتا ہے تا کہ وہ بچا ہوا پیسہ دوسری ضرورت میں لگا سکے لیکن اس کنجوس کیلئے کنجوسی کا کیا جواز ہے جو آسودہ حال ہے، اسکے پاس پیسے کی فراوانی ہے، مال ودولت کی کوئی کمی نہیں ہے پھر بھی بیوی بچوں پر بھی تنگی سے خرچ کرتا ہے بلکہ اپنی ذات پر بھی خرچ کرنا اسکے لئے وبال جان ہے اسکی بنئے والی سوچ ہے کہ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے۔ تو ایسا شخص بھی بغض کے علاوہ کسی اور چیز کا تو مستحق نہیں ہے۔

﴿۱۷﴾

اللہ تعالی کے تین محبوب شخص

(۱) شہید یا غازی (۲) رات بھر سفر کی تھکاوٹ کے باوجود تہجد پڑھنے والا

(۳) بے وسیلہ سائل کو چپکے سے دینے والا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُحِبُّ ثَلٰثَۃً:.................. رَجُلٌ کَانَ فِیْ کَتِیْبَۃٍ فَکَرَّ یَحْمِیْہِمْ حَتّٰی قُتِلَ اَوْ یَفْتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ، وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ قَوْمٍ فَاَدْلَجُوْا فَنَزَلُوْا مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ وَکَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَیْہِمْ مِمَّا یُعْدَلُ بِہٖ فَنَامُوْا وَقَامَ یَتْلُوْ اٰیَاتِیْ وَیَتَمَلَّقُنِیْ، وَرَجُلٌ کَانَ فِیْ قَوْمٍ فَاَتَاھُمْ رَجُلٌ یَسْأَلُھُمْ بِقَرَابَۃٍ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَہٗ فَبَخِلُوْا عَنْہُ وَخَلَفَ بِاَعْقَابِھِمْ فَاَعْطَاہُ حَیْثُ لَا یَرَاہُ اِلَّا اللّٰہُ وَمَنْ اَعْطَاہُ۔

(مسند احمد: مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاریؓ، رقم الحدیث ۲۰۳۹۴)

ترجمہ:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل تین شخصوں سے محبت فرماتا ہے.................. (۱) اس آدمی سے جو کسی لشکر میں ہو اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے دشمن پر حملہ کرے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا اللہ تعالی اسکو فتح عطا فرمائے (۲) اس آدمی سے جو ایسے لوگوں کے ساتھ تھا جو رات بھر سفر میں رہے اور رات کے آخر میں کہیں پڑاؤ کیا اور نیند انکو اس کے علاوہ ہر چیز سے محبوب تھی پس باقی سب سو گئے اور

یہ شخص نماز میں میری آیات کی تلاوت میں اور میری خوشامد میں مشغول ہو گیا
(۳) اس شخص سے، جو کسی قوم میں بیٹھا تھا کہ ان کے پاس کسی آدمی نے آکر
آپس کی قرابت کا واسطہ دے کر سوال کیا لیکن انہوں نے بخل سے کام لیا تب
یہ شخص ان سے الگ ہو کر اسکے پیچھے پہنچا اور اسکو ایسی جگہ دیا جہاں اسکو اللہ اور
اسکے سوا جسکو اس نے دیا اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔

تشریح:

یہ دراصل سابقہ حدیث کا حصہ ہے جسے موضوع کے الگ ہونے کی وجہ سے علیحدہ کر دیا گیا
ہے۔

حدیث مبارک کے اس حصے میں پہلے حصے کے برعکس اللہ تعالی کے تین محبوب شخصوں کا ذکر
ہے۔وہ تین شخص یہ ہیں۔

(۱) شہید یا غازی۔

یعنی جو لشکر اسلام کی حفاظت کیلئے آخری حد تک چلا جائے، اسکا نصب العین اپنی ذات بچانا
نہ ہو بلکہ لشکر اسلام کو بچانا ہو، وہ اسکی حفاظت کیلئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر تنِ تنہا مسلح حملہ آوروں سے
ٹکرا جائے، جان بچانے کیلئے بھاگنے کا خیال تک دل میں نہ لائے پھر چاہے اللہ تعالی اسکو شہادت سے
نوازے یا فتح عطا فرما کر غازی بنائے، دونوں صورتوں میں یہ اللہ کا محبوب ہے، کیونکہ یہ اسلام کا سچا وفا
دار سپاہی ہے، بے شک اللہ تعالی ایسے لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اسکے راستے میں یوں جم کر لڑتے
ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (الصف:۴)

(۲) رات بھر سفر کی تھکاوٹ کے باوجود تہجد پڑھنے والا۔

یعنی جسکو اللہ کا قرب اور اسکے ساتھ مناجات اور وصال کی لذت اتنی محبوب ہے کہ سخت
تھکاوٹ، نیند اور تقاضائے آرام کے باوجود وہ اس وقت وصال میں مناجات پر کسی اور چیز کو ترجیح نہیں
دیتا حتی کہ نیند جو اسکو اس وقت باقی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے اسکو بھی وصال میں رکاوٹ نہیں بننے

دیتا۔ تو جو اللہ کیساتھ اتنا پیار رکھتا ہے اللہ بھی اسکے ساتھ اتنا ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ اس سے پیار رکھتا ہے۔

(۳) سائل کو چپکے سے دینے والا۔

جو مجمع میں لوگوں کے سامنے کسی سوالی کو دیتا ہے اگر اسکا ارادہ اس سے صرف رضائے الہی کا ہو تو یہ سب کے سامنے دینا بھی کوئی برا نہیں بلکہ اگر اسکا مقصد دوسروں کیلئے نمونہ بننا ہوتا کہ دوسرے بھی اس کارِ خیر میں اس کی پیروی کریں تو اسکے لئے دوہرا اجر ہے۔ لیکن بہرحال اس میں یہ امکان ضرور موجود ہے کہ شاید اس نے رضائے الہی کے علاوہ کسی اور جذبے سے دیا ہو لیکن جو چھپ کر دیتا ہے کہ یا تو دینے والا جانتا ہے یا لینے والا یا ان دونوں کو پیدا کرنے والا، ان تین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تو اسکا یہ خرچ کرنا اور راہِ خدا میں دینا کسی اور جذبہ سے یقیناً خالی ہے، اور اسکا مقصود صرف اور صرف رضائے الہی ہی ہے، تو اللہ تعالی بھی اسکی قدردانی فرماتے ہیں اور وہ جس مقصد کیلئے دیتا ہے اللہ تعالی اسکو اپنا مقصود یعنی اپنی رضا، محبت اور خوشنودی عطا فرما دیتے ہیں۔

﴿۱۸﴾

درجات کے اعتبار سے شہید کی تین قسمیں

(۱) کھرے ایمان والا، صالح، بہادر (۲) کھرے ایمان والا، صالح، بزدل
(۳) کھرے ایمان والا، مخلوط العمل، بہادر

حدیث:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلشُّهَدَاءُ ثَلٰثَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَیِّدُ الْاِیْمَانِ لَقِیَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰی قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَرْفَعُ اِلَیْهِ النَّاسُ اَعْنَاقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ حَتّٰی وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ اَوْ قَلَنْسُوَةُ عُمَرَ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَیِّدُ الْاِیْمَانِ لَقِیَ الْعَدُوَّ فَكَاَنَّمَا یُضْرَبُ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ الطَّلْحِ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَهُوَ فِی الدَّرَجَةِ الثَّانِیَةِ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَیِّدُ الْاِیْمَانِ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ اٰخَرَ سَیِّئًا لَقِیَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰی قُتِلَ فَذٰلِكَ فِی الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ۔

(مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرۃ، مسند عمر بن الخطابؓ، رقم الحدیث ۱۴۰)

ترجمہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید تین طرح کے ہیں (۱) وہ کھرے ایمان والا مؤمن جس نے دشمن کا سامنا کیا تو اللہ کے راستے میں خلوص سے لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ پس یہ ایسا ہے جسکی طرف قیامت کے دن لوگ اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کیلئے اپنا سر مبارک

اتنا اونچا کیا کہ آپ کی ٹوپی مبارک گر گئی۔(۲) وہ کھرے ایمان والا مؤمن جس نے دشمن کا سامنا کیا تو گویا اسکی کھال پر ببول کے کانٹے چبھنے لگے کہ اسکو نامعلوم سمت سے کوئی تیر آ لگا اور اسکو شہید کر دیا پس یہ دوسرے درجے میں ہوگا۔(۳) وہ کھرے ایمان والا مؤمن جس نے نیک و بد ملے جلے عمل کئے اس نے دشمن کا سامنا کیا اور اللہ سے سچا معاملہ کیا یہانتک کہ شہید ہو گیا پس یہ تیسرے درجے میں ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں شجاعت و صالحیت کے اعتبار سے شہداء کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) کھرے ایمان والا، صالح، بہادر۔

یہ سب سے بلند مرتبہ شہید ہے کیونکہ یہ ایمان، اخلاص اور شجاعت تینوں بہترین اوصاف کا مالک ہے اور اس طرح جہاد کیلئے جتنے کمالات ضروری ہیں وہ سب اس میں بطریق کمال موجود ہیں۔

(۲) کھرے ایمان والا، صالح، بزدل۔

یہ فضیلت میں پہلے سے کمتر اور تیسرے سے بہتر ہے۔ پہلے سے کمتری کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص ایمان واخلاص کیساتھ تو متصف ہے لیکن وصف شجاعت سے محروم ہے۔ اور تیسرے سے بہتر اپنی نیکی اور اخلاص کیوجہ سے ہے کیونکہ تیسرا نیکی کے وصف میں کمزور ہے۔ نیز اسلئے بھی کہ باوجود طبعی بزدلی کے اسکا میدان جہاد میں آ جانا یہ اسکی فرمانبرداری کو ثابت کرتا ہے کہ محض تعمیل حکم الہی میں یہ میدان میں آ گیا ورنہ اسکا بزدل نفس اسکو اسکی قطعاً اجازت نہ دیتا تھا۔

(۳) کھرے ایمان والا مخلوط العمل، بہادر۔

یہ اگرچہ ایمان و شجاعت کیساتھ متصف ہے لیکن اعمال کے اعتبار سے کمزور ہے۔ کیونکہ اسکے اعمال ملے جلے ہیں کچھ نیک اور کچھ بد۔ یہ اپنی اسی کمزوری کی وجہ سے تیسرے مرتبہ میں آ گیا ہے

ورنہ شجاعت میں یہ پہلے کے برابر ہے۔

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد وصف صلاح یعنی نیک عمل ہونے اور وصف شجاعت یعنی بہادر ہونے میں سے وصف صلاح زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ وصف اختیاری اور کسبی ہے اور وصف شجاعت فطری اور وھبی ہے۔

﴿۱۹﴾

تین چیزیں نیک بختی کی

(۱)اچھی بیوی (۲)اچھا مکان (۳)اچھی سواری

حدیث:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ اٰدَمَ ثَلٰثَۃٌ:............... اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ ،وَالْمَسْکَنُ الصَّالِحُ ،وَالْمَرْکَبُ الصَّالِحُ ....

(مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرۃ، مسند سعد بن ابی وقاص ؓ، رقم ۱۳۶۸)

ترجمہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں آدمی کی نیک بختی سے ہیں...............

(۱)اچھی بیوی (۲)اچھا مکان (۳)اچھی سواری..........

☆☆☆

﴿۲۰﴾

تین چیزیں بدبختی کی

(۱) بری عورت (۲) برامکان (۳) بری سواری

حدیث:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:......مِنْ شِقْوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ ثَلٰثَۃٌ:............اَلْمَرْاَۃُ السُّوْءُ، وَالْمَسْکَنُ السُّوْءُ، وَالْمَرْکَبُ السُّوْءُ۔

(مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرۃ، مسند سعد بن ابی وقاصؓ، رقم ۱۳٦۸)

ترجمہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......تین چیزیں آدمی کی بدبختی سے ہیں..................
(۱) بری بیوی (۲) برامکان (۳) بری سواری۔

فائدہ:

حدیث نمبر۱۹اور۲۰درحقیقت ایک ہی حدیث ہے جس کوعنوان کے تنوع کی وجہ سے دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔
ان دونوں حصوں کی تشریح چہل حدیث نمبر۱کی حدیث نمبر۱۲میں صفحہ نمبر۸۹پر گزر چکی ہے وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

﴿۲۱﴾

تین خدام

(۱)ایک خادم جو حضر میں تیری خدمت کرے (۲)ایک خادم جو سفر میں تیری خدمت کرے (۳)ایک خادم جو تیرے گھر کی خدمت کرے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ حِسْبَةَ مُسْلِمِ بْنِ اُكَیْسٍ مَوْلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ مَنْ دَخَلَ عَلَیْهِ فَوَجَدَهٗ یَبْكِیْ فَقَالَ: مَا یُبْكِیْكَ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ؟ فَقَالَ: نَبْكِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ یَوْمًا مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَیُفِیْئُ عَلَیْهِمْ حَتّٰی ذَكَرَ الشَّامَ فَقَالَ: اِنْ یُّنْسَأُ فِیْ اَجَلِكَ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ فَحَسْبُكَ مِنَ الْخَدَمِ ثَلٰثَةٌ: خَادِمٌ یَخْدُمُكَ ،وَخَادِمٌ یُسَافِرُ مَعَكَ، وَخَادِمٌ یَخْدُمُ اَهْلَكَ وَیَرُدُّ عَلَیْهِمْ.........ثُمَّ هٰذَا اَنَا اَنْظُرُ اِلٰی بَیْتِیْ قَدْ اِمْتَلَأَ رَقِیْقًا ....فَكَیْفَ اَلْقٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذَا وَقَدْ اَوْصَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَكُمْ مِنِّیْ مَنْ لَقِیَنِیْ عَلٰی مِثْلِ الْحَالِ الَّذِیْ فَارَقَنِیْ عَلَیْهَا۔

(مسند احمد، مسند العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ، حدیث ابی عبیدہؓ، رقم الحدیث ۱۶۰۴)

ترجمہ:

ابوحسبہ مسلم بن اُکیس سے روایت ہے کہ ایک آدمی ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انکو روتے ہوئے پایا پوچھا کہ اے ابوعبیدہ کیوں رو رہے ہو؟ تو آپؓ نے فرمایا اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالی مسلمانوں کو عطا فرمائے گا یہاں تک کہ آپؐ نے ملک شام کا ذکر فرمایا پھر فرمایا اے ابوعبیدہ اگر تجھے زندگی لمبی ملے تو تین خادم کافی سمجھنا (۱) ایک خادم جو تیرا خدمتگار ہو (۲) ایک خادم جو سفر میں تیرے ساتھ جائے (اور سفر کی خدمت بجالائے) (۳) ایک خادم جو تیرے گھر والوں کی خدمت کرے .... پھر میں اپنے گھر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے............ تو اسکے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حال میں ملوں گا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قریب ترین وہ شخص ہوگا جو مجھ سے اسی حال میں ملے گا جس حال میں وہ مجھ سے جدا ہوا۔

﴿۲۲﴾

تین سواریاں

(۱) ایک تیری سواری کیلئے (۲) ایک بار برداری کیلئے (۳) ایک تیرے خادم کیلئے

حدیث:

عَنْ اَبِیْ جِسْبَةَ مُسْلِمِ بْنِ اُکَیْسٍ مَوْلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَکَرَ مَنْ دَخَلَ عَلَیْهِ فَوَجَدَهٗ یَبْکِیْ فَقَالَ: مَا یُبْکِیْكَ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ؟ فَقَالَ: نَبْکِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ یَوْمًا مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَیُفِیْئُ عَلَیْهِمْ حَتّٰی ذَکَرَ الشَّامَ فَقَالَ: اِنْ یُّنْسَأْ فِیْ اَجَلِكَ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ فَحَسْبُكَ...... ......مِنَ الدَّوَابِ ثَلٰثَةٌ دَابَّةٌ لِرَحْلِكَ وَدَابَّةٌ لِثَقْلِكَ وَدَابَّةٌ لِغُلَامِكَ ۔ ثُمَّ هٰذَا اَنَا اَنْظُرُ اِلٰی بَیْتِیْ.......... قَدْ اِمْتَلَاَ دَوَابٌّ وَ خَیْلًا فَکَیْفَ اَلْقٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذَا وَقَدْ اَوْصَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَنْ لَقِیَنِیْ عَلٰی مِثْلِ الْحَالِ الَّذِیْ فَارَقَنِیْ عَلَیْهَا۔

(مسند احمد، مسند العشرۃ المبشرۃ بالجنۃ، حدیث ابی عبیدہؓ، رقم الحدیث ۱۶۰۴)

ترجمہ:

ابوحسبہ مسلم بن اُکیس سے روایت ہے کہ ایک آدمی ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انکو روتے ہوئے پایا پوچھا کہ اے ابوعبیدہ کیوں رو رہے ہو؟ تو آپؓ نے فرمایا اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا

فرمائے گا یہاں تک کہ آپؐ نے ملک شام کا ذکر فرمایا پھر فرمایا اے ابوعبیدہ اگر تجھے زندگی لمبی ملے تو............ تین چوپائے کافی سمجھنا (۱) ایک چوپایہ تیری سواری کیلئے (۲) ایک چوپایہ تیری بار برداری کیلئے (۳) اور ایک چوپایہ تیرے غلام (خادم) کیلئے پھر میں اپنے گھر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ............ چوپاؤں اور گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ تو اسکے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حال میں ملوں گا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قریب ترین وہ شخص ہوگا جو مجھ سے اسی حال میں ملے گا جس حال میں وہ مجھ سے جدا ہوا۔

☆☆☆

تشریح:

حدیث نمبر ۸۱، ۸۲ بھی درحقیقت ایک ہی حدیث مبارک ہے جس کو الگ عنوانات کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حالات کے تغیر کا ذکر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی بات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور اپنے بارے میں فکرمند ہو رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر تجھے لمبی زندگی ملے اور فتوحات نصیب ہوں تو خدمت کیلئے تین خادم ہی کافی سمجھنا۔

(۱) جو حضر میں تیرا خدمتگار ہو۔

یعنی تیرے ذاتی امور میں مددگار ہو مثلاً وضو کرائے، تولیہ پکڑائے اور جوتے اٹھائے وغیرہ۔

(۲) جو سفر میں تیرے ساتھ جائے۔

یعنی سفر کی خدمت سنبھالے مثلاً سواری کا انتظام کرے اور سفر میں راحت و آرام کا بندوبست کرے وغیرہ۔

(۳) جو گھر کی خدمت کرے۔

مثلاً سودا سلف لا کر دے، بچوں کو کھلائے، بہلائے اور مہمانوں کی خدمت کا نظم سنبھالے وغیرہ۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سواری کیلئے تین جانور کافی سمجھنا

(۱) اپنی سواری کیلئے۔

(۲) اپنا سامان لادنے کیلئے۔

(۳) اپنے خادم کی سواری کیلئے۔

اور اب میرے پاس غلاموں اور سواریوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے اس پر بہت مغموم و پریشان ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حال میں ملونگا؟ ایسا نہ ہو کہ یہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکدر کا باعث بن جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے محرومی ہو جائے۔

فائدہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دین کیلئے جو مشکلات برداشت کیں اور اپنا مال و جان اس پر لگا اور کھپا دیا تو اللہ تعالی نے اسکا صلہ انکو آخرت کی دائمی رضامندی کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی دیا کہ بڑے بڑے ممالک کی فتوحات عطا فرمائیں اور خزانوں کے دہانے کھول دیئے جنکی وجہ سے بڑی بڑی جاگیریں ملیں، خدام، غلام اور اعلی سواریاں میسر آئیں تو انکو دیکھ کر بہت سارے صحابہ کرامؓ کو یہ فکر دامن گیر ہو گئی کہ کہیں انکے مجاہدات اور قربانیوں کا صلہ انکو دنیا ہی میں تو نہیں دیدیا گیا۔ اور انکو یہ فکر کیوں نہ لاحق ہوتی کہ انکے اور ہمارے آقا و مرشد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان انکے سامنے تھا کہ "تم پر

مجھے فقر کا اندیشہ نہیں بلکہ دنیا کی بہتات کا ڈر ہے کہ کہیں تم اسکی لذتوں میں کھو کر آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ'' لیکن صحابہ کرام حضور ﷺ کے تعلیم یافتہ تھے وہ کب دنیا کے دھوکے میں آنے والے تھے دنیا انکے پاس ذلیل ہو کر آتی تھی، عرب وعجم کو اللہ تعالی نے انکے لئے مسخر کر دیا تھا، سونے چاندی کے ڈھیر لگ گئے تھے، ملبوسات کی فراوانی ہوگئی تھی بادشاہوں کی استعمالی اشیاء انکے گھروں میں پہنچ گئی تھیں لیکن مجال ہے کہ یہ چیزیں انکو آخرت سے کچھ بھی غافل کر سکی ہوں اس حدیث مبارک میں یہی صورتحال واضح ہو رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ پر دنیا کی کثرت آخرت سے غفلت کا باعث نہیں بنی بلکہ مزید خوف وخشیت کا باعث بنی۔ رضی اللہ عنھم وارضاھم۔

فائدہ:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت استحباب کے درجے میں تھی کیونکہ حلال ذرائع سے جتنا بھی مال حاصل ہو جائے اسکا رکھنا کوئی ممنوع نہیں بشرطیکہ اسکے حقوق واجبہ مثلاً زکوۃ وغیرہ کا خیال رکھا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ان ھذا المال حلوۃ من اخذہ بحقہ ووضع فی حقہ فنعم المعونۃ ھو ومن اخذہ بغیر حقہ کان کالذی یاکل ولا یشبع۔ (بخاری: کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، رقم ۵۹۴۷)

کہ یہ مال میٹھا ہے جو اسکو جائز طریقے سے حاصل کرے اور جائز جگہ میں خرچ کرے تو یہ بہترین مددگار ہے اور جو اسکو ناجائز طریقے سے حاصل کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھائے اور اسکی بھوک نہ مٹے۔ اگر اسکو فرض کے درجے میں سمجھا جائے تو جہاں حضرت ابوعبیدہؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا فرض کو چھوڑنا لازم آئے گا وہیں آپ کا یہ حکم قرآن وحدیث کی دیگر نصوص کے بھی خلاف ہو جائے گا، اور یہ بات نہ نبی سے ممکن ہے نہ صحابی سے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا کچھ تذکرہ۔

حضرت عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری المعروف ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، آپ ان دس خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جنکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیکر جنتی ہونے کی خوشخبری دی جنکو اصطلاحی اعتبار سے "العشرة المبشرة بالجنة" کا نام دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو "امین هذه الامة" یعنی "اس امت کا امین" کا قابل رشک لقب خصوصی طور پر عطا فرمایا، ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اسلئے اسلام کیلئے بہت مشقتیں برداشت کیں، حبشہ اور مدینہ کی دونوں ہجرتیں آپکے حصے میں آئیں، مواخات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے عظیم القدر، سردار صحابی کے ساتھ آپکا بھائی چارہ قائم فرمایا، جنگ بدر سے تبوک تک کی تمام جنگوں میں شرکت فرمائی، جنگ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں خود کی دو کڑیاں گھس گئی تھیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں ہی یہ سعادت آئی کہ اپنے دانتوں کے ساتھ ان کڑیوں کو باہر نکالا اور اسمیں آپکے دو دانت شھید ہوئے انکی خوش بختی کا کیا منظر ہوگا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کے ساتھ انکے لب مبارک اور دانت مبارک مس کر رہے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا اعتماد آپکو حاصل تھا؟ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی حیات مبارک میں کئی جگہ امیر یعنی اپنا نائب بنا کر بھیجا ایک مرتبہ آپؐ نے اہل علاقہ کو فرمایا کہ میں تمہارے اوپر ایک ایسے آدمی کو امیر بنا کر بھیجوں گا جو امانت کا حق ادا کرنے والا ہے سب لوگوں کی نظریں لگ گئیں کہ ایسا خوش نصیب کون ہوگا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا اعتماد ہے اور اگلے دن آپؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو نامزد فرما دیا آپؓ نے خدمتِ دین کیلئے کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے امیر مقرر کیے گئے ۱۸ھ میں شام ہی میں مشہور وبائی مرض طاعون عمواس میں انکا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

رضی الله عنه وارضاه وجزى الله عنا وعن جميع المسلمين۔

﴿۲۳﴾
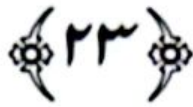
تین شخصوں پر جنت حرام

(۱) شرابی (۲) والدین کا نافرمان (۳) دیوث

حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُّ، وَالدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّ فِیْ اَهْلِهِ الْخَبَثَ۔

(مسند احمد: مسند المکثرین، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، رقم الحدیث ۵۱۱۷)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے (۱) شرابی پر (۲) والدین کے نافرمان پر (۳) دیوث پر یعنی جو اپنے گھر میں خباثت کو جگہ دے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین بدبختوں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر جنت حرام کر دی گئی ہے کہ وہ جہنم کا منہ دیکھے بغیر سیدھے جنت میں کبھی نہیں جا سکتے۔

(۱) شرابی۔

اسکی تفصیل چہل حدیث نمبر ۲ کی حدیث نمبر ۲۸ کے تحت صفحہ نمبر ۲۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)والدین کا نافرمان۔

اسکی تفصیل چہل حدیث نمبر۲ میں حدیث نمبر۴ صفحہ نمبر ۱۸۸، اور حدیث نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۲۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۳)دیوث۔

اسکی تفصیل چہل حدیث نمبر۲ میں حدیث نمبر ۲۷ کے تحت صفحہ نمبر ۲۶۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۲۴﴾
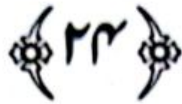
حاضرین جمعہ کی تین قسمیں

(۱) دعا میں مشغول (۲) خاموش ہو کر سننے میں مشغول (۳) دوران خطبہ لغو میں مشغول

حدیث:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةٌ: رَجُلٌ حَضَرَهَا بِدُعَاءٍ وَّ صَلٰوةٍ فَذَالِكَ رَجُلٌ دَعَا رَبَّهٗ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهٗ، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِسُكُوْتٍ وَّ إِنْصَاتٍ فَذَالِكَ هُوَ حَقُّهَا، وَرَجُلٌ يَحْضُرُهَا يَلْغُوْ فَذَالِكَ حَظُّهٗ مِنْهَا۔

(مسند احمد: مسند المکثرین، مسند عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، رقم الحدیث ۶۴۱۴)

ترجمہ:

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاضرین جمعہ تین قسم کے ہیں (۱) وہ آدمی جو جمعہ میں دعا اور نماز کے ساتھ حاضر ہوا پس اس آدمی نے اپنے رب سے مانگا ہے اگر وہ چاہے گا تو اسکو عطا کردے گا اور اگر چاہے گا تو نہیں عطا کرے گا (۲) وہ آدمی جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ حاضر ہوا اور یہی اسکا حق ہے (۳) وہ آدمی جو حاضر ہو کر لغویات کا ارتکاب کرتا رہا پس اسکو اس جمعہ سے یہی حصہ ملے گا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں خطبۂ جمعہ کے آداب کے اعتبار سے حاضرین جمعہ کی تین قسمیں اور

انکا حکم بیان کیا گیا ہے۔

خطبۂ جمعہ کے وقت باادب ہوکر قبلہ رخ بیٹھنا اور خاموشی وتوجہ سے خطبہ سننا اور کسی لہو ولعب میں مشغول نہ ہونا خطبہ کے آداب میں سے ہے، دوران خطبہ نہ سلام جائز ہے نہ سلام کا جواب، نہ کلام جائز ہے نہ کسی سے خطاب، نہ نماز جائز ہے نہ کسی کو آواز۔ حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی دوران خطبہ بول رہا ہو تو اسکو خاموش کرانے کیلئے کچھ کہنا بھی لغو میں شمار ہوتا ہے ایسے موقع پر اشارے سے روکا جاسکتا ہے زبان سے نہیں۔

توان آداب کے خیال رکھنے نہ رکھنے کے اعتبار سے حاضرین جمعہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دوران خطبہ دعاؤں میں مشغول۔

یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ یہ خاموش ہوکر اور ہمہ تن متوجہ ہوکر خطبہ سنتا مگر یہ ایسا نہیں کررہا بلکہ خطیب خطبے میں مشغول ہے اور یہ اپنی حاجات کیلئے دعائیں مانگنے میں مشغول ہے اگرچہ یہ پہلے کی طرح لغویات میں مشغول نہیں تاہم خطبے کا جو لازمی ادب ہے توجہ سے سننا، اسکا خیال بھی نہیں کررہا۔ تو اسکے بارے میں فرمایا کہ اسکا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو وہ اپنے حلم وفضل کی بناء پر اسکو معاف کرکے مکمل اجر وثواب عطا فرمائے اور اسکی دعائیں قبول فرمائے اور چاہے تو خطبہ نہ سننے کے گناہ کی وجہ سے اسکی دعائیں قبول نہ کرے اور اسکو اجر وثواب بھی پورا نہ دے۔

(۲) دوران خطبہ توجہ وانہماک سے سننے میں مشغول۔

یہ آدمی خطبۂ جمعہ پوری توجہ وانہماک سے سن رہا ہے کوئی لغو کام یا لغو کلام نہیں کررہا اور آگے پہنچنے کیلئے لوگوں کی گردنوں کو بھی نہیں پھلانگ رہا، اور دو آدمیوں کے درمیان زبردستی گھس کر بھی نہیں بیٹھ رہا غرض کسی کو بھی اپنے کسی بھی عمل سے کوئی اذیت نہیں پہنچارہا۔ تو اسکے بارے میں فرمایا کہ اسکا اس طرح مکمل آداب کی رعایت کے ساتھ جمعہ ادا کرنا اسکے گزشتہ ہفتہ اور تین دن مزید یعنی گزشتہ دس دنوں کے گناہوں کیلئے کفارہ بن جائیگا۔ اور تائید میں یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ کہ جو آدمی کوئی نیکی کرتا ہے اسکو دس گنا اجر وثواب ملتا ہے۔

(ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب الکلام والامام یخطب، رقم ۹۳۹)

(۳) دوران خطبہ لغو میں مشغول۔

یعنی خطبۂ جمعہ شروع ہے اور یہ چل پھر رہا ہے، بات چیت کر رہا ہے، مسجد کی دیواروں پر لگے چارٹوں پر نظر گھما رہا ہے، موبائل سے میسج پڑھ رہا ہے، میسج بھیج رہا ہے، مس کالیں دے رہا ہے، کالیں سن رہا ہے یا اس طرح کے اور کسی بے ہودہ کام میں مشغول ہے۔ اسکے بارے میں فرمایا کہ اسکو اجر وثواب بھی ایسا ہی ملے گا یعنی جس طرح یہ لغویات میں مشغول ہے اسکا اجر وثواب بھی لغو جائیگا، خطبہ سننے پر جو اجر وثواب ملتا ہے یہ اس سے یکسر محروم رہے گا۔

اللہ تعالی اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

﴿۲۵﴾

تین باتیں جنت کے داخلے کا سبب

(۱) اللہ کو رب ماننے پر راضی رہنا (۲) اسلام کو دین ماننے پر راضی رہنا

(۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی رہنا

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ فَقَالَ: یَا اَبَا سَعِیْدٍ ثَلٰثَۃٌ مَنْ قَالَھُنَّ دَخَلَ الْجَنَّۃَ: قُلْتُ: مَاھُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا ،وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ،وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، ثُمَّ قَالَ: یَا اَبَا سَعِیْدٍ! وَالرَّابِعَۃُ لَھَا مِنَ الْفَضْلِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَھِیَ الْجِھَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۰۶۷۹)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے ابو سعید جو شخص تین چیزوں کا قائل ہو وہ جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ تین چیزیں کونسی ہیں آپؐ نے فرمایا (۱) آدمی راضی ہو اللہ کو رب مان کر (۲) اسلام کو دین مان کر (۳) اور محمد کو رسول مان کر۔ پھر فرمایا اے ابو سعید ایک چوتھی چیز ہے جسکو ایسی فضیلت ہے کہ جیسے آسمان و زمین کے درمیان اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسی تین چیزیں مذکور ہوئی ہیں جن کا قائل ضرور جنت میں جائیگا یعنی اس پر جنت واجب ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) اللہ کو رب ماننے پر راضی رہنا۔

یعنی اللہ تعالی کو اپنا خالق، مالک اور رازق سمجھے اور یہ یقین کرے کہ مجھے پالنے والا اور مجھے روزی پہنچانے والا وہی ہے کیونکہ پوری کائنات کو اسی نے پیدا کیا ہے اور حصول رزق کے تمام اسباب اور تحصیل رزق کی جملہ قوتیں اللہ ہی کی پیدا کردہ اور عطا فرمودہ ہیں۔

(۲) اسلام کو دین ماننے پر راضی رہنا۔

یعنی اسلام کو اللہ تعالی کا آخری دین ہدایت، اسکی طرف سے عطا کیا ہوا کامل ضابطۂ حیات، مکمل دستور العمل اور پورا نظامِ زندگی سمجھے، اور یہ یقین کرے کہ اسلام کے علاوہ اب کوئی اور دین اللہ کے ہاں نہ قابل قبول ہے، نہ ذریعۂ نجات ہے، کوئی خود ساختہ دین ہو یا سابقہ آسمانی مذہب اب دنیا کی سیرابی اس سے ممکن نہیں، دنیا آخرت کی کامیابی و کامرانی کیلئے صرف اور صرف ایک شاہراہ عمل ہے اور وہ اسلام ہے۔

(۳) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی رہنا۔

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نمائندہ، پیغامبر اور اپنا نبی و رسول سمجھے، آپ کی ختم نبوت پر ایمان لائے، آپ کی اتباع واطاعت کو اپنے اوپر واجب سمجھے، اور یہ یقین کرے کہ مجھے دنیا کی تمام تر کامیابیاں آپکی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہوں گی، اور دونوں جہانوں کی عزتیں اور نعمتیں آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے سے ہی ملیں گی۔

آخر میں جہاد کی فضیلت بھی بیان فرمادی کہ مجاہد کو قاعد یعنی غیر مجاہد پر کم سے کم جو فضیلت حاصل ہے وہ درجے کی اتنی بلندی ہے کہ مجاہد اور قاعد کے مرتبے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا۔

﴿۲۶﴾

قرآن کو پڑھنے والے تین قسم کے لوگ

(۱) مؤمن (۲) منافق (۳) فاجر

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: یَکُوْنُ خَلْفٌ بَعْدَ سِتِّیْنَ سَنَةً اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ثُمَّ یَکُوْنُ خَلْفٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَایَعْدُوْ تَرَاقِیَهُمْ ،وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ ثَلٰثَةٌ: مُؤْمِنٌ، وَ مُنَافِقٌ، وَفَاجِرٌ۔ قَالَ بَشِیْرٌ :فَقُلْتُ لِلْوَلِیْدِ:مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةُ؟ فَقَالَ: اَلْمُنَافِقُ کَافِرٌ بِهٖ، وَالْفَاجِرُ یَتَأَکَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ یُؤْمِنُ بِهٖ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۰۹۱۲)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۶۰ھ کے بعد کچھ ایسے ناخلف ہوں گے جو نماز کو ضائع کر دینگے اور شہوات کے پیچھے لگ جائیں گے پس وہ ضرور جہنم میں جائینگے پھر کچھ ناخلف ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھینگے لیکن قرآن انکے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔اور قرآن کو تین طرح کے لوگ پڑھیں گے (۱) مومن (۲) منافق (۳) فاجر۔

بشیر بن عمرو الخولانیؒ کہتے ہیں میں نے اپنے استاد ولید سے پوچھا کہ ان تین کا پڑھنا کس طرح ہوگا؟ تو انہوں نے کہا کہ منافق اسکا کفر کرنے

والا ہوگا اور فاجر اسکی وجہ سے کھائے گا یعنی کمائی کا ذریعہ بنائے گا اور مومن اس پر ایمان لائے گا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں قرآن کے پڑھنے والوں کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مؤمن۔

یہ قرآن مجید کو کلام الٰہی ،فرمان خدا ،صحیفۂ ہدایت اور دستور زندگی سمجھ کر پڑھتا ہے، پھر اسکو پڑھ کر اللہ تعالی کے بیان فرمودہ مواعظ اور عبرتوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے، اسکے اوامر ونواہی کی جستجو کرتا ہے، اسکے حلال وحرام کو تلاش کرتا ہے پھر اسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے اور اپنی پوری زندگی اسکے تابع ہوکر اور اسکی عملی تصویر بن کر گزارتا ہے۔الغرض یہ قرآن کو پڑھتا بھی ہے، اس پر ایمان بھی رکھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو اسکے مؤمن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

(۲) منافق۔

یہ دل سے قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں سمجھتا، صحیفۂ ہدایت نہیں مانتا لیکن بزدلی سے یا اور کسی وجہ سے اسکا کھل کر اظہار نہیں کرتا بلکہ زبان سے اسکو کلام خدا بتلاتا ہے، لوگوں کے سامنے مجبوراً کچھ احکام پر عمل بھی کرتا ہے لیکن اندر سے اسکو معاذ اللہ لایعنی سمجھتا ہے، اسکے حلال وحرام کو پڑھتا اور جانتا ہے لیکن دل سے مانتا نہیں، نہ اسکے مطابق زندگی کو ڈھالتا ہے، یہ اگر چہ اپنی زبان سے اپنے آپ کو مؤمن کہتا ہے مگر اللہ کے ہاں یہ قطعاً مؤمن نہیں ہے بلکہ پورا پورا کافر ہے اور اصطلاحاً منافق ہے جسکی سزا کافر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ارشاد خداوندی ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (النساء:۱۴۵) کہ منافق لوگ جہنم کے نچلے سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

(۳) فاجر۔

یہ عقیدے کے اعتبار سے قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے دستور زندگی نہیں بناتا، اسکے حلال وحرام کو جانتا بھی ہے اور مانتا بھی ہے لیکن عملی طور پر اپناتا نہیں ۔اسکا پڑھنا پڑھانا، سمجھنا سمجھانا محض ذریعہ معاش کے طور پر ہے، یہ عقیدے کے اعتبار سے مؤمن ہے لیکن عمل کے اعتبار سے اس میں اور کافر میں کوئی خاص فرق نہیں، یہ مؤمن کامل جیسا تو ہرگز نہیں ہے لیکن منافق سے بہرحال بہتر ہے ممکن ہے اللہ تعالی اسکو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکو جہنم کی سزادے، تاہم اتنی بات طے ہے کہ یہ کافر و منافق کی طرح ہمیشہ کیلئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔

حضور ﷺ کی پیشینگوئی:

حدیث مبارک کے ابتدائی حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی کا ذکر ہے جو پورے طور پر یزید پر منطبق ہوتی ہے کیونکہ اسکی خلافت ۶۰ھ سے شروع ہوئی اور اسکی عادات واطوار بھی کچھ ایسی ہی تھیں جیسے حدیث پاک میں مذکور ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے کرتوتوں کا علم پہلے ہی دیدیا گیا تھا حالانکہ اسکی پیدائش بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً ۱۵ سال بعد ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص صحابہؓ کو اس بارے آگاہ بھی فرمادیا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ جو علم حدیث میں آپ کے خصوصی شاگرد تھے اپنی دعاؤں میں یہ دعا بہت اہتمام سے مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بك من راس الستبن و امارة الصبیان کہ اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں ساٹھویں سال سے اور چھوکروں کی بادشاہت سے۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی: آخر ذکر معاویہ بن ابی سفیانؓ، صفحہ نمبر ۲۰۵)

یزید نے رجب ۶۰ھ میں اقتدار سنبھالا جبکہ اسکی عمر صرف ۳۵ سال تھی۔

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ۵۹ھ میں انتقال فرما گئے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

﴿۲۷﴾

مجالس تین قسم کی

(۱) سالم (۲) غانم (۳) شاجب

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ الْمَجَالِسَ ثَلٰثَۃٌ: سَالِمٌ ،وَ غَانِمٌ، وَشَاجِبٌ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۱۲۹۳)

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجالس تین قسم کی ہیں (۱) سالم (۲) غانم (۳) شاجب۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں نفع ،نقصان کے اعتبار سے مجالس کی تین قسمیں ارشاد فرمائی گئی ہیں ۔

(۱) سالم (سلامتی والی)

یعنی ایسی مجلس جس میں نہ کوئی فائدہ پہنچے نہ نقصان نہ دنیوی نہ اخروی۔ فائدہ مند نہ ہونے کے اعتبار سے اگر چہ یہ مجلس سود مند نہیں تاہم مضرت ونقصان سے خالی ہونے کی بناء پر اسکو سالم یعنی سلامتی والی مجلس کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کوئی بڑا نقصان ہونے سے بچ گیا۔ یہ اچھی اور بری مجلسوں

کے درمیان اعراف کی حیثیت رکھتی ہے کہ نہ اسمیں اچھی مجلس والی خوبیاں ہیں نہ بری مجلس والی خرابیاں ،نہ نفع نہ نقصان، نہ کچھ آیا نہ کچھ گیا، یہ بری مجلس سے بہتر ہے اور اچھی مجلس اس سے بہتر ہے۔

(۲) غانم (فائدہ مند)

یعنی وہ مجلس جس سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ پہنچے مثلاً کوئی افادے، استفادے کی علمی مجلس ہے ،تصوف وتزکیۂ باطن کی روحانی مجلس ہے ،دعوت وتبلیغ ،فکر آخرت کی ایمانی مجلس ہے ،حمد ونعت کی نورانی مجلس ہے ،گھر ، محلے ،شہر یا ملک کے انتظامی مسائل سلجھانے کی مجلس ہے ،رقابتوں ،عداوتوں دشمنیوں اور ناچاقیوں کو ختم کرا کے باہم شیر وشکر کرانے کی مجلس ہے ،دنیا بنانے یا آخرت سنوارنے کی مجلس ہے ،الغرض کوئی بھی تعمیری مجلس جس سے دنیا آخرت کا کچھ بھی فائدہ حاصل ہو غانم مجلس ہے۔

(۳) شاجب (مہلک ،نقصان دہ)

یعنی ایسی مجلس جس میں دنیا یا آخرت کی ہلاکت یا نقصان ہو مثلاً شراب وکباب کی مجلس ہو ،طاؤس ورباب کی مجلس ہو ،طرب ومستی کی مجلس ہو ،رقص وسرود کی مجلس ہو ،عیش وعشرت کی مجلس ہو ،فسق وفجور کی مجلس ہو ،گالم گلوچ اور واہی تباہی کی مجلس ہو ،چوری ،ڈاکے ،زنا اور کسی بھی گناہ یا اسکی منصوبہ بندی کی مجلس ہو ،الغرض کوئی بھی تخریبی مجلس جس سے دنیا ،آخرت کا کچھ بھی نقصان ہو شاجب مجلس ہے۔

صحبت کا اثر:

مجلس اور صحبت انسان پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے کیونکہ انسان فطری طور پر نقال واقع ہوا ہے ،وہ جو کچھ اپنے دوستوں ،ہم نشینوں کو کرتے دیکھتا ہے اسی جیسا کرنے کی اپنے اندر امنگ پاتا ہے اسلئے داناؤں نے ہمیشہ بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔

؎ صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

کہ نیک آدمی کی صحبت تجھ کو نیک بنائے گی ،اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا بنائے گی۔

اللہ تعالی نے بھی اپنے کلام مقدس میں اسی چیز کا حکم دیا چنانچہ ارشاد فرمایا یا ایھا الذین

امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین (التوبہ:۱۱۹) کہ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کی صحبت اور معیت اختیار کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بری ہم نشینی کو بہت پیاری اور دل نشین مثال کے ساتھ واضح فرمایا ہے ارشاد فرمایا

مثل الجلیس الصالح کمثل صاحب المسك ان لم یصبك منه شیئی اصابك من ریحه ومثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سواده اصابك من دخانه ۔ (ابوداود، کتاب الادب، باب من یؤمران یجالس، رقم ۴۱۹۱)

کہ نیک ہم نشین کی مثال مشک وکستوری والے کی ہم نشینی کی طرح ہے اگر تجھے اس سے کستوری نہ بھی ملی تو اسکی خوشبو تو پہنچ ہی جائیگی ۔اور برے ہم نشین کی مثال بھٹی والے کی ہمنشینی کی طرح ہے کہ اگر اسکی کالک نہ بھی لگی تو اسکا دھواں تو ضرور پہنچے گا۔

نیز ارشاد فرمایا:

الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة ۔
(مشکوۃ شریف، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، رقم ۴۱۴)
کہ برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے اور اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی مجالس میں شرکت نصیب فرمائے اور بری مجالس سے دوری عطا فرمائے۔

﴿۲۸﴾

تین قسم کے مقتول فی سبیل اللہ

(۱) کامل مؤمن مقتول فی سبیل اللہ (۲) گناہگار مؤمن مقتول فی سبیل اللہ
(۳) منافق مقتول فی سبیل اللہ

حدیث:

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَلْقَتْلُ ثَلٰثَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَاتَلَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَالِكَ الشَّهِيْدُ الْمُفْتَخِرُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَ الْخَطَايَا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ مُحِيَتْ ذُنُوْبُهٗ وَخَطَايَاهُ اِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءُ الْخَطَايَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ فَاِنَّ لَهَا ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ اَبْوَابٍ وَبَعْضُهَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ، وَرَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰى اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يُقْتَلَ فَاِنَّ ذَالِكَ فِي النَّارِ اَلسَّيْفُ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ۔

(مسند احمد: مسند الشامیین، حدیث عتبہ بن عبد السلمی، رقم الحدیث ۱۶۹۹۸)

ترجمہ:

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتول تین قسم کے ہیں (۱) وہ مومن آدمی جو اللہ کے

راستے میں اپنی جان اور مال کے ساتھ لڑا جب اسکی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس سے لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا پس یہ قابل فخر شہید ہے جو اللہ کے عرش کے نیچے اس کے خیمہ میں ہوگا اور انبیاء اس سے صرف ایک درجہ درجۂ نبوت کی وجہ سے بڑھے ہوئے ہوں گے (۲) وہ مومن جس نے اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے کئی معاصی اور گناہ کیئے اس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا یہاں تک کہ جب اسکی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو وہ خوب لڑا یہاں تک کہ قتل ہو گیا تو اسکے گناہ اور معاصی مٹا دیئے جائینگے کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹا دینے والی ہے اور اسکو جنت میں جس دروازے سے وہ چاہے گا داخل کیا جائے گا کیونکہ اسکے آٹھ دروازے ہیں اور بعض بعض سے افضل ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں۔ (۳) منافق آدمی جس نے اپنی جان اور مال سے جہاد کیا یہاں تک کہ جب اسکی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا پس یہ شخص جہنم میں جائیگا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایمان، اخلاص اور نیکی کے اعتبار سے مجاہدین مقتولین فی سبیل اللہ کی تین قسمیں اور انکا درجہ وحکم بیان کیا گیا ہے۔

(۱) کامل مؤمن مقتول فی سبیل اللہ۔

یہ اپنے کمال ایمان یعنی تقوی اور پرہیزگاری کی وجہ سے مقام صدیقیت پر فائز ہوگا اور جہاد فی سبیل اللہ میں مقتول ہو جانے کیوجہ سے مقام شہادت پر فائز ہوگا اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف ایک درجہ نیچے ہوگا ورنہ صرف شہید یعنی مقام صدیقیت نہ رکھنے والا ایک درجہ نہیں بلکہ دو درجے نیچے ہوگا کیونکہ درجات کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے اونچا درجہ انبیاء کا ہے پھر صدیقین کا پھر

شھداء کا اور پھر صالح مؤمنین کا۔

(۲) گناہگار مؤمن مقتول فی سبیل اللہ۔

یہ عمل کے اعتبار سے اگر چہ کمزور ہے تا ہم اسکے ایمان میں کوئی نقص نہیں ہے پس ایمان اور شھادت کی وجہ سے اسکے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور اسکو شھادت کا اعزاز دینے کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے اسکے لئے کھول دیئے جائیں گے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ تاہم مقام صدیقیت پر فائز نہ ہونے کی وجہ سے یہ پہلے سے کم درجے میں ہوگا۔

(۳) منافق مقتول فی سبیل اللہ۔

یعنی فی سبیل اللہ کوئی جنگ ہو رہی ہے اور کوئی شخص حقیقی ایمان بالکل نہیں رکھتا لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے زبان سے اسکا اظہار کرتا ہے پھر قومی عصبیت یا کسی تمغے کے حصول کیلئے اس جنگ میں شریک ہو جاتا ہے تو ایسا شخص چونکہ درحقیقت کافر ہے جسکا کوئی بھی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں ہر نیک عمل کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے من یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ (الانبیاء:۹۴) کہ جو شخص نیک عمل کرے بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو اسکی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اسلئے یہ باوجود راہ خدا میں کٹ مرنے کے بھی جنت میں نہ جائے گا بلکہ جہنم کا ایندھن ہی بنے گا۔اعاذنا اللہ من ذالک۔

﴿۲۹﴾

واعظ تین قسم کے

(۱)امیر (۲)مامور (۳)مختال

حدیث:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اَلْقُصَّاصُ ثَلٰثَةٌ: اَمِيْرٌ، اَوْ مَاْمُوْرٌ، اَوْ مُخْتَالٌ۔

(مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث عوف بن مالک، رقم الحدیث ۲۲۸۴۹)

ترجمہ:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے وعظ وتقریر کرنے والے تین ہیں (۱)امیر (۲) مامور (۳) بڑا بننے والا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں وعظ ونصیحت کیلئے خطاب کرنے والوں کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں جس سے انکا حکم بھی عیاں ہوتا ہے۔

(۱)امیر (حاکم وقت)

وعظ ونصیحت کی اصل ذمہ داری امیر یعنی حاکم وقت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اسکے ذمے ہے پوری قوم کو سنبھالنا اور انکو انکا دینی و دنیوی نفع نقصان سمجھانا اور حال کی رہنمائی فراہم کرنا تو اسکا وعظ ونصیحت کے لئے قوم سے خطاب کرنا اپنی ذمہ داری کو نبھانا اور اپنے فریضے سے سبکدوش ہونا ہے، جس پر یہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

(۲) مامور (امیر کیطرف سے مقرر کیا ہوا)

امیر کسی وجہ سے اپنی ذمہ داری خود پوری کرنے سے قاصر ہے تو وہ بااعتماد آدمی کو اسکے لئے مقرر کرتا ہے جو اسکی نیابت میں یہ ذمہ داری نبھاتا ہے مثلاً ہر بڑے شہر میں اپنی طرف سے خطیب مقرر کرتا ہے تو اسکا خطاب کرنا بھی اپنے فرض کی تکمیل ہے یہ بھی اس پر اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

(۳) مختال (بڑا بننے والا)

یہ نہ امیر ہے نہ مامور، نہ قوم نے اسکو ذمہ داری سونپی ہے نہ امیر نے، اسکو صرف بڑا بننے کا شوق ہے اسلئے یہ زبردستی یہ منصب سنبھالتا ہے اسکا وعظ ونصیحت کا منصب سنبھالنا سوائے خودرائی و خودنمائی کے اور کچھ نہیں یہ ایک مقدس آڑ میں اپنی ذات کو چمکانا چاہتا ہے تو اسکا مجلس وعظ منعقد کرنا یا کسی اور عنوان سے اپنے گرد حلقہ قائم کرنا باعث اجر نہیں بلکہ موجب وبال ہے۔

موجودہ زمانے میں اسکا انطباق یوں بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد کا مقرر امام وخطیب بمنزلہ امیر کے ہے کیونکہ پوری جماعت نے اسکو اس مقصد کیلئے منتخب کیا ہے، مقرر امام وخطیب کے نہ ہونے کی صورت میں اسکی طرف سے یا جماعت کی طرف سے مقرر کیا جانے والا نائب امام وخطیب بمنزلہ مامور کے ہے، اور ان دو سے ہٹ کر اور انکی اجازت کے بغیر کوئی خواہ مخواہ ٹانگ اڑائے تو وہ بمنزلہ مختال کے ہے جس کا مقصد دین کی خدمت نہیں بلکہ سستی شہرت حاصل کرنا یا کسی فتنے کی بنیاد ڈالنا ہوسکتا ہے۔

مسند احمد ہی کی ایک اور حدیث میں اسکی مزید وضاحت آئی ہے کہ اسی حدیث کے راوی حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ حمص کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک آدمی کے اردگرد جمگھٹا کئے بیٹھے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ یہ جمگھٹا کیوں ہے؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ کعب (غالباً کعب احبار) بیان کررہے ہیں، اور یہ لوگ اسکو سننے کیلئے جمع ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اسکا ناس ہو کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ لا یقص الا امیر او مامور او مختال (مسند احمد، مسند عوف بن مالک، رقم ۲۲۸۷۹) کہ بیان صرف تین آدمی کرتے ہیں امیر یا مامور یا اپنی بڑائی جتلانے والا۔ مقصد یہ تھا کہ جب یہ نہ امیر ہے نہ مامور تو اسکو بیان نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ اس

مجلس کے منعقد کرنے سے مختال کے زمرے میں چلا جائے گا جسکے بارے میں ارشاد خداوندی ہے ان الله لا یحب کل مختال فخور (لقمان:۱۸) کہ اللہ تعالی کسی بڑا بننے والے اور اترانے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

اللہ تعالی خودرائی وخودنمائی جیسے جذبوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

﴿۳۰﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو پسندیدہ چیزیں ملیں اور ایک نہ ملی

(۱) کھانا (۲) عورتیں (۳) خوشبو

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ: اَلطَّعَامُ، وَالنِّسَاءُ، وَالطِّيْبُ؛ فَاَصَابَ ثِنْتَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدَةً :اَصَابَ النِّسَاءَ وَالطِّيْبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ۔

(مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث السیدۃ عائشہؓ، رقم الحدیث ۲۳۳۰۲)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تین چیزوں کو پسند فرماتے تھے (۱) کھانا (۲) عورتیں (۳) خوشبو۔ پس آپؐ نے دو چیزیں پائیں اور ایک چیز نہ پائی۔ آپؐ نے عورتیں اور خوشبو پائی اور کھانا نہیں پایا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تین خواہشوں کا ذکر ہے جنکی خواہش ہر ایک صحت مند، توانا اور خوش مزاج آدمی فطری اور طبعی طور پر رکھتا ہے، اور دین فطرت نے بھی ان خواہشوں کو دبایا نہیں اور انکو ناجائز قرار نہیں دیا بلکہ ان چیزوں کا اتنا چسکہ جس سے حلال وحرام کا فرق اٹھ جائے صرف اس سے منع کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالی کے حلال وحرام کا التزام واہتمام کرنے والا اور کون ہوگا؟

اس سے یہ بتلانا بھی مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے دلدادہ اور جائیدادوں کے حریص نہیں تھے اور کڑور پتی اور ارب پتی بننے کے شوقین بھی نہیں تھے بلکہ آپؐ اس فانی دنیا سے معدودے چند خواہشیں ہی رکھتے تھے اور وہ بھی صرف حلال تک محدود۔

(۱) کھانا۔

یہ ہر ذی روح متنفس کی ضرورت بھی ہے اور خواہش بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بحیثیت متنفس اسکی ضرورت بھی رکھتے تھے اور خواہش بھی مگر حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہش کے باوجود یہ چیز فراوانی سے میسر نہیں آسکی۔ حضرت عائشہؓ کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ایک ایک اور دو دو ماہ گزر جاتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں چولہا تک نہ جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی، ص ۲۲۷)

اسکی زیادہ تر وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاض اور سخی طبیعت تھی کہ آپؐ دوسروں کو عطا فرماتے اور اپنے آپکو محروم رکھتے۔ پھر ہماری مائیں یعنی ازواج مطہرات بھی یہی مزاج رکھتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکو سال بھر کا راشن اکٹھا فراہم فرما دیتے تھے وہ اس میں سے اتنا صدقہ خیرات کرتیں کہ اپنے گھروں میں فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی، اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ و یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة (الحشر:۹) کی آیت انہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ سیرت وتاریخ میں ایسے کئی واقعات موجود ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اضطراری یعنی مجبوری کا نہیں تھا بلکہ اختیاری یعنی اپنی پسند سے تھا۔ اسکی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے رب نے مجھے یہ پیشکش فرمائی کہ وہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونا بنا دے لیکن میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھانا کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں جب بھوکا ہوں تو تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہوں تو تیری حمد اور شکر کروں۔ (مشکوۃ، ص ۴۴۲۔ ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی اللھم اجعل رزق آل

محمد قو تا (مشکوۃ،ص۴۴۰۔ متفق علیہ) کہ اے اللہ آل محمد کی روزی بقدر کفایت مقدر فرما۔

(۲) عورتیں۔

عورتوں کو اللہ تعالی نے مردوں کی دلجوئی کیلئے پیدا فرمایا ہے ارشاد خداوندی ہے ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا (الاعراف:۱۸۹) کہ اللہ تعالی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اسکی بیوی کو پیدا کیا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ تو یہ بھی ہر انسان کی طبعی اور فطری ضرورت ہے۔

ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وافر حصہ ملا ازواج مطہرات یعنی امہات المؤمنین کی تعداد گیارہ ہے اور یہ آپ ؐ ہی کی خصوصیت ہے ورنہ عامۃ المؤمنین کے لئے بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ آ پکی گھریلو زندگی اور خلوت کی زندگی بھی امت کے سامنے آسکے، نیز بیویوں کے ساتھ معاشرت بلکہ مباشرت کے طور طریقے اور احکام وآداب بھی امت سے اوجھل نہ رہیں کیونکہ آپ ؐ اللہ تعالی کی طرف سے مخلوق خدا کے لئے آخری اور کامل نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔

ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی:

ازواج مطہرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنھا۔ وفات ۱۰ نبوی۔

۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنھا۔ وفات ۲۲ ہجری۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنھما۔ وفات ۵۷ ہجری۔

۴۔ حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنھما۔ وفات ۴۵ ہجری۔

۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنھا۔ وفات ۴ ہجری۔

۶۔ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنھا۔ وفات ۶۲ ہجری۔

۷۔حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔وفات سنہ ۲۰ ہجری۔

۸۔حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔وفات سنہ ۵۶ ہجری۔

۹۔حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔وفات سنہ ۴۴ ہجری۔

۱۰۔حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔وفات سنہ ۵۰ ہجری۔

۱۱۔حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔وفات سنہ ۵۱ یا سنہ ۶۶ ہجری۔

اہم نکات:

☆ان میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں باقی سب بیوائیں تھیں۔

☆ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوئیں باقی سب کا انتقال آپؐ کے بعد ہوا۔

☆ حضرت خدیجہؓ جنت المعلی مکہ میں، حضرت میمونہؓ مقام سرف میں اور انکے علاوہ باقی سب جنت البقیع مدینہ میں مدفون ہیں۔

☆ آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے جنکا انتقال ہوا وہ حضرت زینب بنت جحش ہیں۔اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں وفات پانے والی حضرت میمونہ ہیں۔

(۳) خوشبو۔

ہر سلیم الفطرت اور پاکیزہ ذوق رکھنے والا خوشبو کو پسند کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو پسند فرماتے تھے پھر خوشبوؤں میں سے آپکو مشک (کستوری) ریحان اور عود کی خوشبو زیادہ پسند تھی۔

تاہم خوشبو کی آپ کو چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کا جسم مبارک پیدائشی طور پر معطر تھا آپ کے پسینے کی خوشبو مشک وعنبر سے زیادہ مہکنے والی تھی، کئی غرباء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر استعمال کرتے تھے، آپ کسی گلی سے گزر جاتے تو گلی اتنی مہک جاتی کہ بعد میں گزرنے والا شخص بآسانی اندازہ لگالیتا کہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

(مشکوۃ، ص ۵۱۷)

اسکے باوجود آپکا خوشبو استعمال کرنا شاید اسلیئے تھا کہ امت کیلیئے سنت بن جائے اور وہ اسکو سنت سمجھ کر اپنائے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ملائکہ معطر آدمی سے محبت کرتے ہیں اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں، اچھی روحوں کو خوشبو پسند ہوتی ہے اور بری روحوں کو بدبو پسند ہوتی ہے۔

(خصائل نبویؐ، بحوالہ زادالمعاد)

ایک دلچسپ حدیث:

یہاں ایک دلچسپ حدیث کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا جس کو علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''منبہات'' میں ذکر فرمایا ہے، آپؒ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) آپ کے چہرہ انور کا دیدار کرنا (۲) اپنے مال کو آپ پر قربان کرنا (۳) اپنی بیٹی کو آپ کے نکاح میں دینا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے عرض کی اے ابوبکر! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (۳) پرانا کپڑا۔

حضرت عثمان غنیؓ بول اٹھے اے عمر! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) بھوکوں کو کھانا کھلانا (۲) ننگوں کو کپڑا پہنانا (۳) قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

حضرت علیؓ نے کہا اے عثمان! آپ نے سچ فرمایا اور مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) مہمان کی خدمت کرنا (۲) گرمی میں روزہ رکھنا (۳) جہاد میں دشمن پر تلوار چلانا۔

اسی اثناء میں حضرت جبرائیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی

باتیں سن کر مجھے بھیجا ہے اگر میں دنیا والوں میں سے ہوتا تو بتاؤں کہ مجھے کونسی چیزیں پسند ہوتیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اے جبرائیل! بتلاؤ آپ کو کونسی چیزیں پسند ہوتیں؟

حضرت جبرائیلؑ نے عرض کی مجھے یہ تین چیزیں پسند ہوتیں:

(۱) بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا (۲) غریب عبادت گزاروں کی خبر گیری کرنا (۳) عیالدار تنگدستوں کی مدد کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں:

(۱) اپنی طاقت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنا (۲) اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانا (۳) فقر و فاقہ کی حالت میں صبر کرنا"

(منبہات ابن حجر صفحہ نمبر ۴۵)

اللہ تعالیٰ اس "عطر مرکب" سے ہمیں خوشبو لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿۳۱﴾

تین اعمال نامے

(۱) ایسا اعمال نامہ جسکی اللہ کچھ زیادہ پرواہ نہیں کرے گا (۲) ایسا اعمال نامہ جسمیں سے اللہ کچھ نہیں چھوڑے گا (۳) ایسا اعمال نامہ جسکو اللہ بالکل معاف نہیں کرے گا

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلدَّوَاوِیْنُ عِنْدَاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثَلٰثَةٌ :دِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ شَیْئًا، وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَیْئًا ،وَدِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُهُ اللّٰهُ۔ فَاَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَایَغْفِرُهُ اللّٰهُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ، وَاَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ شَیْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ رَبِّهٖ مِنْ صَوْمِ یَوْمٍ تَرَكَهٗ اَوْ صَلٰوةٍ تَرَكَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَغْفِرُ ذَالِكَ وَیَتَجَاوَزُ اِنْ شَاءَ، وَاَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَا یَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَیْئًا فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا، اَلْقِصَاصُ لَا مَحَالَةَ۔

(مسند احمد: باقی مسند الانصار، باقی السند السابق، رقم الحدیث ۲۴۸۳۸)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے ہاں تین قسم کے اعمال نامے ہوں گے (۱) ایسا اعمال نامہ جسکی اللہ کچھ پرواہ نہیں کرے گا (۲) ایسا اعمال نامہ جس میں سے اللہ کچھ نہیں چھوڑے گا (۳) ایسا اعمال نامہ جسکو اللہ تعالی معاف نہیں

فرمائے گا۔ پس وہ اعمال نامہ جسکو اللہ معاف نہیں فرمائیگا وہ اللہ کے ساتھ شرک
کرنا ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے انہ من یشرک الایۃ کہ جس نے اللہ کے ساتھ
شریک ٹھہرایا تو اللہ تعالی نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اور وہ اعمال نامہ
جسکی اللہ کچھ زیادہ پرواہ نہیں کریگا وہ ہے بندے کا اپنے اور اپنے رب کے
درمیان کیئے گئے معاملات و معاہدات کو پورا نہ کر کے اپنے اوپر ظلم کرنا مثلاً
اس طرح کہ کسی دن روزہ چھوڑ دیا، یا کوئی نماز چھوڑ دی تو اللہ تعالی اگر چاہے گا
تو اسکو بخش دے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ اعمال نامہ جس میں سے اللہ
تعالی کچھ نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کے آپس کے مظالم ہیں کہ ان میں
بہر صورت بدلہ دینا ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں گناہوں کے قابل بخشش یا نا قابل بخشش ہونے کے اعتبار سے
اعمال ناموں کی تین قسمیں بتلائی گئی ہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر جو حقوق واجب
کیئے ہیں انکو ابتداء دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ پھر حقوق اللہ کی دو
قسمیں بنائی جاسکتی ہیں (۱) وہ حقوق جنکا تعلق اللہ تعالی کی وحدانیت کے اقرار سے ہے (۲) وہ حقوق
جن کا تعلق اسکی بندگی کے اظہار سے ہے۔ اس طرح کل تین قسم کے حقوق ظاہر ہوئے حدیث بالا میں
ان میں سے ہر ایک کا حکم واضح کیا گیا ہے۔

(۱) وہ حقوق اللہ جنکا تعلق وحدانیت کے اقرار سے ہے۔

انکے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسمیں بالکل معافی نہیں چلے گی کیونکہ شرک کا مطلب کھلم کھلا
بغاوت ہے، مشرک اللہ کا باغی ہے، جب ایک ملک میں دو فرماں رواؤں کی گنجائش نہیں تو ایک کائنات
میں دو خداؤں کی گنجائش کیسے ہوسکتی ہے؟ اور جس طرح دنیا کے کسی ملک میں باغی قابل معافی نہیں ہے
تو اسی طرح آخرت میں خدا کا باغی بھی قابل معافی نہیں۔

(۲) وہ حقوق اللہ جنکا تعلق بندگی کے اظہار سے ہے۔

انکے بارے میں فرمایا کہ انمیں اللہ تعالی اپنے فضل کو بہت کام میں لائے گا چنانچہ نماز، روزہ و دیگر عبادات کی کوتاہیوں کو بعض دیگر نیکیوں کی وجہ سے، یا کسی نبی یا ولی کی سفارش کیوجہ سے، یا محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے گا۔ معمولی معمولی بہانوں سے بخششوں کے احکام صادر فرمائے گا کیونکہ وہ عفوو غفور، رحمٰن ورحیم اور ذوالفضل العظیم ہے۔

(۳) حقوق العباد۔

یعنی انسانی مظالم خواہ انکا تعلق مال سے ہو کہ کسی کا مال ناحق کھالیا، یا انکا تعلق جان سے ہو کہ کسی کو ناحق قتل یا زخمی کردیا، یا انکا تعلق آبرو سے ہو کہ کسی کی عزت کو تار تار کردیا۔ انمیں اللہ تعالی پورا پورا انصاف فرمائے گا اور ہر صاحب حق کو اسکا حق دلوا کر چھوڑے گا کیونکہ قیامت کے برپا کرنے کا اصل مقصد یہی انصاف دلوانا ہے۔ یہ انصاف، مجرم کی نیکیاں صاحب حق کو دیکر یا اسکے گناہ اسکے کھاتے میں ڈال کر دلوایا جائیگا۔ کیونکہ وہاں جس کرنسی سے لین دین ہوگا وہ نیکی کی کرنسی ہے، سونا چاندی یا دیگر کوئی دنیوی کرنسی وہاں نہیں چلے گی۔

﴿۳۲﴾

سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص

(۱) شہید (۲) وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت بھی بہترین کرے اور اپنے آقا کا بھی خیر خواہ رہے
(۳) بہ تکلف حرام سے بچنے والا عیالدار

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَ عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَاَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ؛ فَاَمَّا اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَالشَّهِیْدُ، وَعَبْدٌ مَمْلُوْكٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَنَصَحَ لِسَیِّدِهٖ، وَعَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِیَالٍ..........

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، باقی المسند السابق، رقم الحدیث ۹۱۲۸)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص بھی پیش کیے گئے اور سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص بھی، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص یہ ہیں (۱) شہید (۲) وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت بھی بہترین کرے اور اپنے آقا کا بھی خیر خواہ رہے (۳) تکلف سے عفت حاصل کرنے والا پاکدامن عیالدار..........

تشریح:

اس حدیث مبارک میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخصوں کا ذکر کیا

گیا ہے، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) شہید۔

یعنی جس نے اپنی سب سے قیمتی متاع اپنی پیاری جان راہ خدا میں لٹا دی اور دین کی سر بلندی کیلئے اپنے آپکو لذائذ دنیا سے محروم کر لیا اللہ تعالی قدر دانی فرماتے ہوئے اسکو باقی سب سے پہلے جنت میں داخل فرمائے گا تا کہ یہ اگر لذائذ دنیا سے باقیوں سے پہلے محروم ہوا ہے تو جنت کی نعمتوں سے بھی سب سے پہلے لطف اندوز ہو۔

(۲) غلام جو رب کی عبادت بھی کرے اور آقا کا بھی خیر خواہ رہے۔

یہ بے چارہ دنیا میں بڑے مجاہدہ سے رہتا ہے کہ حق تعالی کے فرائض بندگی سے فارغ ہوتا ہے تو آقا کے حقوق غلامی اسکے منتظر کھڑے ہوتے ہیں اور آقا کی خدمت سے فرصت پاتا ہے تو رب تعالی کی بندگی کا فریضہ اسکے لئے چشم براہ ہوتا ہے اسکو دنیا میں کام، کام اور بس کام سے واسطہ رہتا ہے راحتیں، فراغتیں اسکے قریب سے بھی نہیں گزرتیں تو اسکو بھی اللہ تعالی باقیوں سے پہلے جنت میں داخل فرمائے گا تا کہ یہ وہاں باقیوں سے پہلے فراغت اور راحتیں حاصل کرے۔

(۳) عفیف، متعفف، عیالدار۔

اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ جنسی بے راہ روی کے اسباب کی فراوانی کے باوجود خواہشات کے تقاضوں کو بہ تکلف دبا کر اپنے دامن کو پاک رکھنا۔

دوسرا یہ کہ لذت کام و دہن کے شہ زور جذبات کو بہ تکلف قابو میں کر کے صرف حلال پر اکتفاء کرنا اور خواہش نفس کے باوجود حرام کی طرف مائل نہ ہونا۔

دونوں کام ہمت کے متقاضی ہیں تو جو باہمت آدمی انکا اہتمام کر کے اپنے آپکو محض اللہ کی رضا کیلئے دنیا کی لذتوں سے محروم رکھے اللہ تعالی اسکی بھی قدر دانی فرمائیں گے کہ اسکو باقیوں سے پہلے جنت میں داخل فرمائینگے تا کہ یہ وہاں باقیوں سے پہلے اپنی خواہشات کو پورا کرے۔

﴿۳۴﴾
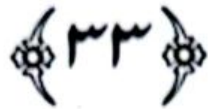
سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص

(۱) مسلط ہونے والا بادشاہ (۲) مالدار جو اپنے مال کا حق ادا نہ کرے (۳) فخر کرنے والا فقیر

حدیث:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَ عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَاَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ..................اَمَّا اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ فَاَمِیْرٌ مُسَلَّطٌ، وَذُوْ ثَرْوَةٍ مِّنْ مَّالٍ لَا یُعْطِیْ حَقَّ مَالِهٖ، وَفَقِیْرٌ فَخُوْرٌ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، باقی المسند السابق، رقم الحدیث ۹۱۲۸)

ترجمہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص بھی پیش کئے گئے اور سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص بھی ....سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین شخص یہ ہیں (۱) وہ بادشاہ جو عوام پر مسلط ہو (۲) دولتمند جو اپنے مال کا حق ادا نہ کرے (۳) فخر کرنے والا فقیر۔

تشریح:

یہ گزشتہ حدیث کا حصہ ہے جسکو الگ موضوع کی وجہ سے الگ عنوان دے کر ذکر کیا گیا ہے اس میں ان تین اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے جو جہنم میں سب سے پہلے جائینگے۔

(۱) مسلط بادشاہ۔

یعنی جسکولوگوں نے اقتدار وحکمرانی کے لئے منتخب نہیں کیا بلکہ وہ زبردستی لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوگیا اور عوام کو بھیڑ بکریوں کی طرح ڈنڈے کے زور پر اپنا مملوک بنالیا، اس نے چونکہ دنیا میں بہت عیاشی کرلی اسلئے اسکو جہنم میں سب سے پہلے داخل کیا جائے گا تاکہ جلد اسکو اسکے کئے کی سزا ملے۔

(۲) مالدار جو اپنے مال کا حق ادا نہ کرے۔

اللہ تعالی نے اسکو مال جیسی دولت عطا کی تھی جس سے یہ خود بھی متمتع ہوتا اور معاشرے کے پسماندہ لوگوں کی مالی معاونت کرکے انکو بھی پسماندگی سے نکالتا لیکن اس نے خود تو عیاشی کی اور دوسروں کیلئے اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا اس نے بھی دنیا میں خوب دادعیش دی لہذا جہنم میں سب سے پہلے اسکو ڈالا جائے گا تاکہ یہ جلدی اپنے کئے کو بھگتے۔

(۳) فخر کرنے والا فقیر۔

فخر وغرور کا کوئی سامان اسکے پاس موجود نہیں پھر بھی اتنی اکڑ ہے اگر کچھ سامان ہوتا تو پھر اسکی کیا حالت ہوتی تو اسکو بھی جہنم میں سب سے پہلے داخل کیا جائے گا کہ متکبر کا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے یہ خسر الدنیا والآخرۃ کا صحیح مصداق ہے کہ دنیا بھی نہیں اور آخرت بھی تباہ ہے۔

﴿۳۴﴾
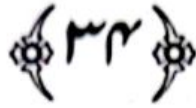
نکاح تین وجہ سے

(۱) مال (۲) جمال (۳) دین

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی اِحْدٰی خِصَالٍ ثَلٰثَةٍ: تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی مَالِهَا، وَتُنْکَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی جَمَالِهَا، وَتُنْکَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی دِیْنِهَا؛ فَخُذْ ذَاتَ الدِّیْنِ وَالْخُلُقِ تَرِبَتْ یَمِیْنُکَ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۱۳۴۰)

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سے تین خصلتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (۱) عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اسکے مال کی وجہ سے (۲) عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اسکے جمال کی وجہ سے (۳) اور عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اسکے دین کی وجہ سے۔ پس تیرا ہاتھ خاک آلود ہو تو دین اور اخلاق والی کو لینا۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ان تین خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو رشتہ کرنے کے وقت ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔

(۱) مال۔

بعض لوگوں کا مقصد شادی کرنے سے دولت سمیٹنا ہوتا ہے چنانچہ وہ ایسی جگہ تاڑتے ہیں جہاں سے جائیداد، گاڑی اور بھاری بھر کم جہیز مل سکے چاہے اور کوئی خوبی اسمیں نہ ہو، ایسے لوگ مال تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن زندگی کا سکون جو شادی کا اصل مقصود ہے وہ حاصل نہیں کر پاتے۔

(۲) جمال۔

بعض لوگ حسن پرست ہوتے ہیں انہیں صرف حسن و جمال سے سروکار ہوتا ہے وہ اسکے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں دیکھتے، ایسے لوگ بھی اکثر پچھتاتے نظر آتے ہیں کیونکہ ان حسن کے شاہپاروں کے اور بھی کئی پرستار ہوتے ہیں اور ان سے سابق میں کئی لوگوں کے تعلقات ہوتے ہیں، بعض مرتبہ یہ تعلقات اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ شادی کے بعد بھی ٹوٹنے میں نہیں آتے اور بالآخر طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۳) دین۔

بعض لوگ دینداری کو سب سے اہمیت دیتے ہیں کیونکہ وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ جس میں دینداری ہوگی وہ بدکار نہیں ہوسکتی، اسکا دامن داغدار نہیں ہوسکتا، نیز شوہر کے حقوق کا بھی وہ پورا پورا خیال رکھنے والی ہوگی، ایسی عورت چاہے مالدار نہ ہو اور کچھ زیادہ حسین و جمیل بھی نہ ہو تب بھی شادی کا اصل مقصد یعنی زندگی کا سکون اس سے حاصل ہوگا۔ اور چونکہ اسکی شوہر کے علاوہ اور کسی پر نظر نہیں ہوگی اسلئے یہ اپنے شوہر کی دل سے وفادار بھی ہوگی، غم خوار بھی ہوگی اور جانثار بھی ہوگی۔

اس حدیث مبارک کا مقصد یہی ہے کہ سب سے زیادہ اسی دینداری والی خوبی پر نظر ہونی چاہیے باقی خوبیاں اسکے ساتھ مل جائیں تو بہت بہتر ورنہ اسی پر ہی گزارا کیا جائے۔

فائدہ:

اس حدیث کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ مال و جمال کو بالکل نہ دیکھا جائے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تقابل کے وقت دینداری کو سب سے مقدم رکھا جائے اگر کسی کو ایسی عورت مل جائے جو مالدار

بھی ہو، حسین وجمیل بھی ہو اور ساتھ ساتھ دیندار بھی ہو تو کیا کہنے اسکی خوش نصیبی کے۔ لیکن اگر کہیں مال ہے یا جمال ہے یا یہ دونوں ہیں لیکن انکے ساتھ دینداری نہیں ہے اور دوسری جگہ دینداری ہے مگر مال اور جمال نہیں ہے تو اسکو اختیار کرنا چاہیے جس میں دینداری والا وصف ہو نہ کہ اسکو کہ جسمیں یہ وصف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن ان يردبهن ،ولا تزوجوهن لاموالهن فعسى اموالهن ان تطغيهن ولكن تزوجوهن على الدين ولامة خرماء سوداء ذات دين افضل (ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج ذات الدین، رقم ۱۸۴۹)

کہ عورتوں سے صرف انکے حسن کی وجہ سے شادی نہ کرو ممکن ہے کہ انکا حسن انکو ہلاک کر دے یعنی وہ اسکی وجہ سے فخر وغرور میں آجائیں اور ان سے محض انکے مال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو ممکن ہے کہ انکا مال انکو سرکش بنادے یعنی وہ شوہر کی اطاعت نہ کریں بلکہ ان سے شادی کروانکی دینداری کی بنیاد پر۔ البتہ ناک کٹی، سیاہ دیندار لونڈی صحیح سلامت، خوبصورت، بے دین، آزاد عورت سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں بھی اسی مضمون کو ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ولامة مؤمنة خير من مشركة ولو اعجبتكم (البقرہ:۲۲۱) کہ ایماندار لونڈی آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے اگر چہ بظاہر وہ تمہیں اچھی لگے۔

﴿۳۵﴾
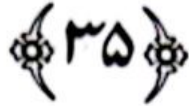
تین اغنیاء کیلئے صدقہ جائز

(۱) جواللہ کے راستے میں ہو (۲) جو مسافر ہو (۳) جسکے پڑوسی پر صدقہ کیا گیا اور اسنے اسکو ھدیہ کردیا ہو

حدیث:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا تَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ اِلَّا ثَلٰثَۃٍ :فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، اَوِبْنِ السَّبِیْلِ، اَوْ رَجُلٍ کَانَ لَہٗ جَارٌ فَتُصُدِّقَ عَلَیْہِ فَاَھْدٰی لَہٗ۔

(مسند احمد، باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ، رقم الحدیث ۱۱۴۹۳)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے سوا کسی مالدار کے لئے صدقہ حلال نہیں (۱) جو اللہ کے راستے میں ہو (۲) جو مسافر ہو (۳) یا وہ آدمی جسکے پڑوسی پر صدقہ کیا جائے اور وہ اسکو ھدیہ کردے۔

☆☆☆

☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں ایسے تین آدمیوں کا ذکر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے صدقہ، زکوۃ کا مال لے سکتے ہیں۔ وہ تین یہ ہیں۔

(۱) جو اللہ کے راستے میں ہو۔

یعنی جہاد میں ہو، حج پر جارہا ہو یا طلب علم میں نکلا ہوا ہو اور پیسے کی ضرورت پڑ گئی ہو اور اپنے پاس اس وقت کچھ نہ ہو اگر چہ ویسے مالدار ہو تو اسکے لئے جائز ہے کہ صدقہ، زکوۃ کے اموال لیکر اپنا کام مکمل کرے۔

(۲) جو مسافر ہو۔

یعنی کوئی آدمی کسی دینی یا دنیوی مقصد کیلئے سفر پر نکلا اور مال ضائع ہو گیا، یا ضروریات میں خرچ ہو گیا اور اب اسکے پاس اتنا بھی نہیں کہ جس سے یہ گھر ہی پہنچ جائے تو اسکے لئے بھی جائز ہے کہ یہ صدقہ، زکوۃ کا مال لے سکتا ہے اگر چہ اپنے وطن میں یہ خوب مالدار ہو۔

(۳) جس کے پڑوسی پر صدقہ کیا گیا اور اس نے اسکو ھدیہ کر دیا۔

یہ صرف ظاہر کے اعتبار سے صدقہ ہے ورنہ حقیقت میں یہ ھدیہ ہے کیونکہ ملکیت کے بدل جانے سے مال کی حیثیت بدل جاتی ہے مثلاً فقیر کو زکوۃ کا پیسہ دیا گیا آگے اس نے اسی پیسے سے کوئی چیز خریدی اور وہی زکوۃ والا پیسہ دوکاندار کو دیا تو یہ اسکے لئے صدقے کا پیسہ نہیں رہا، اسی طرح یہ فقیر یہی صدقے کا مال خود لیکر آگے بغیر کسی معاوضے کے کسی کو ہدیہ کر دیتا ہے تو اس کے لئے بھی یہ لینا جائز ہے کیونکہ یہ اب اسکے لئے زکوۃ نہیں بلکہ فقیر کی طرف سے ھدیہ ہے۔

اِسکی بہترین وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ آپ ایک مرتبہ گھر تشریف لائے اور گھر میں ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا آپؐ نے طلب فرمایا تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ بریرہؓ (حضرت عائشہؓ کی لونڈی) پر صدقہ کیا گیا ہے اور آپؐ صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھی لھا صدقة ولنا هدية" کہ یہ اسکے لئے صدقہ ہے اور وہ اب ہمیں دے گی تو یہ اسکی طرف سے ہمارے لئے ہدیہ بن جائیگا۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب الحرة تحت العبد، رقم ۴۷۰۷)

﴿۳۶﴾

قیامت کے تین ہولناک مواقع پر کوئی یاد نہیں آئے گا

(۱) اعمال نامہ ملنے کے وقت (۲) اعمال کے لئے ترازو تلنے کے وقت (۳) پل صراط پر

حدیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ؟ قَالَ: اَمَّا فِيْ مَوَاطِنَ ثَلٰثَةٍ فَلَا: الْكِتَابُ، وَالْمِيْزَانُ، وَالصِّرَاطُ۔

(مسند احمد، باقی مسند الانصار، حدیث السیدة عائشہؓ، رقم الحدیث ۲۳۵۵۵)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو بھی یاد فرمائینگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مواقع میں تو بالکل نہیں (۱) اعمال نامہ ملنے کے وقت (۲) اعمال کیلئے ترازو تلنے کے وقت (۳) پل صراط پر۔

☆☆☆

تشریح:

اس حدیث مبارک میں قیامت کے ان تین ہولناک مواقع کا ذکر ہے جہاں کسی کو کسی کی یاد نہیں آئے گی، ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی، یہاںتک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء و رسل کے سردار ہیں وہ اپنی سب سے پیاری اور چہیتی بیوی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمار ہے ہیں کہ ان تین مواقع پر ہمیں بھی کسی کی یاد نہ آئے گی یہاںتک کہ تمہاری بھی۔ وہ تین مواقع یہ ہیں۔

(۱) اعمال نامہ ملنے کے وقت۔

شفیع المذنبین ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کے بعد جب حساب و کتاب شروع ہوگا تو سب سے پہلے سب لوگوں میں اعمال نامے تقسیم کیئے جائیں گے جن میں انکی زندگی بھر کی مکمل کارگزاری ہوگی "لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصاھا " (الکہف:۴۹) کہ کوئی چھوٹی بات ہو یا بڑی سب اس میں محفوظ ہوگی، نیکوں کو انکا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور بدکاروں کو بائیں ہاتھ میں۔ پھر حکم ہوگا"اقرأ کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا" (بنی اسرائیل:۱۴) کہ اپنا اعمال نامہ پڑھ آج اپنے حساب کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

تو یہ ایسا ہولناک وقت ہوگا کہ اس وقت ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی کسی کو کوئی اور یاد نہیں آئے گا۔

(۲) اعمال کیلئے ترازو لگنے کے وقت۔

ارشادخداوندی ہے "ونضع الموازین القسط لیوم القیمة فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبة من خردل اتینابھا و کفی بنا حاسبین " (الانبیاء:۴۷) کہ ہم قیامت کے دن انصاف والے ترازو لگائیں گے پھر کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز (نیکی یا بدی سے) ہوگی تو ہم اسکو بھی نکال لائیں گے اور ہم کافی ہوں گے حساب لینے والے۔

تو اس وقت بھی ہر ایک کی زندگی کے چونکا دینے والے انکشافات سامنے آرہے ہوں گے لہذا کسی کی کسی اور جانب توجہ متصور نہیں ہوسکتی۔

ارشادربانی ہے "یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ماعملت من سوء تود لو ان بینھا و بینه امدابعیدا" (آل عمران:۳۰) کہ اس دن ہر نفس کو اپنی کی ہوئی نیکی کو بھی موجود پائے گا اور اپنی کی ہوئی برائی کو بھی، یہ دوسرا شخص آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور اسکے درمیان کوئی (ختم نہ ہونے والی) لمبی مدت ہوتی۔

(۳) پل صراط پر۔

پل صراط اس پل کو کہتے ہیں جو جہنم کی پشت پر ہوگا، اسکے نیچے جہنم ہوگی، پیچھے میدان محشر ہو گا اور آگے اس پار جنت ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

''جہنم کے وسط میں پشت پر پل لگایا جائے گا تو سب سے پہلا رسول جو اپنی امت کولیکر اسکو پار کرے گا وہ میں ہونگا اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوگی اور رسول بھی اس دن صرف یہ کہینگے اللهم سلم ،اللهم سلم کہ اے اللہ سلامتی عطا فرما، اے اللہ سلامتی عطا فرما اور جہنم میں ببول کے کانٹوں جیسے کنڈے ہوں گے جنکی مقدار اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی بناء پر اچک رہے ہوں گے۔'' (بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود، رقم ۷۶۴۰)

ایک حدیث میں ہے کہ

''اہل ایمان اس پر سے یوں گزریں گے کہ بعض تو آنکھ جھپکنے کی دیر میں، بعض بجلی کی طرح بعض ہوا کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض عمدہ گھوڑوں کی طرح اور بعض عمدہ اونٹوں کی طرح۔ پھر بعض تو صحیح سلامت نجات پا جائینگے، بعض زخمی ہو کر چھوٹ جائینگے اور بعض جہنم میں گرا دیئے جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، رقم ۲۶۹)

تو یہ بھی انتہائی زہرہ گداز مرحلہ ہوگا لہذا اس جگہ بھی کوئی کسی کو یاد نہیں کر سکے گا۔

اللہ ہی اپنے فضل سے ان تمام مراحل کو آسان فرمائے۔ آمین۔

﴿۳۷﴾
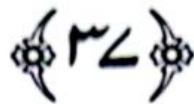
تین بلاؤں سے نجات

(۱) جنون (۲) جذام (۳) برص

حدیث:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُعَمَّرٍ یُعَمَّرُ فِی الْاِسْلَامِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اِلَّا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَلٰثَةَ اَنْوَاعٍ مِّنَ الْبَلَاءِ: اَلْجُنُوْنَ، وَالْجُذَامَ، وَالْبَرَصَ؛ فَاِذَا بَلَغَ خَمْسِیْنَ سَنَةً لَیَّنَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْحِسَابَ، فَاِذَا بَلَغَ سِتِّیْنَ رَزَقَهُ اللّٰهُ الْاِنَابَةَ اِلَیْهِ بِمَا یُحِبُّ، فَاِذَا بَلَغَ سَبْعِیْنَ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاَحَبَّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ، فَاِذَا بَلَغَ الثَّمَانِیْنَ قَبِلَ اللّٰهُ حَسَنَاتِهٖ وَتَجَاوَزَ عَنْ سَیِّئَاتِهٖ، فَاِذَا بَلَغَ تِسْعِیْنَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ ،وَسُمِّیَ اَسِیْرَ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ، وَ شَفَعَ لِاَهْلِ بَیْتِهٖ۔

(مسند احمد: باقی مسند المکثرین، باقی المسند السابق، رقم الحدیث ۱۲۸۰۲)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی طویل العمر کو اسلام میں چالیس زندگی نہیں دی جاتی مگر اللہ تعالی اس سے تین بلائیں پھیر لیتا ہے (۱) جنون، پاگلپن (۲) جذام، کوڑھ (۳) برص، پھلبھری۔ اور جب پچاس سال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس پر حساب میں نرمی فرمادیتا ہے اور جب ساٹھ سال کو پہنچ جائے تو اللہ تعالی اسے اپنی طرف اپنی پسندیدہ انابت نصیب فرماتا ہے اور جب ستر سال کو

پہنچ جائے تو اللہ تعالی اسکو محبوب بنا لیتے ہیں اور فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کو پہنچ جائے تو اللہ تعالی اسکی نیکیاں قبول فرماتا ہے اور اسکے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جب نوے سال کو پہنچ جائے تو اللہ تعالی اسکے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور اسکا نام رکھتا ہے اسیر اللہ فی ارضہ یعنی اللہ کی زمین میں اسکا گرفتار شدہ قیدی، اور اسکے گھر والوں کیلئے اسکی سفارش قبول فرماتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارک میں طول عمری کی مختلف حدود کی مختلف فضیلتیں اور فوائد بیان فرمائے گئے ہیں۔

مثلاً فرمایا گیا ہے کہ کسی مسلمان کو چالیس سال کی عمر مل جائے تو اللہ تعالی اسکو آئندہ کیلئے تین آفات سے نجات عطا فرماتے ہیں۔

(۱) جنون سے۔

کہ اب وہ پاگل نہ ہوگا۔

(۲) جذام سے۔

کہ اسکو کوڑھ کا مرض لاحق نہ ہوگا۔

(۳) برص سے۔

کہ اسکو پھلبھری کا مرض نہیں لگے گا۔

پچاس سال کی عمر مل جائے تو اسکے لئے حساب میں نرمی برتی جاتی ہے۔

ساٹھ سال پر اسکو انابت اور رجوع الی اللہ کی دولت عطا فرمادی جاتی ہے۔

ستر سال ہونے پر اللہ تعالی اور فرشتے اسکو اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔

اسی سال کو پہنچ جائے تو اسکی نیکیاں قبول اور گناہ نظر انداز کئے جاتے ہیں۔

نوے سال کو پہنچ جائے تو اسکے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور اسکے اہل خانہ کے حق میں اسکی سفارش قبول کی جاتی ہے اور اسکو اسیر اللہ فی ارضہ کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ کہ یہ اللہ کی زمین پر اسکا قیدی ہے یعنی اب اسکی رب تعالی کے دربار میں پیشی بالکل قریب ہے کسی بھی گھڑی اسکا بلاوا آسکتا ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ لمبی زندگی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ اسلام، ایمان، اور اللہ تعالی کی فرمانبرداری کے ساتھ ہو، دوسری کئی احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

مثلاً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جنکا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہوگئی اور جو صاحب شہید تھے وہ کھڑے رہ گئے تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہوگئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس چلے جاؤ میں نے صبح لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی انکو تو پہلے ہونی چاہیے تھی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے اسکا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا بے شک کی ارشاد فرمایا کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے عرض کیا گیا بے شک رکھے ارشاد فرمایا کیا انہوں نے

اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کئے عرض کیا گیا بے شک کئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔

(فضائل اعمال:۳۰۶،فضائل نماز:۱۷،ابن ماجہ: کتاب تعبیر الرؤیا، رقم الحدیث ۳۹۱۵)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی مسلمان کے سفید بالوں کا حیا فرماتا ہے۔

اللہ تعالی کوتاہ عمری سے حفاظت فرمائے اور اپنی فرمانبرداری اور سلامتی والی طویل عمر عطا فرمائے جو اپنے لئے بھی مفید ہو اور دوسروں کے لئے بھی۔ آمین
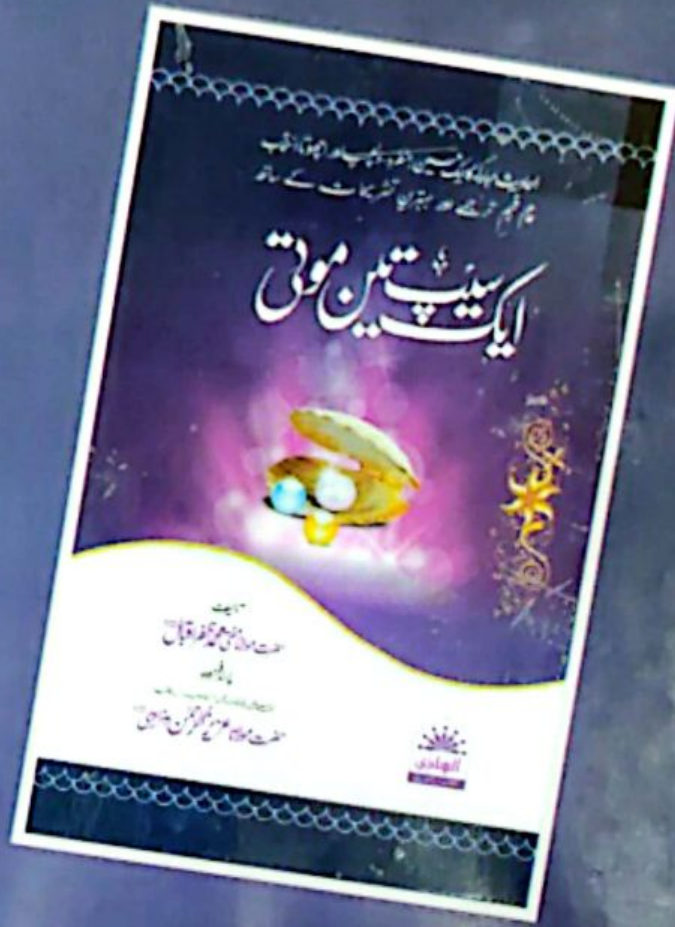
۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
فون: 042 37361473 موبائل: 0300-6609226,
ای میل alhaadi38@gmail.com